ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا

کی نئی ترین غزل موسومہ ترانۂ اقبال - علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

مورخہ ۳۹ - ۱۱ اگست سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا — مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا — ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں — خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم — سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے — آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

اے گلستان اندلس! وہ دن ہیں یاد تجھ کو — تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

اے موج دجلہ! تو بھی پہچانتی ہے ہم کو — اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

اے ارض پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم — ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری — تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا — اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

"اقبال" کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

(اسمیں شک نہیں کہ عقل والوں کے لئے ان لوگوں کے حالات میں عبرت ہی عبرت ہے)

الہارون

یعنی سوانح عمری خلیفہ ہارون رشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ و دار الخلافہ بغداد

مترجمہ و مؤلفہ

خاکسار مصباح الدین احمد رہتکی مترجم محاربہ فرانس و پرشیا

باہتمام سید ظہور الحسن مالک احسن التجارت دہلی حسب اجازت مترجم صاحب

قومی پریس دہلی میں ۱۹۱۳ء میں چھپا

(تعداد جلد ۵۰۰)　(رجسٹری شدہ)　(قیمت فی جلد [illegible])

مختصر فہرست کتب کارخانہ احسن التجارت دھلی

نام کتاب	قیمت
شمائل شریف مترجم۔ یہ شمائل شریف بہت خوش خط اور نہایت جانفشانی اور محنت سے تیار ہوئی ہے اور نیز اسکی صحت میں بھی بہت جانکاہی لیگئی ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اسے دیکھکر خوش ہونگے ایسے بہتر اور سستی شمائل دوسری جگہ نہین ملیگی قیمت مع جلد نقرئی اعلی درجہ کی فی جلد ... مع محصول ڈاک فی جلد	[illegible]
سفرنامہ روم و مصر و شام شمس العلما مولانا شبلی کا سفرنامہ جس مین قسطنطنیہ بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے چشم دید حالات و واقعات ترکون کے معاشرت کے اخلاق و عادات درج ہین یہ کتاب قابل دید ہے عمدہ چکنے ولایتی کاغذ پر چھاپی گئی ہے قیمت فی جلد......	[illegible]
خیر الکلام فی احوال العرب قبل الاسلام اس کتاب مین جغرافیہ ملک عرب مع تمام حالات و کیفیت اقوام عرب قبل اسلام و حالات مذاہب و بدوہ و عین عادات و کیفیت وحشی ہونے لیکن اعمال و ... درج ہین۔ یہ تاریخ دیکھنے کے لایق ہے مصنفہ جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب وکیل قیمت عام فائدہ کیغرض سے صرف فی جلد....................	عه
تاریخ بابل و نینوا شہر بابل و نینوا کے حیرتناک واقعات کی تباہی و بربادی کے عبرتناک حالات درج ہین یہ قدیم تاریخ آجتک نہین چھپی تھی۔ مترجمہ مولوی محمد علی خان صاحب عرشی قیمت فی جلد	[illegible]
المامون۔ مصنفہ مولانا شبلی اس کتاب کے دو حصے ہین۔ پہلے مین تمہید ترتیب خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت۔ ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیان فتوحات ملکی وفات کے حالات۔ دوسرے حصے مین ان مراتب کی تفصیل ہے جنسے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہوسکتا ہے نیز ان کارناموں کی تفصیل ہے جن کی وجہ سے مامون الرشید کا عہد مملکت اسلام کا نامور زمانہ شمار ہوا۔ کتاب ہذا بہت ... حیثیت سے ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مع رسالہ جزیہ قیمت فی جلد......	[illegible]
سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری حصہ اول و دوم۔ اس کتاب کے پہلے حصہ مین امام صاحب کا نام و نسب ولادت و سن رشد۔ تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس و افتا۔ بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات وفات عام اخلاق و عادات مناظرہ و فتاوے ذہانت و طباعی اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہین دوسرے حصہ مین امام صاحب کے اصول اور مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث کے متعلق ہین تفصیلی بحث ہے اور واقعات اسانید سے ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث مین آپکا کیا پایہ تھا فن فقہ پر تفصیلی ... جس مین ... فقہ کے تاریخی حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتین تفصیلاً بیان کیگئی ہین جنکی وجہ سے فقہ حنفی کو ...	[illegible]

ڈیڈیکیشن

یہ ناچیز کتاب ہارون یعنی خلیفہ ہارون رشید
شاہنشاہ اسلام کی سوانح عمری بکمال ادب و
اخلاص

جناب مستطاب معلی القاب سرکار عالی نواب
محمد فضل الدین خان سکندر جنگ اقبال الدولہ
اقتدار الملک سر وقار الامرا بہادر کے سی آئی ای
پرائم منسٹر و مدار المہام دولت آصفیہ حیدر آباد دکن
کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ حسب الاجازت
جناب ممدوح معنون اور منسوب کی جاتی ہے

خاکسار

مصباح الدین احمد مترجم محاربہ فرانس و پرشیا و مولف معلم الطالبان

فہرست مطالب کتاب الہارون

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

المامون کی تکمیل کے بعد مجکو خیال ہوا کہ جس طرح یہ کتاب زمانۂ ماضیہ کے ایک بڑے اُولوالعزم شاہنشاہ اِسلام کی سوانح عمری پر مشتمل ہے اُسی طرح عہدِ حال کے کسی بڑے نامور رئیسِ اعظم۔ صاحبِ اقبال فخرِ اسلام کے نامِ نامی پر اس کو معنون اور منسوب کرنا چاہئے۔

رونقِ فصل بہاران باگلِ رعنا خوش است نسبت تاجِ شہی باگوہر یکتا خوش است

چاردانگ ہندوستان مین خیال کرنے سے میری نظر ریاست حیدرآباد دکن پر قائم ہوئی کیونکہ فی زماننا اِس ریاست مین جس قدر علوم و فنون کو ترویج و ترقی ہے اُسکا عشرِ عشیر بھی دوسری ریاستون مین نہین پایا جاتا چنانچہ بندگانِ حضور فیض گنجور۔ داراشوکت۔ سکندر صولت۔ فلک بارگاہ۔ سپالار۔ ظفر الممالک۔ فتح جنگ ہز ہائینس نواب **میر محبوب علیخان** بہادر نظام الملک آصف جاہ فرمان روائے دکن خلداللہ ملکہٗ کے سایۂ عاطفت پایہ مین بہ توجہ سرکار عالی جناب مستطاب معلی الالقاب خداوندِ نعمت نواب محمد **فضل الدین خان** سکندر جنگ اقبال الدولہ اقتدار الملک سر وقار الامرا بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ مدار المہام۔ وزیر اعظم دولتِ آصفیہ حیدرآباد دکن۔ ایک مستقل سلسلۂ علمی تراجم و تصنیفات کا موسوم بہ **سلسلۂ آصفیہ** قایم ہے۔ شایقین فنون و مصنفین

المامار
سلسلہ
مین داخ

علوم کے لئے اِس سے بڑھ کر کوئی مرجع اور ملجا نہین ہے۔ اور جناب نواب مدار المہام سرکار عالی کو ابتدا سے خزائنِ علوم کی طرف کامل التفات و توجہ ہے بنا ءً علیہ راقم الحروف نے اپنی اس تالیف کو بنامِ نامی و اسمِ گرامی نواب مدار المہام بہادر سرکارِ عالی کے ساتھ منسوب و معنون کرنے کی نیت کی اور بتوسل اپنے محترم و معززِ محسن نواب **علی یار خان** بہادر مؤتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک مولنا سید **حسین** صاحب بلگرامی ناظم سررشتۂ تعلیمات ریاست ممدوحہ۔ جو اپنے فضائل ذاتی و صفاتی و سرپرستی علوم و فنون کے لیے تمام ہندوستان مین مشہور ہین۔ اِس بارے مین نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی کی خدمت مین درخواست ابلاغ کی۔ اُس کے جواب مین خاکسار کے نام محکمۂ وزارت کا یہ حکم پہنچا کہ اصل مسودہ کتاب المامون پہلے ملاحظہ کے لئے بھیج دو۔ راقم الحروف نے تعمیل ارشاد اصل مسودۂ کتاب کو بنا بر ملاحظۂ وزارت پناہ نواب مدار المہام بہادر سرکار عالی روانہ کر دیا۔ الحمد للہ کہ خاکسار کی محنت نے خلعتِ قبول حاصل کیا۔ حضور نواب مدار المہام بہادر وزیر دکن نے بعد ملاحظہ و پسند کے نہ صرف اِس حقیر نظر کو قبول کر کے المامون کو اپنے نام نامی پر معنون و منسوب کرنے کی اجازت دی بلکہ کمال علو قدردانی تحریری حکم کے ذریعہ سے اس ناچیز تالیف کو اسی مبارک سلسلۂ آصفیہ مین داخل کر کے خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔

کتاب تمدن عرب نتیجۂ فکر شمس العلما مولنا سید علی صاحب بلگرامی بجمیع القابہ۔ اور کتاب الفاروق مصنفہ مولوی شبلی نعمانی جن کے مطالعہ سے ایک عالم استفاضہ حاصل کر رہا ہے اسی سلسلۂ آصفیہ مین داخل اور منسلک ہین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

لو یناسب حمدنا سلطانہ فاکتفینا باسمہ سبحانہ

پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عام امت مسلمانان عرب کو علم سیکھنے کیواسطے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اطلبوا العلم ولوکان بالصین۔

اس نصیحت پر عمل کر کے تمام مسلمانون نے عموماً اور اسلام کے بادشاہون نے خصوصاً علوم اور فنون کے سیکھنے اور اسکی اشاعت اور پھیلانے مین ایک زمانۂ دراز تک جو کوشش اور جانفشانی کی اور علم و فن کی ہر ایک شاخ کو اعلے درجے کی ترقی پر پہنچایا اس بات کو تمام دنیا جانتی ہے یورپ جو آجکل تمام دنیا مین علوم اور فنون اور تہذیب کا مخزن اور مرکز سمجھا جاتا ہی اور فی زماننا جسقدر عظمت اور قوت اُسکو حاصل ہی یہ سب باتین مسلمانون کے طفیل سے اُسکو حاصل ہوئی ہین۔ یورپ والے اگر مسلمانون سے علم اور تہذیب نہ سیکھتے تو آج اُنکو یہ رتبہ اور درجہ حاصل نہوتا۔ خود یورپ کے مستند فاضلون اور مورخون نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یورپ کی تہذیب اور علوم و فنون کی ترقی کے موجب مسلمان ہین۔

متذکرہ بالا بیان کی تصدیق مین بطور مُشتے نمونہ از خروارے یورپ کے جلیل القدر فاضلون کی رائین مندرج کیجاتی ہین اور بخوف طوالت صرف چند رایون پر اکتفا کیا جاتا ہی

اڈگر سینڈرسن صاحب اپنی تاریخ دنیا مین تحریر کرتے ہین کہ "عرب فاتحون نے حصول علوم و فنون

مین بہت جلد اُسی قدر ترقی کرلی جتنی کہ اُنکی فوجی قوت مین ترقی ہوگئی تھی۔ عربون نے تہذیب کو
حاصل کرکے بڑی سرگرمی کے ساتھ اُسکو ہرکہین پھیلایا۔ بڑے بڑے شہر اُنکی حکومت مین تعمیر
ہونے لگے۔ تجارت اور کارخانون نے بڑی ترقی حاصل کی۔ مدارس اور کالج تمام اسلامی دنیا مین
بن گئے اور اُن مین علوم و فنون پڑھائے اور سکھائے جانے لگے عربون مین علم و فضل اور شاعری
اور تمام علوم و فنون کا رواج اُس وقت بھی بڑے عروج پر تھا جبکہ یورپ مین تہذیب اور علم و ہنر
نہین پھیلا تھا اور جو زمانہ کہ یورپ کی تاریخ مین بہت تاریک زمانہ کہلاتا ہے مسلمانونکی سلطنت اُس
زمانے مین نہایت وسیع ترین سلطنت دنیا مین تھی اور اپنی تمام ممالک مین عربون نے علم پھیلا دیا تھا۔
بارھوین صدی کے آغاز مین اقلیدس۔ علم ہندسہ۔ ہیئت اور علوم طبی یورپ مین عربون کی وجہ سے
پہنچے۔ یعنی یہ سب علوم عربی زبان مین موجود تھے جو یورپ مین لائے گئے۔ اُندلس کے [illegible] مین
تو علوم و فنون۔ صنعت و حرفت کا چرچا دسوین صدی کے آغاز ہی مین درجۂ کمال پر ہوگیا تھا [illegible]
مسلمانون کے مدرسے۔ کتب خانے اور یونیورسٹیان (بیت العلوم) موجود تھے علما اور فضلا
علم ادب۔ منطق۔ فصاحت۔ بلاغت۔ نجوم۔ حساب۔ علم ریاضی کے سبق طالبعلمون کو پڑھایا کرتے
تھے۔ یونانیون کی فلسفہ کی کتابین سب سے پہلے عربون نے اپنی زبان مین ترجمہ کرلین جنھین یورپ
والون نے عربی ترجمہ کو لاطینی مین ترجمہ کیا اور اس طرح سے علم فلسفہ بذریعۂ عربون کے یورپ مین
پہنچا کیونکہ اُس زمانے کے یوروپین فضلا مین سے معدودے چند ہی قدیم یونانی زبان سمجھ سکتے
تھے۔ علم حیوانات۔ علم نباتات۔ علم کیمیا اور خاص کر علم طب اور حکمت کا مسلمانون کو بہت شوق تہا
اسپین کے مسلمانون کے ہم سب یورپ والے اِس بات کے ممنون ہین کہ علم حساب اور عددون کا
لکھنا یورپ والون کو مسلمانون کی وجہ سے آیا ہی اور اسی وجہ سے یہ علم یورپ مین عربی ہندسہ حساب
کے نام سے مشہور ہی۔ عربون نے علم ریاضی یونانیون یا ہندیون سے سیکھا ہی۔ خلفائے عباسیہ
وغیرہ نے اقلیدس اور دیگر یونانی علم ہندسہ اور ہیئت کی کتابون کا ترجمہ عربی مین کرالیا تھا۔ ہندوستان
سے علم حساب کی کتابین منگواکر خلفائے مذکور نے اُن کا ترجمہ عربی مین کرایا۔ ایک عرب فاضل نے

یورپ مین علم و ہنر مسلمانونکی وجہ سے پہیلا

جن کا نام بن موسیٰ تھا علم جبر و مقابلہ پر نوین صدی مین ایک کتاب تصنیف کی تھی اور مساوات کے حل تک اُس مین قاعدے وغیرہ لکھے تھے۔

یورپ مین رَوم دانی اور قسطنطنیہ کے عالم اور اہل کمال جسوقت کہ زمین کو پھیلا ہوا جانتے تھے اور ظاہر کرتے تھے اسپین مین مسلمان علی العموم اپنے مدرسون مین جغرافیہ کرۂ زمین پر پڑھایا کرتے تھے گویا مسلمانون نے سب سے اول یہ دریافت کرلیا تھا کہ زمین گول ہی یورپ مین علم نجوم کی تحقیقات کے لئے جنھون نے کہ اول ہی اول رصدگاہین بنائین وہ عرب ہی تھے۔ رصدگاہ کے لئے عربون نے شہر سویل (اشبیلیہ) مین جو برج بنایا تھا مسلمانون کے بعد جب اسپین پر عیسائی قابض ہوئے تو بسبب جاہل اور بے علم ہونے کی اُن کی کچھ سمجھ مین نہین آتا تھا کہ اس برج سے کیا کام ہوتا ہی اس لئے انھون نے اس برج کو گھنٹہ گھر بنالیا۔ یہ بات امر واقعہ ہے کہ باوجودا سکے کہ یورپ جہالت اور وحشت کی تاریکی سے مدت سے نکل آیا ہی لیکن مسلمانون نے جو اُسپر احسان عظیم کیا ہی اُس احسان کا یورپ نے آج تک کوئی مناسب شکریہ ادا نہین کیا۔

قرآن مجید کی برکت

مسٹر ریورینڈ راڈویل نے مسلمانون کے بہت سے محاسن اور خوبیون کا اعتراف کیا ہی چنانچہ اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ مین لکھتے ہین کہ "عرب کے سیدھے سادے بھیڑین چرانے والے خانہ بدوش لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلقین سے ایسے بدل گئی کہ جیسے کسی نے سحر یا جادو اُن پر کر دیا ہو وہ لوگ مملکتون کے بانی مبانی اور شہرون کے بنانیوالے اور کتب خانون کے جمع کرنیوالے ہو گئے۔ قسطنطنیہ بغداد۔ قرطبہ اور سویل (اشبیلیہ) کے شہرون کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی یورپ کو اپنی ہیبت اور شکوہ سے کپکپا اور تھرا دیا اور اُس مین تزلزل ڈالدیا۔ بت پرستی کے مٹانے اور مادیات کے شرک کے عوض صرف ایک واحد اللہ تعالیٰ کی عبادت قائم کرنے۔ دختر کشی کی رسم کو نیست نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور کثرت ازدواج کی تعداد کو گھٹا کر اُسکی ایک حد معین کرنے مین قرآن بیشک باعث برکت و فلاح ہوا ہے۔ ہر ایک عیسائی کو بالضرور افسوس ہوگا کہ مسلمان فتحمندون نے بہت سے پھلے پھولے شہر[1] کلیسے مسمار اور خراب کر ڈالے۔ مگر ساتھ ہی اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہیے کہ یورپ نے منطق

[1] شاید اسکندریہ کے کتب خانے کی طرف یہ اشارہ ہو مگر مسٹر راڈویل کو یہ یاد نہین رہا کہ گبن صاحب اپنی تاریخ روما جلد [illegible] صفحہ [illegible]

اور فلاسفہ اور علم طب اور فن عمارت عربون سے حاصل کیا ہی۔ مسلمانون نے عیش و عشرت کے بعض سے سامان اور مفید چیزون کو ایک ملک سے دوسرے ملک مین لیجانے سے مشرق و مغرب کا سلسلہ ملا دیا"

ابن حجر کی تصنیف

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جنکی مہارت علوم عربیہ مین مشہور ہے اُنہون نے حسب الحکم صاحبان کورٹ آف ڈائرکٹرس کتاب الاصابہ فی تمیز الاصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا زبانِ انگریزی مین ترجمہ کیا ہے اُس کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ "مسلمانون کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے۔ نہ تو کوئی آجتک ایسی قوم گزری۔ اور نہ اب ہی جس نے مسلمانون کی مانند بارہ سو برس کے عرصے مین ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کئے ہون اگر مسلمانون کی کتب رجال جمع کی جاوین تو غالبًا ہمکو پانچ لاکھ علماے مشاہیر کا تذکرہ ملجاوے۔ اِنکی تاریخ مین کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہین ہے جسکا کوئی آدمی اِس تذکرے مین نہو"

مسٹر لیتھبرج صاحب نے اپنی تاریخ ہندوستان مین لکھا ہی کہ "اسلام کے پہلے تاریخ کی حالت تاریکی مین تھی جب اسلام کا سرچشمہ نمودار ہوا تو اُس وقت سے تاریخ کے حالات صحیح معلوم ہونے لگے۔ مطلب یہ ہی کہ تاریخ کی ترقی دینے والے مسلمان ہی ہین"

عباسیہ

مسلمانون کی سلطنت مین بزمانہ خلفاے عباسیہ علوم و فنون کی بڑی ترقی ہوئی۔ حضرت عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمّ بزرگوار تھے یہی اِس خاندان کے مورث ہین۔ حضرت عباس جنگ بدر مین گرفتار ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے قبل جنگ صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ عباس رض کو کوئی

بقیہ صفحہ ۵ - جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ مین اور جلد ۲ کتاب کانڈوس صفحہ ۲۰۵ مین اور گاڈفری ہنگز نے کتاب حمایت الاسلام وغیرہ مین ان سب لوگون نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانے کے جلانے والے کوئی عیسائی بشپ (پادری اعظم) اور اُن کے پیرو تھے۔ مسلمانون کی نسبت یہ الزام بالکل بے بنیاد اور غلط ہی - ۱۲ مصباح - مترجم

بؔ غدر ۱۸۵۷ء تک ہندوستان پر انگریزی سوداگرون کی ایک کمپنی حکمران تھی ہندوستان براہ راست تاج برطانیہ کا ماتحت نہ تھا غدر کے بعد پارلیمنٹ انگلستان نے کمپنی مذکور کو بیدخل کر کے براہ راست ہندوستان کو ماتحت اپنے کر کے سلطنت انگلینڈ کا ایک جزو قرار دیا۔ اُس کمپنی مین چند سوداگر ڈائرکٹر منتخب ہوا کرتے تھے۔ یہی لوگ صاحبان کورٹ آف ڈائرکٹرس کہلاتے تھے"

قتل کرنا زندہ گرفتار کر لینا چنانچہ ابولیشہ انصاری نے آپ کو زندہ ہی گرفتار کیا بعدازان آپ
پاس لے آئے آنحضرت نے حضرت عباس کو وعادی تھی کہ واجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ۔
یعنی عباسؓ کی اولاد مین خلافت باقی رہے۔ چنانچہ یہ سوال مقبول ہی کی دعا کا اثر تھا کہ اُن کے خاندان
مین خلافت اور شہنشاہی آٹھ سو برس تک رہی اور خاندانِ عباسیہ نے بڑے کروفر سے بادشاہت کی
حضرت عباس کا نام جمعہ کے خطبہ مین ہر مسلمان جامع مسجد مین سنتا ہو۔

خلیفہ ہارون الرشید

سلطنت اسلام مین سب سے بڑا شہنشاہ خلیفہ ہارون الرشید اسی عباسیہ خاندان مین سے ہوا ہو اور
اسی کی سوانح عمری کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ کسی کتاب کے ترجمے مین کمی و بیشی کرنا منصب ترجمہ نگاری کے
بالکل خلاف ہو اسی واسطے ہم نے مسٹر ای۔ ایچ۔ پامر ایم۔ اے۔ سابق پروفیسر عربی یونیورسٹی آف
کیمبرج (انگلستان) کی مصنفہ کتاب "ہارون الرشید" کے ترجمے کا حق پورا پورا ادا کیا ہے۔ لیکن
یہ بات بافسوس کہنی پڑتی ہے کہ بعض یورپین مصنفون کی تالیفات مین ایک عام قاعدہ رواج پا
گیا ہے کہ وہ تاریخی حالات لکھتے ہوئے بعض مواقع پر اپنی تصانیف مین مشاہیر اور حکمرانان اسلام
پر ضعیف خبرون پر اعتماد کرکے ایسے لفظی حملے کر جاتے ہین جو صریح کذب اور غلطی کی حد تک پہنچ جاتے
ہین۔ چنانچہ اس کتاب مین بعض موقعون پر ہم نے ایسے غلط حملون کی تردید بروئے تحقیق کتب
معتبرہ اور مستندہ سے حتی الامکان اپنے فٹ نوٹون کے ذریعے سے کردی ہو جس سے اصلی حالات
کا صحیح اندازہ ظاہر ہوجاتا ہے تاہم بڑی ناشکرگزاری ہوگی اگر مسٹر پامر جیسے فاضل کی محنت شاقہ
کی ہم داد نہ دین۔ فاضل موصوف نے ہارون الرشید کے رطب و یابس کل پراگندہ واقعات کو
عربی مورخون اور مصنفون کی متفرق کتابون اور تالیفون سے انتخاب کرکے ایک جگہ ترتیب دیا۔
جس سے پامر صاحب کی لیاقت اور محنت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ کسی غیر قوم کے تاریخی حالات کو فراہم
کرکے اپنی ملکی زبان مین ترتیب دینا بیشک قابلِ قدر اور مفید کام ہو۔ انگریزی دان اصحاب کے لیے مسٹر
پامر کی یہ محنت لایق منت و سپاس گزاری ہے۔ اور اُسی ذخیرہ سے ہمنے اُردو زبان مین اپنے ملکی ہموطنون
کے لئے یہ مفید ترجمہ مرتب کیا۔ اور جہان ضرورت سمجھی حتی الامکان اجمال کی تفصیل مین کوتاہی نہین کی

تحقیق کی دشوارگزار گھاٹیون مین جن لوگون نے قدم فرسائی کی ہے یا ان سنگلاخ زمینون کو قلم اور دماغ کی رہبری سے کچھ طے کیا ہی وہی سمجھ سکتے ہین کہ اس راستے کے چلنے والے کو ایک ایک قدم پر کیسی کیسی لغزشین اور ٹھوکرین کھانا پڑتی ہین تاہم منزل مقصود پر مشکل سے رسائی حاصل ہوتی ہے۔

اِس شہنشاہ کے زمانے مین علوم وفنون کی ہر شاخ مین بڑی ترقی ہوئی ہے۔ اِس نے یونانیون مجوسیون۔ ہندوستان کے پنڈتون اور عیسائی فاضلون کو بڑے بڑے مشاہرون پر ملازم رکھ چھوڑا تھا وہ اپنی اپنی زبان کی علمی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کے بارے مین تمام یورپ مین مستند اور معتبر مورخون کی یہ رائے ہی کہ خلیفہ ہارون الرشید تمام خلفاء سے بڑھکر جامع جمیع صفات۔ بڑا عالم وفاضل فصیح وبلیغ۔ بہت ہی فیاض وسخی۔ اپنے مذہبی عقائد کا پابند۔ معتقد پکا۔ اور پاکباز مسلمان۔ رحم دل اور عادل بادشاہ تھا۔ ایک سال حج کرتا تو دوسرے سال جہاد کرتا۔ اپنے روزمرہ کے مذہبی احکام کا نہایت پابند تھا۔ بغداد سے مکہ شریف تک قریب ایکہزار انگریزی میل کے فاصلہ ہی مگر وہ حج کے لئے ملک عرب جیسے تیز دھوپ اور طپش اور جلتے ہوئے ریگستان مین پاپیادہ جایا کرتا تہا علاوہ پنجگانہ نماز کے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ پڑھا کرتا تھا۔ ہارون الرشید کے مزاج مین تعصب نام کو بھی نہ تھا۔ رعایا کی فلاح وبہبودی کا اِس قدر خیال تھا کہ ہمیشہ راتون کو اپنی میٹھی نیند کھو کر بھیس بدلکر رعایا کی خبرگیری اور اُن کا حال معلوم کرنے نکلا کرتا تھا۔ اقبال اور شوکت کا اُسکی یہ حال تھا کہ جس طرف اُس نے رخ کیا فتح ونصرت گویا اُسکے ہمراہ ہوتی تھی۔ قسطنطنیہ کے شاہان روم (یونانی) اُس کے باجگزار تھے اور شاید یہ بات ہارون الرشید ہی کے ساتھ مختص تھی کہ اُسنے یونانی شہنشاہون سے ششماہی خراج وجزیہ لیا ششماہی خراج وجزیہ لینے کی مثالین شاذ ونادر تو درکنار بالکل معدوم ہین اِس کے عہد کا ایک واقعہ عباسہ اور جعفر کی شادی اور پھر عباسہ اور اُس کی اولاد کا قتل ہونا بالکل بے بنیاد اور غلط مشہور ہوگیا تھا چنانچہ علامہ ابن خلدون وغیرہ مستند ومعتبر مورخین نے کمال تحقیق و تلاش سے اِس واقعہ کو روایت اور درایت دونون سے بے بنیاد اور غلط ثابت کیا ہے

... یحییٰ کی جو سخاوت اور فیاضی مین بیان ہے تفسیر خاندان مسلمانون مین گذرا ہے کہ آجتک زمانے مین پھر کوئی سخی اور فیاض اُنکی مانند نہین ہوا۔ اسی خلیفہ کے زمانے مین عروج ہوا اور افسوس ہے کہ اسی خلیفہ کے زمانے مین اُن پر زوال بھی آگیا۔

خاندانِ برمکی

خلیفہ ہارون الرشید بڑا قدردان شہنشاہ تہا یحییٰ برمکی وزیر نے جو کچھ عمدہ کام کئے وہ اپنی نمک حلالی کی وجہ سے کئے کیونکہ وہ نوکر تہا لیکن ہارون الرشید نے اُسکی حد سے بڑھکر قدردانی کی اور سلطنت کے تمام سیاہ اور سپید کا مالک کردیا۔ یحییٰ نے کمال ہوشیاری اور نمک حلالی سے کار وزارت انجام دیا۔ جب یحییٰ ضعیف ہوگیا ہارون الرشید نے اُس کے دونون بیٹون فضل اور جعفر کو یکے بعد دیگرے اپنا وزیر بنایا۔ اور جعفر پر بے نہایت عنایت مبذول کی اور مہمات سلطنت پر کلی وجزوی اختیار اور اقتدار اسکو عطا کیا۔ لیکن تقدیری یا اتفاقی طور سے جعفر سے چند ایسی پولٹیکل غلطیان سرزد ہوئین اور خلیفہ کی نسبت جعفر نے ایسے ناگوار کلمات کہنا شروع کئے کہ مجبورًا ہارون الرشید نے بدظن ہوکر اسکو قتل کرادیا۔ بعض لوگ قتل جعفر کے لئے اِس خلیفہ کی کارروائی پر ایک بدنما دھبہ ظاہر کرتے ہین لیکن پولٹیکل رمزشناس غور کرسکتے ہین کہ جعفر قتل کیون کیا گیا۔ اگر یہ نہ کیا جاتا تو استحکام سلطنت کے لئے اور کونسی تدبیر تھی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ماموں الرشید نے بھی اپنے وزیر ذوالریاستین یعنی فضل بن سہل کو جس نے کہ ماموں کے خلیفہ ہونے اور بقاء سلطنت مین بڑی کوشش کی تھی قتل کرادیا تہا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وزرا قوت پاکر کبھی ایسے امور کرگذرتے تھے یا کرنیوالے ہوتے تھے کہ جس مین بادشاہ وقت کو اپنی سلطنت اور نیز اپنی جان عزیز کا اس قدر خوف ہوجاتا تہا کہ وہ سوائے اس کے کہ وزیر کو قتل کرادین اور کوئی چارہ اپنی سلطنت یا اپنی جان کے بچاؤ کا نہین دیکھتے تھے چنانچہ اس کی تصدیق خود خلیفہ ماموں الرشید کی پولٹیکل تقریر سے ہوتی ہے جو ذیل مین درج ہے۔

خلیفہ ماموں کی پولیٹیکل تقریر

"بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکانِ دولت کے ساتھ جو باتین کرگذرتا ہے عوام ہرگز اُس کا انصاف نہین کرسکتے وہ دیکھتے ہین کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریان کین ہین اُن کے بار

سے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہین ہوسکتی وہ بے تکلف رستے لگا لیتے ہین کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا
حسد یا تنگ دلی کی وجہ سے کیا لیکن انکو کیا معلوم ہی کہ اُس کے بعض افعال خود سلطنت کے خاندان
مین اَب بادشاہ دو مجبوریون مین گھرجاتا ہی نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کرسکتا ہی اور نہ اُس دزیر سے
درگذر کرسکتا ہی۔ مجبوراً نہ وہ کرگذرتا ہی جو ظاہر مین نہ کرنا چاہیئے وہ جانتا ہی عوام تو کیا خواص بھی اسکو
معذور نہ رکھین گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہین کرسکتی"
قتل سادات اور علویین کا اگرچہ اُسپر الزام ہے لیکن صاحب مصنف المامون و دیگر مورخین لکھتے
ہین کہ یہ تمام معاملات پولٹیکل تھے اور ایسی مجبوری تھی کہ جس سے کسی خلیفہ کو مفر نہین ہوسکتا تھا تاہم
ہارون الرشید نے سادات پر ایسا ظلم نہین کیا جیسا کہ خود سادات نے اپنی چندروزہ حکومت مین
عباسیون پر کیا تھا۔ شعر

شربت سلطنت و جاہ چنان شیرین ست — کہ شہان از پے آن خون برادر ریزند

ہارون الرشید نے اپنی سلطنت اپنے دو بیٹون پر منقسم کردی تھی مگر جس خوف سے تقسیم کی تھی وہی
پیش آیا یعنی اُسکی وفات کے بعد سلطنت کے لئے دونون بیٹون مین بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ لیکن چونکہ ہارون الرشید
کی زندگی مین اُن مین کوئی فساد نہین ہوا اس لئے یہان کچھ ریمارک کی ضرورت نہین ہی۔
گو مسٹر پامر نے تو سلطنت کی آمدنی یا فوج کی تعداد وغیرہ نہین لکھی مگر تاریخ مین یہ باتین بھی درج
ہونا ضروری ہین۔ اس لیے ہم نے بہ کمال تلاش و تجسس ضمیمجات مین یہ سب باتین تحریر کردی ہین اور
آخر ضمیمہ مین ایک فہرست تمام خلفائے راشدین و خلفائے بنی امیہ و خلفائے عباسیہ و خلفائے عثمانیہ
کی لکھی گئی ہے۔
ایہا الناظرین! آخر دیباچہ مین یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کو جس قدر عروج ہوا تھا یہ سب
علم و ہنر کی وجہ سے تھا دیکھو! یورپ والون نے مسلمانون کے علوم کے ذلّہ ربا ہوکر اُس مین
جو ترقی کی تو آج اوج اقبال اور عروج کے آسمان پر چڑھے ہوئے ہین اور تاریخ سے ثابت ہے
کہ جس قوم نے علم سے شوق اُٹھا لیا وہ حضیض ادبار مین پنہان ہوکر معدوم ہوجاتی ہے گو عہد سلطان

مسلمانوں سے زیر سایہ گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ علوم و فنون کی طرف بہت کچھ میل کیا مگر ابھی تک اس بات کی ضرورت اشد ہے کہ وہ تحصیلِ علوم فنون کی طرف اپنے اسلاف کی مانند زیادہ تر کوشش کریں کیونکہ دینی اور دنیوی ترقی او بہبودی کا باعث و ذریعہ یہی علم و ہنر ہے۔

یکم نومبر ۱۸۹۹ء
مطابق
۲۶ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ قدسی

خاکسار محمد مصباح الدین احمد مترجم "محاربہ فرانس و پرشیا" و مولف "الہارون"
خلف حافظ محمد یوسف صاحب مالک موضع بجینسوال تحصیل پانی پت ضلع کرنال۔ متوطن قلعہ رہتک
ضلع رہتک

تمہید

خلافت کی ابتدا اور اُس کا عروج

آنحضرت صلعم کی پیشینگوئی

محمد صاحب (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) نے بعد بعثت نبوت اپنی پیغمبرانہ وحی یا اپنی پولیٹکل (تدبر ملکی) تیزی عقل سے ایک روز قوم عرب کو مجتمع کرکے بطور پیشین گوئی[1] یہ بات ارشاد فرمائی کہ قدیم سلطنت فارس اب زوال پذیر ہے اور چند روز مین بالکل معدوم ہو جاویگی۔ اسی طرح سلطنت روم الکبریٰ جو شام اور عرب تک پہیلی ہوئی ہے اُسکے اختتام کا زمانہ بھی قریب آپہنچا ہی اب ان دونون سلطنتون کی شان و شوکت دولت و ثروت تمہارے ورثہ مین آویگی جیسا کہ وہ معبود برحق دبے ہمتا اپنی کتاب مقدس مین فرماتا ہی کہ ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ

زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسکو چاہے اُسکا وارث کردیتا ہی اور قرآن شریف کی ۶ سورت مین فرماتا ہے کہ ہم[2] نے روئے زمین پر بہت سی قومین آباد کین آسمان سے اُن کے لئے بارش برسائی اور زمین سے نہرین نکالین اور جب اُنھون نے گناہ کیے تو ہم نے اُنکو برباد کر ڈالا اور دوسری قومین پیدا کین" حضرت محمد نے فرمایا کہ اگر بعد تمہارے قابض ہونے کے تم سے بھی وہی خطائین ظہور مین آئین جو ان ہر دو سلطنت کے زوال کا باعث ہوئین تو تمکو بھی یہی روز دیکھنا ہوگا۔

ناظرین کو اس کتاب کے ذریعہ سے اسلامی سلطنت کی اعلیٰ شان و شوکت اور بادشاہان اسلام کا دبدبہ و عظمت اُس زمانے کی دکھانا مقصود ہی کہ جس زمانے مین اسلامی سلطنت کمال عروج پر تھی اس لئے ان شہنشاہون مین سے ایک سب سے زیادہ مشہور و معروف شہنشاہ یعنی خلیفہ ہارون الرشید کے

---

[1] جناب رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور عرصۂ قلیل مین عرب ان سب ملکون پر قابض ہوگئے ۱۲ مترجم عفی عنہ

[2] یہ آیت شریف سورہ انعام مین ہی۔ الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن مکنٰھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارا وجعلنا الانھار تجری من تحتھم فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشأنا من بعدھم قرنا آخرین

عہد جاہلیت اور دوران حکومت کے واقعات اس کتاب میں ظاہر کئے جاوینگے جن کے نام سے یورپ کے ذی علم اصحاب خوب واقف ہین لیکن اس سے پیشتر یہ بات ضروری ہے کہ جہانتک ممکن ہوسکے مختصراً اس بات سے بھی واقفیت حاصل کرلینا چاہئے کہ مسلمانون کی حکومت کی ابتدا کس طور سے ہوئی اور کس ذریعے سے اسکو عروج ہوا

عربونکے مختصر حالات بزمانۂ جاہلیت

قوم عرب حضرت محمد صاحب (صلعم) کے زمانے سے پیشتر سے ایک بہادر و مضبوط قوم تھی اُسکی عادت اور طرز معاشرت یکسان رہی کبھی نہین بدلی۔ اُن مین گھر کا بڑا بوڑھا پنے سب گھرانے کا سردار ہوا کرتا تھا۔ عرب ریگستان کی خالص اور قوت دینے والی آب وہوا مین رہنے کے باعث سے اور نیز اس وجہ سے کہ بڑے بڑے شہرون مین اکٹھے رہنے اور آبادی مین سکونت پذیر ہونیکی اُنکی عادت نہ تھی اور نیز دنیا کی نعمتون سے ناواقف تھے یا یہ کہ دنیا کی نعمتون سے صرف اونٹ۔ بھیڑ اور خیمہ اپنی قوت بسری اور آسایش کے لئے کافی سمجھتے تھے اس لئے عرب ہمیشہ آزاد اور سادہ مزاج اور طاقتور رہے۔ دوسری اقوام کی مانند جو قدرتی اشیا پر دلدادہ ہین۔

عرب کی شاعری

عرب بھی فن شاعری کے بڑے شایق تھے اور یہ کہنا مبالغہ نہین سمجھنا چاہئے کہ اُن مین شاعری کا فطرتی مادہ تھا۔ شعر وشاعری کے ذریعے سے عرب اپنے تمام خیالات کا اظہار اور واقعات ملک کا بیان کیا کرتے تھے۔ درحقیقت اُنکا علم وادب یہی تھا گو یہ ضبط تحریر مین نہین آتا تھا لیکن عوام کو اُس کے سننے سے اسقدر فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ دوسری وحشی اور جاہل اقوام کی طرح عربون سے اکثر جاہلانہ خطائین اور وحشیانہ باتین سرزد نہین ہوتی تھین۔ عربون کا مقولہ ہے کہ ہماری کتابین تو ہمارے شاعرون کی شعرین اور نظمین ہین۔ اُن کا یہ قول درست تھا اسلئے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد جبکہ اُن کے شاعرون کے بہت سے نظم اور کلام ضبط تحریر مین لائے گئے تو اُن سے اُنکے ملک کی تواریخ اور رسم ورواج۔ اطوار۔ عادات کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے عربون کی شعرین

اُن کے طرزِ معاشرت کے مضامین سے پُر ہوتی تھیں اور جس بحر میں وہ شعر کہتے تھے یا جن قافیہ کو وہ باندھتے تھے وہ سب ریگستانی سے کے موافق ہوتے تھے یا یون سمجھنا چاہئے کہ سنسان ریگستان کے ویرانے مین سفر کرتے ہوئے عرب اپنے خیالات زور زور سے کہتے چلتے تھے اور جبکہ یہ خیالات بصورت الفاظ زبان پر آجاتے تھے تو انکو اپنے اونٹ کے قدم اُٹھانے یا رکھنے کے وقت یا خود اپنے قدمون کے اُٹھانے اور رکھنے کے درمیانی وقفہ کے لحاظ سے بحر مین بنا کر اپنے شعرون کو موزون کر لیتے تھے۔

عرب آزادی کے شائق ہین

عرب آزادی کے اس قدر شایق ہین کہ وہ کسی گورنمنٹ یا حکومت کے قوانین یا قواعد کی پابندی نہین کرتے اور بعض اوقات باہمی طرز معاشرت کے قاعدہ کا بھی لحاظ نہین کرتے۔ خصوصًا بدوی فرقہ تو سوائے اپنے دل کی تابعداری کے اور کسی حکومت کی اطاعت نہین کرتا۔ اگر کوئی قوم کسی شیخ یا بزرگ کو اپنا سرگروہ مقرر کرتی ہے تو اُسکی اطاعت مثل رئیس یا حکمران کے نہین کرتے۔ شیخ کو قوم صرف یہ اختیار عطا کرتی ہے کہ وہ اُن کا قائم مقام ہو کر۔ بشرطیکہ کوئی موقعہ پیش آجاوے دوسری قوم سے تجارت وغیرہ کے متعلق یا دیگر اُمور مین گفتگو کرے یا یہ کہ جہان کہین قافلہ قیام کرے تو شیخ کا خیمہ اچھی جگہ پر قائم کیا جاوے۔ اور اگر کوئی مہمان آوے تو شیخ اُس کی ضیافت اپنے ہی صرف سے کرے۔

عکاظ

جبکہ محمد صاحب پیدا ہوئے تو اُس زمانے مین ملک عرب کا یہ حال تھا کہ ہر قوم کا قبیلہ قبیلہ علٰحدہ علٰحدہ ہو رہا تھا۔ لوٹ مار کا بہت شوق تھا جس کی وجہ سے قومون مین ہمیشہ خانہ جنگیان اور مستقل طور سے لڑائیان رہا کرتی تہین۔ بت پرستی کا تمام ملک مین رواج عام ہو گیا تھا۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ بت تھا اور علٰحدہ علٰحدہ صفتین اُس سے منسوب کی جاتی تہین۔ رفتہ رفتہ تجارت کی ضروریات اور باہمی خرید و فروخت کی احتیاج کی وجہ سے اب اس بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ تمام قومین ایک جگہ جمع ہوا کرین اور سب قومون مین آپس مین یہ قرار پا گیا کہ شہر مکہ (شریف) کے علاقہ مین چونکہ اس شہر مین نہایت مقدس ترین زیارت گاہ کل اقوام عرب کی واقع ہے ایک مشترک مجمع تمام قومونکا

[illegible] ایک میلہ مقام عکاظ میں سال بھر میں ایک بار بھرنے لگا جس میں کل قومیں آکر شریک ہوتی تھیں اور نیز ایسے مقام میں شعرا فصحا اور بلغاء عرب آپس میں جلسہ کرکے شعروشاعری و طبع آزمائیوں پر بحثیں کیا کرتے اور داد سخن دیا کرتے تھے۔ عربوں کے یہ علمی مباحثے زمانۂ قدیم کے یونانیوں کے اولمپک کھیلوں کی مانند متفرق قوموں کے درمیان قومی اتفاق و اتحاد اور خیال یگانگت کو ہر سال تازہ اور مضبوط کر دیا کرتے تھے۔

عربوں کی سوشل حالت پر عکاظ کا اثر

اِس قسم کے جلسوں کے انعقاد سے دو نتیجے پیدا ہوئے جنکی وجہ سے بھی محمد (صلعم) صاحب کو اشاعت اسلام اور ترویج مذہب میں کامیابی ہوئی۔ اول تو یہ کہ قوم قریش جس سے محمدؐ صاحب علاقہ رکھتے ہیں کعبۂ شریف کے ہر چہار جانب اردگرد آباد تھی اور کعبہ تمام عربوں کی مقدس قومی عبادتگاہ ہمیشہ سے ہی جس کا کچھ تذکرہ اوپر کے فقرے میں کر دیا گیا ہی۔ اس لئے قوم قریش اس عمارت اقدس کی قدرتی طور

*؎ مسٹر پامر نے عکاد لکھا ہے مگر صحیح لفظ عکاظ ہی۔ عرب میں زمانہ جاہلیت میں یہ ایک بازار سالانہ لگا کرتا تھا۔ گو مسٹر پامر نے ایک ہی بازار عکاظ کا حال لکھا ہے لیکن عرب میں اس قسم کے سالانہ چار میلے یا بازار لگا کرتے تھے۔ بقول پامر صاحب عکاظ کوئی مقام یا قصبہ نہیں ہی صرف بازار کا نام ہی یہ بازار اُس صحرا میں بھرتا تھا جو درمیان شہر نخلہ اور طائف کے شہر قرن کی طرف واقع ہی اور طائف سے دس کوس کے فاصلہ پر تھا علاوہ اس کے تین بازار زمانہ جاہلیت میں لگا کرتے تھے۔ ذوالمجاز مجنہ حباشہ۔ یہ سب بازار ایام مقرر پر سال بھر میں ایک بار لگا کرتے تھے ان میں سے دو کا ذکر بخاری شریف کی اس حدیث میں بھی ہی قال ابن عباس رض کان ذوالمجاز و عکاظ متجر الناس فی الجاہلیۃ فلما جاء الاسلام کانہم کرہوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج (ترجمہ) فرمایا ابن عباس رض نے کہ تھا ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہ جاہلیت میں۔ پھر جب اسلام آیا صحابۂ کرام نے مکروہ جانا اسکو یعنی اُس میں سوداسلف کرنیکو یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت شریفہ کہ نہیں تم پر گناہ یہ کہ ڈھونڈو اپنے ربکے فضل کو ایام حج میں انتہی۔ عکاظ کا بھرنا غرہ ماہ ذیقعدہ سے شروع ہوتا تھا اور بیس روز تک رہتا تھا اسمیں قبائل عرب کے نزدیک و دور کے مجتمع ہوتے اور خرید فروخت اور جلسہ کرکے اشعار فخریہ اپنی قوم کے فضائل میں پڑھتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائیاں بیان کرکے ایک دوسرے پر تفاخر ظاہر کرتے یہانتک کہ ایسی جہالت کی باتوں پر کٹ مرتے تھے اور ان لڑائیوں کو فجار کہتے ہیں۔ اور ایسی چار لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ ادیم عکاظی بھی اسی میلہ کی وجہ سے مشہور ہوئی۔ ۱۲ مصباح۔

*؎ یونان میں زمانۂ قدیم کوہ المپیا کے دامن میں ایک میلہ ہر پانچویں سال بھرا کرتا تھا تمام شہروں سے یونانی اُس میں آکر شریک ہوا کرتے تھے اُس میں ہر قسم کے کھیل اور کود مثلاً دوڑنا۔ گاڑیاں دوڑانا۔ بھاری وزن کے لوہے کا حلقہ ایک ہاتھ سے دور اٹھا کر پھینکنا اور کشتی وغیرہ وغیرہ کھیل ہوا کرتے تھے۔ فصیح اشخاص اپنی تقریریں سنایا کرتے تھے۔ صرف پانچ دن تک یہ میلہ رہا کرتا تھا۔ یونانیوں نے اپنا سنہ و تاریخ بھی اسی میلہ کے شمار پر مقرر کر لیا تھا۔ مثلاً کسی واقعے کو یوں تحریر کرتے کہ یہ واقعہ فلانے اولمپک کے پہلے یا دوسرے یا تیسرے سال میں واقع ہوا۔ یہ میلہ ۷۰۰ برس قبل حضرت عیسیٰ اور [illegible] ۱۵۰۰ برس قبل مسیح منعقد ہوا ۳۹۴ برس قبل مسیح یہ میلہ بھرنا موقوف ہوگیا۔ ۱۲ مصباح احمد مترجم

نے محافظ اور متولی مقرر تھی اور اسی متولیت کی وجہ سے زمانۂ قدیم سے قوم قریش کو کل دیگر اقوام عرب پر عظمت اور بزرگی حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ تمام اقوام عرب قوم قریش کے علاقہ مین مجتمع ہوکر فصاحت اور بلاغت اور شعر و شاعری مین اپنے اپنے ہنر اور ہوشیاری کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس لیے قوم قریش کی زبان اصلی زبان عربی ٹھیری کہ جس کے محاورے کے شعرون اور نظمون وغیرہ مین سند دیجانے لگی۔ اور عرب کے دیگر اقوام کے جو محاورات تھے وہ بھی قوم قریش ہی کے محاورے سمجھے جانے لگے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مقامی تعلقات اور قومی حالات اور معاشرتی معاملات ایسی آپڑے تھے کہ قوم قریش سے اگر کسی بڑے کام یا اظہار رائے وغیرہ کی تحریک ہوتی تو یہ سب امور اسکی کامیابی کے مؤید موجود تھے۔

زمانۂ جاہلیت مین عرب کے اطوار وحشیانہ تھے

یہانتک تو عربون کے حالات کی تصویر بڑی خوبصورت و روشن ہے لیکن اس تصویر مین ایک تاریک پہلو بھی ہے۔ اخلاق کی شائستگی اور تہذیب کی روشنی اُن مین ہنوز نہین پہیلی تھی۔ اور گو اُنکی حالت دیگر غیر مہذب اور وحشی اقوام سے بدرجہا بہتر تھی تاہم اُن مین اصنام پرستی اس قسم کی تھی کہ سیکڑون بتون کو اپنا معبود اور خالق بنا رکہا تہا علاوہ ازین شراب خواری۔ اور قمار بازی تیرون کے ذریعہ سے فال اور شگون لینا۔ کثرت ازدواج قتل انسان اور دیگر بہت سی خراب عادتین اُنمین بہت مروج تہین

وأد البنات دفن دختران زندہ

منجملہ عربون کے وحشیانہ رسم و رواج کے غالبًا سب سے بدتر یہ دستور تہا کہ وہ اپنی دخترون کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ زمانۂ حال مین بھی بدوی فرقے کے عرب دخترون کے پیدا ہونیکو بجائے برکت کے اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے ہین اور اپنی اولاد کے شمار مین اپنی دختر کو ہرگز نہین گنتے۔ حضرت محمدؐ صاحب کے زمانے سے پیشتر دخترون کو زندہ دفن کرنیکی رسم بہت ہی مروج تھی اور اس دستور کو عرب وَأْدُ الْبَنَات کہا کرتے تھے۔ ابتک بھی بعض قومون مین دختریں نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہین۔ عربون کی ایک ضرب المثل تھی کہ بہترین داماد قبر ہے اور باپ ہی اپنی دختر کو اپنے ہاتھ سے اکثر قتل کیا کرتا تہا۔

ایک عرب سردار مسمے عثمان کی رقت

عثمان ایک عرب سردار کا ذکر ہے کہ سوائے ایک موقعہ کے اُسکی آنکھون سے کبھی آنسو نہین نکلے

۱۱۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنی چھوٹی سی دختر کو زندہ دفن کر رہا تھا دفن کے وقت کچھ غبار مٹی اُس کی ڈاڑھی پر لگ گئی۔ صغیر سن دختر نے جوش محبت پدری کی وجہ سے اپنے باپ کی ڈاڑھی پر سے مٹی اپنے ہاتھ سے ہٹا دی۔ اس خورد سال بچے کا جوش محبت دیکھکر یہ سنگدل باپ اُسوقت بہت رویا اور اُسکو بڑی رقت ہوئی۔

آنحضرت کا عربون سے وحشیانہ رسوں کا ترک کرانا

محمد صاحب نے اس وحشیانہ رسم اور مذموم رواج سے ترک کر دینے کے لئے بڑے فصاحت و بلاغت آمیز حکم میں اپنے غصہ کا اظہار فرمایا اور قوم عرب کو وہ تمام عذاب بتلائے جو حشر کے دن نازل ہون گے اور فرمایا کہ اُس دن کیا جواب دوگے جبکہ دختروں کی بابت جنکو زندہ دفن کردیتے ہو اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا اور استفسار ہوگا کہ کس جُرم کی سزا مین تم نے اُن کو مار ڈالا تھا[۵] بالآخر حضرت محمد صاحب کی ہدایت اور نصیحت سے عربون نے یہ مذموم رسم ترک کردی۔

حجر اسود اور کعبے کے ۳۵۰ بتون کا ذکر

بُت پرستی کا یہ حال تھا کہ خاص کعبہ مین جو عربون کی مقدس ترین جگہ ہے تین سو پچاس بت رکھے ہوئے تھے اور منجملہ ان کے وہ مشہور پتھر حجر اسود بھی تھا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔ حجر اسود اصل مین سفید تھا لیکن مشہور ہے کہ گناہگار زائرین کی بوسہ دہی سے اب حجر اسود سیاہ ہوگیا ہے۔

کعبہ کی تولیت

کعبہ کی متولیت اور قوم قریش کی سرداری جس زمانے مین کہ ایک سردار قریش عبد مناف کو متعلق تھی اُس زمانے مین اہل حبش نے ملک عرب پر حملہ کیا عبد مناف کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام عبد شمس اور چھوٹے کا ہاشم تھا۔ قدیم زمانے سے جو یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ جب متولی کعبہ اور سردار قوم قریش مرجاتا تو اُسکا بڑا بیٹا اُس کا جانشین ہوا کرتا تھا عبد مناف کے مرنیکے بعد قدیمی دستور اور معمولی طور سے متولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش اُس کے پسر کلاں عبد شمس کو پہنچتی لیکن عبد مناف نے اپنے پسر کلان کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے ہاشم کو اپنا جانشین مقرر کردیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب فوج حبش نے ملک قریش پر حملہ کیا تو اُن کے دفعیہ کے لئے عبد مناف نے اپنے پسر ثانی

---

[۵] واذا المؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ ۱۲ مصباح مترجم

ہاشم کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے روانہ کیا ہاشم نے فوج حبش کو شکست دیکر اُسکو پسپا کیا اور مظفر و منصور ہو کے عبد مناف کی خدمت مین حاضر ہوا عبد مناف نے اِس فتح اور بہادری کے صلہ مین ہاشم کو متولیت کعبہ اور سرداری قوم قریش کی عطا کی اور عبد شمس اپنے پسر کلان کا حق نظر انداز کر دیا اسی وجہ سے ہاشم اور عبد شمس کے خاندان مین بڑی دشمنی پڑ گئی۔ عبد شمس کا بیٹا امیہ تھا اُسکی اولاد نے دمشق مین حکومت کی اور خلفا ر اُمیہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور ہاشم کے پسر یعنی عبد المطلب کے تین٭ بیٹے ہوئے اول عبد اللہ جو پیغمبر صاحب کے والد ہین۔ دوسرے عباس جو خلفائے عباسیہ بغداد کے مورث ہین۔ تیسرے ابو طالب پدر علی اور علی کی شادی پیغمبر صاحب کی دختر فاطمہ رض سے ہوئی تھی۔ اُن کی اولاد نے مصر اور افریقہ مین حکومت کی اور خلفائے علوی اور فاطمی مشہور ہوئے۔

ناظرین کی آگاہی کے لئے خلفائے امیہ و خلفائے عباسیہ اور خلفائے علوی او رفاطمی کا علحدہ علحدہ شجرۂ نسب تیار کیا جاتا ہے۔

٭ بکتاب درج الدرر مرقوم ہے کہ عبد المطلب کے تین زوجہ تہین اُن سے بارہ بیٹے اور چھ بیٹیان عبد المطلب کے ہوئین بیٹون کے نام یہ ہین۔ عبد اللہ۔ ابو طالب۔ زبیر۔ عبد الکعبہ۔ حمزہ سید الشہدا۔ مقوم۔ حجل (عرف عبد وس) عباس ضرار۔ قثم۔ حارث۔ ابو لہب اور دخترون کے نام یہ ہین بیضا۔ امیمہ۔ برہ۔ عاتکہ۔ صفیہ۔ اروی کذافی المواہب۔ مسٹر امیر نے بارہ بیٹون کے بجائے تین ہی لکھے ہین۔ یہ غلط ہے ۱۲ مصباح۔ مترجم

شجرہ نسب خاندان بنی امیہ
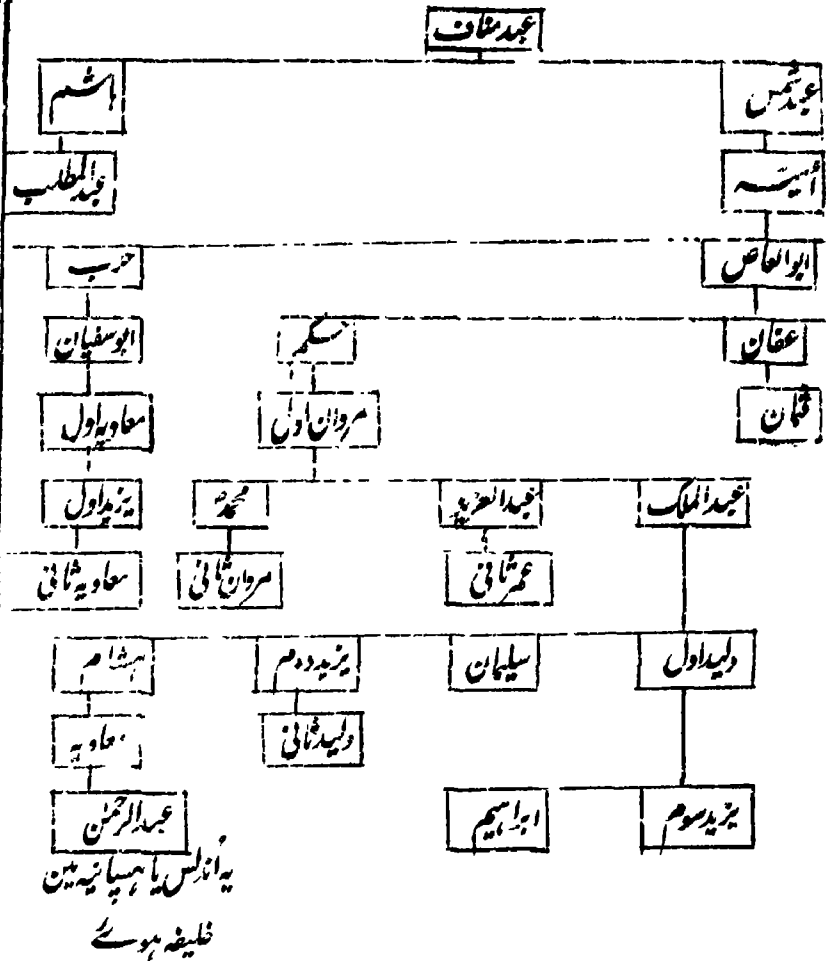
شجرہ نسب خاندان عباسیہ
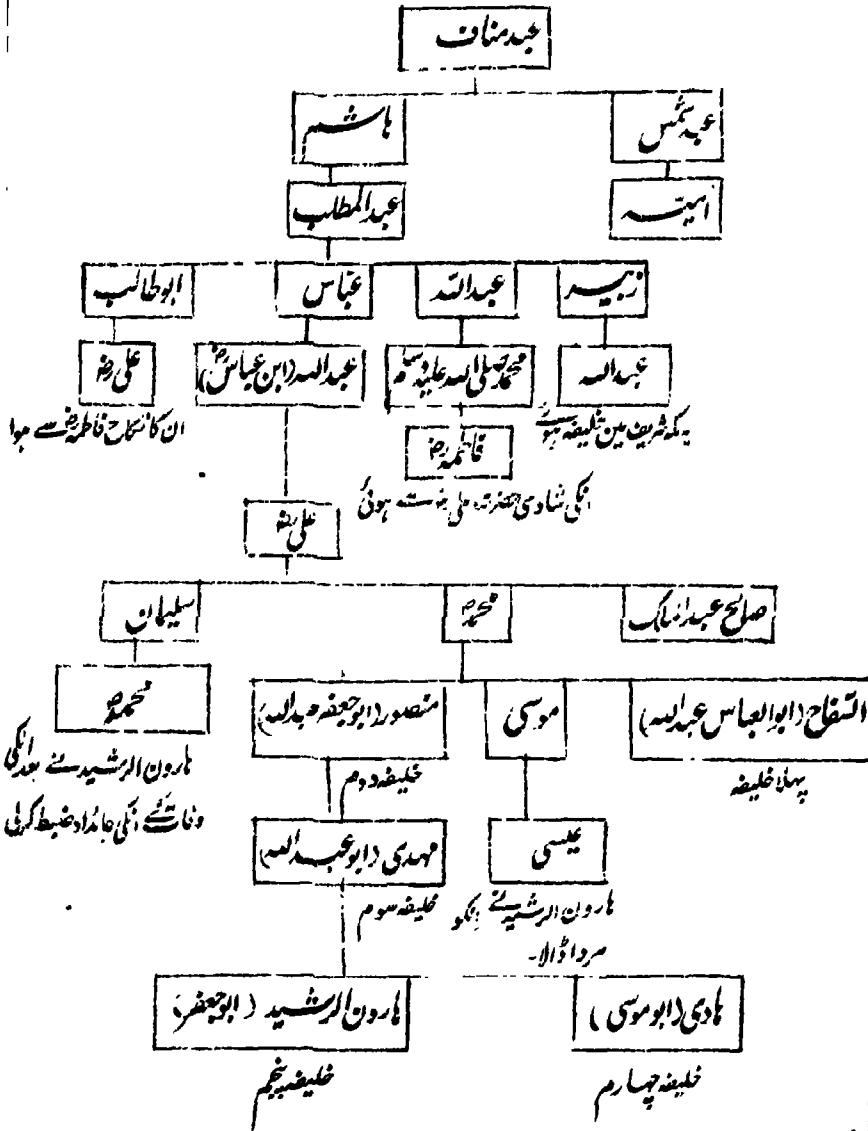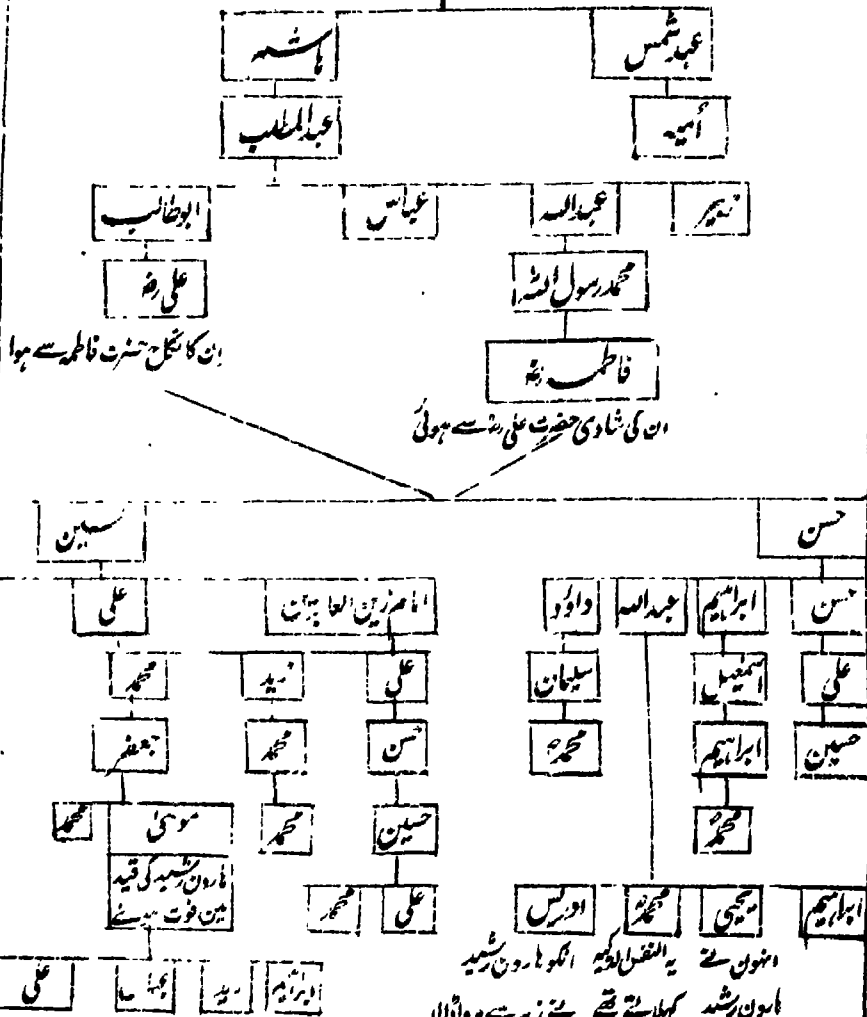
شجرۂ نسب خاندان علوی و فاطمی

حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر عرب کی کل قومین اپنی سابقہ حالت اختیار کر لیتین یعنی وہان طوائف الملوکی ہوجاتی۔ اگر وہان عمر رضہ جیسا ایک بہادر شجاع بیجری مضبوط۔ اور مستقل حامی مذہب اسلام کا نہوتا۔ عمر رضہ پیغمبر صاحب کے خسر بھی تھے۔ اُن کی بہادری اور صولت اور دبدبہ سے سب قومین متفق و متحد رہین اور مذہب اسلام مین کسی قسم کا فتور نہین آنے پایا۔

حضرت محمد صاحب (صلعم) کی وفات پر چار شخص خلافت کے دعویدار تھے[1] اول تو علی رضہ جو پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی اور داماد بھی تھے۔ پیغمبر صاحب کی چھوٹی دختر فاطمہ رضہ سے اُن کا نکاح ہوا تھا۔ دوسرے ابوبکر رضہ جو حضرت محمد صاحب (صلعم) کے خسر تھے اور بی بی عائشہ کے باپ تھے۔ تیسرے حضرت عمر رضہ جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے یہ بھی پیغمبر صاحب کے خسر تھے اور حفصہ رضہ کے باپ تھے۔ چوتھے عثمان رضہ جو بنی امیہ مین سے تھے یہ بھی محمد صاحب (صلعم) کے داماد تھے۔ بعد اسلام لانے کے حضرت محمد صاحب کی دو دخترون سے یکے بعد دیگرے اُن کا نکاح ہوا تھا۔ حضرت محمد صاحب کی جانشینی کے جائز[2] وارث اور مستحق درحقیقت حضرت محمد صاحب علی رضہ تھے۔ لیکن حضرت عائشہ رضہ کی نسبت جو بہتان[3] اور تہمت لوگون نے لگائی تھی اُس مین حضرت علی رضہ نے جو محمد صاحب

[1] مسٹر پامر کا بیان غلط ہے کہ چار شخص دعویدار خلافت تھے۔ اِن مین سے ایک نے بھی خلافت کا دعویٰ نہین کیا آنحضرت کی وفات کے بعد جمہور مسلمانون کی رائے سے خلیفہ اول جس طرح منتخب ہوئے وہ حال خلیفہ اول کے حال کے نوٹ مین مفصل مذکور ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

[2] مسٹر پامر کی یہ رائے ٹھیک نہین ہے کہ رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز وارث حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے نہ کوئی وارث ہی نہ وارث۔ اور منشا اِس حدیث کا نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا صدقۃ صاف یہی ہدایت کرتا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث پر عمل فرماکر حضرت صدیق اکبر رضہ نے حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہین دلایا۔ حالانکہ آپنے حضرت صدیق اکبر رضہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہوکر اس باغ کا دعویٰ کیا تھا اِس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حقیقی تھی اور شائبہ دنیاوی ورثہ ترکہ کی لاگ لپیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل پاک اور صاف تھے۔ ۱۲ مصباح مترجم

[3] عرب مین یہ بہتان بنام حدیث افک مشہور ہے۔ یہ واقعہ افک سال پنجم ہجری مین غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جب ارادہ سفر کا کرتے اپنی ازواج مطہرات کے نام کا قرعہ ڈال دیا کرتے جس کا نام نکلتا اُسکو سفر مین ساتھ لیجاتے۔ پس آنحضرت اس سفر مین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو اپنے ساتھ لیگئے اور چونکہ یہ غزوہ بعد نزول آیت حجاب کے تھا اِس لیے حضرت عائشہ رضہ

کو صلاح دی تھی وہ صلاح عائشہ کے موافق نہ تھی بدینوجہ عائشہ رضہ اُن سے سخت ناراض تھین۔

بقیہ صفحہ گزشتہ کے لئے ایک پردہ دار ہودہ سا بنایا گیا۔ عائشہ رضہ اُس مین سوار ہوا کرتی تھین۔ جب آنحضرت صلعم بعد فتح اس غزوہ سے واپس لوٹے اور قریب مدینے کے پُہنچے ایک رات حسب معمول کوچ کے لئے آواز دیگئی سب اُٹھے اور روانگی کے لئے تیاری کرنے لگے حضرت عائشہ رضہ اُٹھکر استنجے کو تنہا گئین جب وہان سے فارغ ہوکر آئین تو اپنے گلے مین اپنا ہار نپایا اور وہ ہار ظفار کے دانون کا تہا۔ ظفار ایک قسم کا سیاہ و سپید عقیق کا پتھر مثل سنگ سلیمانی کے ہوتا ہے فارسی مین اُسکو یا غوری کہتے ہین عائشہ پھر لوٹ کر اُسکو ڈہونڈنے جہان استنجے کو گئین تھین وہین گئین اس سے اُن کو کچھ دیر لگی جب ہار ملگیا تو واپس آئین لشکر کوچ کر گیا تہا اور جو لوگ ہودج کو اُٹھایا کرتے تھے اُنہون نے ہودج کو اُٹھاکر اونٹ پر لادلیا اس گمان سے کہ عائشہ رضہ اُس مین ہونگی۔ حضرت عائشہ کم خوراک اور نہایت دبلی تھین اس سبب سے کجاوہ رکھنے والون کو اُن کے ہونے یا نہونے کی خبر کچھ نہین ہوئی۔ حضرت عائشہ نے جب لشکر مین کسیکو نپایا خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجکو نہ پاوینگے تو تلاش کے لئے آدمیون کو ضرور بھیجین گے اس لئے یہ اپنے مقام پر جاکر سو رہین ایک صحابی صفوان بن معطل سلمی ذکوانی تھے وہ لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے آنحضرت صلعم نے اُن کے ذمہ یہ خدمت سپرد کر رکھی تھی کہ اگر کسی کا کچھ اسباب رہجایا کرے یا گر پڑا کرے تو وہ اُسکو اُٹھا کر اُسکے مالک کو پہنچادیتے تھے جس جگہ حضرت عائشہ تھین اُس جگہ یہ صبح ہوتے پُہنچے اور اُنکو دیکھکر پہچان لیا کیونکہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے اُنہون نے حضرت عائشہ کو دیکھا تہا۔ صفوان نے اُنکو مردہ جانکر اِنا للہ وانا الیہ راجعون پڑہا۔ عائشہ رضہ اس آیت استرجاع کے پڑہنے سے جاگ گئین اور اپنا مُنہ چھپالیا اور اُن سے کچھ کلام نہین کیا۔ اُنہون نے اونٹ سے اُترکر اُسکو بٹھایا اور حضرت عائشہ اسپر سوار ہوگئین اور صفوان پیدل مہار پکڑ کر چلے اور قریب دوپہر کے آنحضرت صلعم کے لشکر مین پہنچگئے۔ مروی ہے کہ جب گذر اُنکا منافقین کی فرودگاہ پر ہوا کہ عبداللہ بن اُبی منافق اور اُسکے تابعین وہان اُترے ہوئے تھے اُنہون نے اپنی زبان افک مین حضرت عائشہ پر دراز کی اور عجیب یہ ہے کہ چند مومن بھی اُسمین شریک ہوگئے تھے ازانجملہ حسان بن ثابت شاعر اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش ام المومنین زینبؓ کی بہن وغیرہ تھے چنانچہ فرمایا اللہ تعالی نے وجاءو بالافک عصبۃ منکم یعنی کیا بہتان ایک جماعت نے تم مین سے۔ عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت مدینے مین پہنچے لوگون مین اس بات کا چرچا تہا اور مین بیمار تھی مجھکو خبر نہ تھی کہ مجھپر طوفان بندھا ہے مگر مزاج مبارک حضرت صلعم کو اس بیماری مین اپنے سے متغیر پاتی تھی اور حیران تھی کہ کیا سبب ہے جو لطف وعنایات آنحضرت مجھپر اور بیماریون مین کرتے تھے وہ اب کچھ بھی نہین فرماتے مگر جب گھر مین تشریف لاتے گھر والون پر سلام کرتے اور فرماتے کیسی ہے وہ بیمار تمہاری۔ صرف یہی پوچھکر تشریف لیجاتے اور میرے پاس نہ آتے نہ آکر بیٹھتے۔ مین بہت حیران تھی اور مجکو خبر نہ تھی کہ اسقدر کیون بے التفاتی فرماتے ہین۔ جب مجکو بیماری سے ذرا افاقہ ہوا تو مین ایک رات قضائے حاجت کیلئے ام مسطح کے ساتھ ایک میدان مین گئی اسلئے کہ اُسوقت تک پاخانے گھرون مین نہ بنے تھے اور قضائے حاجت کے لئے ہم رات کو

(بقیہ صفحہ آئندہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ کا خلیفہ منتخب ہونا

اِس لیئے علی (رضی اللہ عنہ) کی جانشینی روکنے کے لیے (حضرت) عائشہ نے اپنے تمام اقتدار اور زور استعمال کئے اور بنی امیہ نے بھی عائشہ کی حمایت کر کے علی رض کے انتخاب خلافت سے سخت

(بقیہ صفحہ گزشتہ) جنگل میں جایا کرتے تھے پھر وہاں سے پلٹتے وقت اُم مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا وہ گر پڑی اور کہا تعس مسطح یعنی ہلاک ہو مسطح میں نے کہا بری بات ہے تو گالی دیتی ہے اُسکو جو شریک ہوا تھا جنگ بدر میں۔ تب اُسنے کہا کہ ای عائشہ نادان نہیں سنا تو نے کہ مسطح نے کیا کہا ہے؟ مین نے پوچھا کہ اُس نے کیا کہا ہے تب اُسنے خبر دی مجھے قول اہل افک سے یہ بات سُنکر میری بیماری اور زیادہ ہوگئی اور تمیت اور غیرت کی وجہ سے چکر آیا۔ اور میں بیہوش ہوگئی۔ جب ہوش آیا تب اُٹھکر گھر آئی۔ حضرت صلعم کی خاطر مبارک میں اِس بات سے بہت ہی خلجان تہا اکثر اوقات ملول خاطر گھر میں بیٹھے رہا کرتے تھے اور وحی بھی اِس عرصہ میں نہ آئی تھی تب آپنے مشورہ کے لیئے علی رض ابن ابی طالب اور اُسامہ بن زید رض کو بلایا۔ اُسامہ نے تو میری پاکی کی تصدیق کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپکے اہل سے سوائے خیر و خوبی کے میں کچھ نہیں جانتا اور حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ تنگ نہیں کیا ہے اللہ تعالی نے تو آپکو سوائے عائشہ کے اور بہت عورتیں ہیں اور دریافت کیجیے حال اُن کا بریرہ سے کہ وہ اُنکی لونڈی ہے شب و روز اُنکی خدمت میں رہتی ہے وہ آپسے جو کچھ بات ہوگی سچ سچ عرض کردیگی۔ بریرہ نے میری عصمت اور پاکدامنی کی شہادت دی اور اکثر یہ ہوتا تہا کہ جب آنحضرت صلعم امورات خانگی میں کچھ مشورہ کرتے تو حضرت علی اور اسامہ بن زید سے ضرور مشورہ کرتے اور بعد ازان ایک دن آنحضرت صلعم نے عمر رض اور عثمان رض اور علی رض تینوں سے پوچھا کہ تمہاری اس بات میں کیا رائے ہے۔ سبنے باتفاق یہی کہا کہ یہ بالکل بہتان اور طوفان ہے اور بالیقین یہ افترا منافقوں بیدینوں کا ہے جبکہ خداوند تعالی آپکے بدن کا نگہبان اور محافظ ہے تو ایسے فعل ناشائستہ سے آپکی زوجہ محترمہ کی کیونکر محافظت نکریگا۔ جب آپنے یہ باتیں سنیں مسجد میں تشریف لیگئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو میری مدد کرے اور انتقام لے اُس شخص سے کہ اُس سے مجھکو میری اہل کے حق میں ایذا پہنچی۔ مراد اُس سے عبداللہ بن ابی منافق سے تھی۔ اور فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نے اپنی اہل سے سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ کئی سردار قبیلوں کے اُٹھے اور اقرار کیا کہ ہم اُس شخص کی گردن مارینگے مگر آپنے اُس سے درگذر فرمایا اور مسجد سے اُٹھکر آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لیگئے ابھی آنحضرت اُس مجلس سے نہ اُٹھے تھے اور سب اہل مجلس اُسی طرح حاضر تھے کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور آثار وحی کے ظاہر ہوئے باوجودیکہ سردی کے دن تھے چہرۂ مبارک سے بسبب وحی کے پسینا ٹپکتا تھا۔ جب فراغت پائی نزول وحی سے آنحضرت نے تبسم کیا اول کلمہ کہ آپنے فرمایا تھا یہ تھا کہ اے عائشہ بشارت ہو تجھکو کہ اللہ تعالی نے بری کیا اور تیری شان میں قرآن بھیجا اور اس تہمت سے پاک کیا۔ جو آیتیں حضرت عائشہ کے حق میں اُتریں وہ دس آیتیں سورۂ نور کی ہیں اور وہ آیتیں یہ ہیں۔ ان الذین جاؤا بالافک عصبۃٌ منکم الخ جب پاکدامنی حضرت عائشہ صدیقہ کی نازل ہو چکی آپنے تہمت لگانیوالوں کو بلا کر حد قذف جاری کی یعنی ہر ایک کو اسی اسی درّے مارے وہ چار آدمی تھے جن کے نام اوپر آ چکے۔

واضح ہو کہ حضرت علیؑ کا اول بار عائشہ کے مقدمہ میں مسامحہ کرنا اور کہنا کہ تنگ نہیں کیا ہے اللہ تعالی نے کام کو تمپر اور عورتیں سوا اِن کے بہت ہیں۔ اسلئے تھا کہ جب دیکھا اُنھوں نے کہ آنحضرت صلعم حرج اور حیرت اور تنگدلی میں ہیں تو واسطے دفع کرنے غم و اندوہ

خلافت کی لیکن ابوبکر رض کے فوراً خلیفہ مقرر ہو جانے سے یہ سب فساد اور تنازعہ جو دربارہ خلافت محمد صاحب کے تھا رفع دفع ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کے یہ بات کہی اور ایسی باتیں محبون اور خیرخواہون اور برادرون مین بہت ہوا کرتی ہین اور ظاہر ہی کہ جو باتفاق علی کو ساتھ حضرت صلعم کے تھی وہ عائشہ رض کے ساتھ نہ تھی۔ مسٹر یامر کی یہ راے بالکل درست نہین ہی کہ عائشہ رض کو علی رض سے سخت ناراضگی تھی اسی وجہ سے علی رض کو بعد آنحضرت کے خلافت نہین ہوئی واضح ہو کہ صرف یہ معاملہ تھا جو کہ بیان کیا گیا اور عائشہ رض حضرت علی سے بالکل رنجیدہ نہ تھین اور خلافت کے معاملہ مین تو انکا بالکل ہی تعلق نہین تھا یہ مسٹر یامر کی خود رائی ہے۔ خلافت جسطرح سے خلفائے راشدین کو پہنچی وہ آیندہ نوٹون سے ناظرین کو معلوم ہوگی۔ م مصباح احمد۔ مترجم

ملہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اہل بیت و اصحاب پر قیامت کا رنج و ملال ہوا۔ ہنوز تدفین کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ اتنے مین خبر پہنچی کہ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہو کر یہ تجویز کی ہے کہ سعد بن عبادہ کو امیر کرلین۔ یہ خبر سنکر حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سقیفہ بنی ساعدہ کو حضرت علی اور حضرت عباس سے جا ملے۔ بنی ساعدہ انصار مین ایک قبیلہ ہے اُس قبیلہ مین ایک مکان بطور چوپال کے تھا وہی سقیفہ بنی ساعدہ کہلاتا تھا۔ وہان ہنگامہ برپا تھا۔ سعد بن عبادہ نام ایک انصار ایک اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے اپنی خلافت کے جانے کا خطبہ پڑھ رہے تھے۔ انصار نے ابھی اُن پر اتفاق نہین کیا تھا کہ یہ تینون صاحب وہان جا پہنچے اور تقریر سعد کی قطع ہوگئی۔ حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے ایک تقریر اپنے دل مین بنا رکھی تھی مین نے چاہا کہ مین تقریر کرون حضرت صدیق نے روکا اور خود تقریر کی جو باتین مین نے سوچی تھین وہ سب بہت خوبی سے ادا کین انصار کے فضائل و مناقب بیان کئے اور اُن کے حقوق کو بھی تسلیم کیا۔ اُنھون نے امارت کے بارہ مین دعوی کیا۔ وہ بھی امارت چاہتے تھے۔ پھر انھون نے کہا کہ ایک امیر ہم مین رہے اور ایک تم مین یعنی مہاجرین مین۔ پھر ابوبکر صدیق نے کہا کہ اے گروہ انصار کیا تمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ الائمۃ من القریش یعنی بادشاہ قریش مین سے ہونگے گفتگو بہت ہوئی۔ آخر اسی پر فیصلہ ہوا کہ قریش مین سے خلیفہ ہو۔ انصار خاموش ہو رہے۔ تب ابوبکر صدیق نے کہا عمر بن خطاب خواہ ابوعبیدہ سے بیعت کرو۔ عمر رض فرماتے ہین کہ کل تقریر مین یہی ایک بات مجھے ناپسند ہوئی کہ بسبب اس کلام کے اگر میری گردن ماری جاتی تو قبول تھا بہ نسبت اسکے کہ مین ابوبکر کے ہوتے ہوے خلیفہ ہون۔ مین نے ابوبکر سے کہا کہ تمہارے ہوتے کون امام ہو سکتا ہی ہاتھ دراز کرو۔ انھون نے ہاتھ بڑھایا مین نے بیعت کی اور حضرت ابوعبیدہ اور سب حاضرین نے بیعت کی۔ کتاب صواعق محرقہ مین ہی کہ بعد فہمایش ابوبکر رض کے سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر سے بیعت اُسی وقت کی اور یہ غلط ہے کہ سعد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے اور اُنھون نے تمام عمر بیعت نہین کی۔ حضرت صدیق اکبر سے مسلمانون نے جو بیعت خلافت کی وہ اس کے مستحق تھے۔ بخاری اور مسلم مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت مین فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگون کو نماز جماعت پڑھا دے۔ مین نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر نرم دل ہی آپکے مقام پر نماز پڑھانے کھڑا ہو گا رونے لگے گا۔ قرآن کی آواز لوگ نہ سنین گے عمر رض کو فرمایئے کہ وہ نماز پڑھا دین۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھاوے۔ (بقیہ بصفحہ آیندہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ مقرر ہونا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا

جب ابوبکرؓ بعد کئی سال خلافت کرنے کے انتقال کر گئے تو اس مرتبہ بھی عائشہ کی سازش سے عمرؓ خلیفہ مقرر کئے گئے اور مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور پھر عمر کی وفات پر عثمان کو لوگوں نے منتخب کر کے خلیفہ مقرر کیا چونکہ علی نے بوقت خلیفہ مقرر کئے جانے کے ان شرطوں کی پابندی سے انکار کر دیا تھا کہ وہ قرآن اور اقوال (سنت) کے موافق عمل کرینگے علی رضہ کا جواب مشہور ہی ہی - علی رضہ نے قرآن کے مطابق

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور پھر دوبارہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ سے یہی فرمایا کہ ابوبکر ہی امام ہوکر نماز پڑھا دے - بالجملہ حضرت صدیق اکبر نے پانچ دن تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین نماز پڑھائی - یہ اشارہ ہے حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا کیونکہ عہدہ خاص آنحضرت صلعم کا تھا یعنی امامت نماز سو اپنی حیات مین انکو عنایت کیا - جسطرح کوئی بادشاہ اپنی زندگی مین کسیکو تخت و تاج شاہی دلوائے - تو یہ علامت ہی کہ بادشاہ نے اسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا - اور جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دن در دولت رسول مقبول پر مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ حاضر تھا اور باہم تذکرہ بزرگی و فضیلت کر رہے تھے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا کہ کس شغل مین ہو - مین نے عرض کیا کہ فضائل لوگون کے بیان کرتے ہین - فرمایا کہ اگر یہ مذکور ہے تو خبردار ابوبکر پر کسی کو تفضیل نہ دیجیو اسلئے کہ وہ تم سے افضل ہی دنیا و آخرت مین - اور حضرت علی مرتضی سے روایت ہی کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آفتاب نے طلوع اور غروب نہین کیا بعد پیغمبرون کے کسی پر جو بہتر ہو ابوبکر صدیق رضہ سے - از انجملہ بڑی فضیلت حضرت ابابکر کی ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جس طرح مقام دلجوئی پیغمبر خدا مین فرمایا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی اسی طرح صدیق اکبر کے حق مین وعدہ کیا ولسوف یرضی یعنی یقین کہ راضی ہوگا صدیق اکبر خدا سے اور بھی اللہ جل ذکرہ نے حضرت صدیق کو اتقی فرمایا ہی وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی اور دوسری جگہ فرمایا ہی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پس مقتضائے مجموع آیتین سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالی کے نزدیک اکرم الناس ہین بعد سب پیغمبرون کے اور یہی معنی افضلیت کے ہین - ان تمام آیتون اور روایتون (حدیثون) سے ہر طور سے افضلیت حضرت ابابکر صدیق کی ثابت ہی - مسٹر پامر کی یہ رائے بالکل غلط ہے کہ حضرت عائشہؓ کی حضرت علی سے سخت ناراضگی تھی - اسیوجہ سے حضرت علی کو بعد آنحضرت صلعم خلافت نہین ہوئی - حضرت عائشہ رضہ کو انتخاب خلافت مین کسی قسم کا تعلق نہین تھا - یہ انتخاب خلافت مسلمانون کے اجماع سے ہوا ہے نہ کہ حضرت عائشہ کی رائے سے بلکہ حضرت علی نے مجمع عام مین حضرت ابوبکر رضہ سے بیعت خلافت کی جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنی شرح فقہ اکبر مین تحریر کیا ہے - ۱۲ مصباح مترجم

سلہ حضرت عمر رضہ کو خلیفہ اول اپنے جیتے جی مقرر کر گئے تھے - اس کا مفصل حال شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفا مین اچھی طرح تحریر کیا ہی - مسٹر پامر کا یہ بیان درست نہین کہ یہ خلیفہ بھی حضرت عائشہ رضہ کی سازش سے خلیفہ مقرر ہوئے

سلہ حضرت عمر رضہ نے اپنے انتقال کے قریب خلافت کے بارے مین مسلمانون سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن ابن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین ان چھ آدمیون مین سے جسکو مسلمان جسکو چاہین خلیفہ منتخب کر لین - بالآخر حضرت عثمان رضہ بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بتوقف (بقیہ صفحہ آئندہ)

حکومت کرنے سے تو رضامندی ظاہر کی لیکن یہ کہا کہ مین طریقۂ شیخین پر عمل کرنے کا پابند نہین ہوتا۔

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) سہ شبانہ روز موافق رائے جمہور مسلمان خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور وجہ توقف یہ ہوئی کہ لوگون نے عبد الرحمن بن عوف سے دربارہ خلافت مشورہ کیا تھا۔ ونہون نے فرمایا بہتر ہی کہ اس امر کو تین شخصون پر منجملہ چھ کے تجویز کرو سو علی مرتضیٰ شیر خدا کو زبیر ابن عوام نے قبول کیا اور سعد بن ابی وقاص نے عبد الرحمن کو اور طلحہ رضہ نے عثمان کو۔ مگر عبد الرحمن نے انکار فرمایا اور علی مرتضیٰ نے بھی خواہش نہ کی۔ آخر عبد الرحمن نے بلا درخواست حضرت عثمان کے انہین سے بیعت کی۔ بعد ازان علی مرتضیٰ و بقیۂ مہاجرین وانصار نے بیعت کی۔ اور مسند امام احمد مین ابو وائل سے روایت ہی کہ مین نے عبد الرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے کس طرح عثمان سے باوجود علی مرتضیٰ کی موجودگی کے بیعت کر لی۔ عبد الرحمن نے کہا میرا قصور نہین ہی۔ اول مین نے حضرت علی سے کہا تھا کہ مین بیعت کرتا ہون تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت ابو بکر و عمر رضہ پر۔ وہ کہنے لگے کہ مین اسکی استطاعت نہین رکھتا ہون۔ تب مین نے اسی طرح عثمان سے کہا اُس نے قبول کیا۔ کذا فی ازالۃ الخفا۔ اور شرح فقہ اکبر مین ملا علی قاری نے تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضہ کی امامت و خلافت پر بوجہ اس کے کہ ان مین امامت کی شرطین موجود تہین اجماع ہو گیا۔ اور مروی ہے کہ حضرت عبد الرحمن رضہ قبول خلافت سے انکار کر چکے تو سب نے آپ کو اختیار دیدیا تہا اور کہدیا کہ جس کو آپ خلیفہ بناوین گے ہم سب راضی ہونگے۔ انہون نے حضرت علی رضہ کا ہاتھ پکڑا اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین پر حکم کرو تو آپ کو امام بنایا جاوے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ قرآن اور حدیث پر عمل کرونگا اور باقی اجتہاد کرونگا۔ پھر حضرت عبد الرحمن رضہ نے یہی حضرت عثمان سے کہا۔ انہون نے قبول کیا اور یہ بات انہون نے دونو صاحبون سے تین تین مرتبہ کہی حضرت علی رضہ ہر بار وہی جواب اول دیا اور حضرت عثمان رضہ کو جو حضرت عبد الرحمن نے کہا انہون نے اسکو قبول کیا۔ پس حضرت عبد الرحمن بن عوف نے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر ان سے تمام مسلمانون نے بیعت کی۔ اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ بعد قرآن و حدیث کے جو میری رائے مین آئیگا وہ کرونگا یہ شیخین کے خلاف پر یعنی ان سے خلاف ہونے پر دلالت نہین کرتا کیونکہ مذہب انکا یہ تھا کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی اتباع چاہئے دوسرے کی تقلید نہین چاہئے۔ جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے تقلید امام اعظم رحمہ اللہ نہین کی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت عثمان رضہ کا یہ مذہب تہا کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید جائز ہی جبکہ اسکو اپنے سے بڑھکر علم اور فقہ مین جانے۔ اور یہ قول امام ابو حنیفہ رضہ سے مروی ہے جیسے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ نے باوجود مرتبۂ اجتہاد کے تقلید امام اعظم صاحب کی کی۔

امام صاحب کا یہ بیان یا خیال کہ حضرت علی نے اقوال سنت پر عمل کرنیسے انکار کیا محض غلط ہی۔ متذکرۂ صدر اصلی اور واقعی حال معتبر اور معتمد اور مستند کتب سیر سے بالتفصیل لکھا گیا ہی۔ امام صاحب کا بے بنیاد بات کو علی رضہ کی شہادت (گواہی) اور موجب کشمکش اور ایرانیون مین یعنی اہل شیعہ اور سنیون مین مخالفت قرار دے لینا محض بیدلیل ہے۔ اور نہ اقوال سنت (حدیث) فضلائے عرب کے مقولے ہو سکتے ہین۔ اقوال سنت (حدیث) خاص ذات مقدس بانی اسلام سے تعلق رکھتے ہین۔ فضلا و عقلاء عرب سے شیوع اسلام کے وقت بانی اسلام (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بہت مقابلہ اور معارضہ رہا ہے۔ پھر مخالفان اسلام کے مقولے سنت اسلام مین کیونکر داخل ہو سکتے ہین۔ چھوٹی سے چھوٹی عقل کا آدمی بہی اسکو تسلیم نہین کر سکتا۔ ۱۲ مصباح مترجم

گویا علی (رضی اللہ عنہ) نے اُس وقت اس بات کی شہادت دی کہ سنت (حدیث) حضرت محمد صلعم کے ذاتی مقولے نہیں ہین جیسا کہ سنّی فرقے والے بیان کرتے ہین - یہ عقلا و فضلا عرب کے مقولے ہین جو کہ محمد صاحب کے نام سے بسبب اس کے کہ آپنے اُن کو پسند فرمایا مشہور ہوگئے ہین - یہ بات بڑی مفید قابل یاد رکھنے کے ہی اس سے یہ پتا لگتا ہے کہ شیعہ انیون کو فرقہ سنی سے جو نفرت یا مخالفت ہی اُسکا بڑا باعث یہ انکار ہے -

قرآن مین محمد صاحب کے خیالات یا ایجادات بہت ہی کم ہین - عرب مین زمانہ قدیم سے بزرگون کی کرامتون وغیرہ کی جو باتین مشہور ہوگئی تہین کچھ وہ بھی کچھ عربون کے نصیحتانہ اور اخلاقانہ اقوال بھی قرآن مین لکھے ہوئے ہین - اور چونکہ اللہ تعالی کی جانب سے القا ہوکر جذبہ پیغمبری سے قرآن

بلؔ یہ رائے نادرست ہے کہ معاذ اللہ قرآن شریف مین عربون کے نصیحتانہ واخلاقانہ اقوال درج ہین یا رسول علیہ السلام کے کچھ خیالات ہین - کلام مجید از اول تا آخر بالکل اللہ تعالی کا کلام پاک ہے - قدرتی اعجاز اُس کے کلام اللہ ہونے پر شاہد ہی کہ رسول صلعم اُمّی (ان پڑھ) تھے اور اُمّی کا کلام جامع جمیع علوم گزشتہ اور آیندہ نہین ہو سکتا - قرآن کے احکام اور رسول کا جامع علوم ہونا زمانے کے انقلاب سے ثابت ہوتا چلا آیا ہے یعنی جب زمانہ بدلتا ہے اور کوئی نیا علم پیدا ہوتا ہے تو اُصول اُس علم جدید کا کلام اللہ ہی سے نکل آتا ہی - اور کلام اللہ کے نادر اور بے مثل مضمون ہدایت مین ہرگز کوئی نقص عائد نہین ہوتا - اگر قرآن بشری کلام ہوتا تو جیسا کہ انقلاب زمانہ کے وقت زمانہ جدید کے آدمیون کی طبائع بدلجاتی ہین اور قوانین بشری کے مضامین نئے زمانے کی ضرورت لاحقہ کے سبب سے منسوخ ہو جاتے ہین تو قرآن کے بے مثل ہدایات کے مضامین مین بھی ضرور انقلاب پیدا ہوئے بغیر نہین رہتی - لیکن قرآن وہ اعجاز قدرتی دکھا رہا ہے کہ ہر زمانے کے علوم وطبائع مختلفہ قرآن کی بے نظیر ہدایت سے مختلف نہین ہوتے اور زمانے کے بدلنے سے اصول اسلام مین کوئی شکل تغیر پیدا نہین ہوتی -

علاوہ ازین قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی یہ دلیل بین ہے کہ تمام جزیرہ نمائے عرب بیدینی - اور نہایت ناشائستہ اور رذیل فسق وفجور اور اخلاقی اور تمدنی خرابی کا مرکز ہو رہا تہا - مگر باین ہمہ عرب نے اپنی زبان کو ایسی ترقی دی تہی کہ ایک ایک فصیح صاحب تقریر جو خطیب کہلاتا تھا - قبیلون کے قبیلون کو محض اپنے کلام کے اثر سے جس ارادے سے چاہتا روک لیتا اور جدہر چاہتا تہا جھونک دیتا تہا الغرض اُن کا سرمایہ نازہی ایک زبان تھی جسپر وہ نہایت فخر کرتے تھے اور اپنے مقابلے مین تمام دنیا کے لوگون کو گونگا اور بے زبان یعنی عجم بتاتے تھے - جب خداوند تعالی نے قرآن شریف نازل فرمایا - وہ قرآن جو نہ صرف قوم عرب بلکہ تمام اقوام کی ہدایت کے لیئے نازل ہوا - اپنے روحانی اور معنوی خوبیون کے علاوہ لفظی لطافتون اور ظاہری کمالون سے ایسا معمور ہوا کہ اُسکی مثل کہہ لینا ناممکن تھا تاکہ وہ قوم جاہل جو نکات معنوی سے بے خبر ہے اور صرف کلام کی ظاہری خوبی فصاحت اور بلاغت کو بڑی چیز (بقیہ صفحہ آیندہ)

لکھا گیا ہے اِس لیے نہایت عمدہ اور فصیح و بلیغ ہے۔ اگر خدا کی جانب سے یہ القاء ہوتا صرف محمد صاحب
کی ایجاد کردہ گفتگو ہوتی جس مین اُن کے خیالات کا اظہار ہوتا تو اُسکو یہ کامیابی کبھی حاصل نہین ہوتی کہ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) سمجھے ہوئے تھے اُس کے معارضہ سے عاجز ہو کر اُسکو کلام الٰہی جاننے اور ایمان لائے۔ یہی سبب تھا کہ
جب مخالفون نے اُس کلام پاک کے من اللہ ہونے پر شبہ کیا۔ اور کسی نے جادو اور کسی نے کچھ بتایا۔ تو خداوند تعالیٰ نے بطور
حجت اور دلیل صداقت اپنے رسول کے اُسی چیز مین اُن سے معارضہ چاہا کہ جسکا اُنکو بڑا گھمنڈ تھا۔ کئی موقعون پر فرمایا ہے
کہ اگر قرآن شریف کے من اللہ ہونے پر شک ہی اور تم اپنی بات مین سچے ہو تو اُس کے ایک ٹکڑے کے برابر ہی بنالاؤ اور اپنے
حامیون کو بھی بلالو۔ باوجود اُس غایت مرتبہ کی عداوت اور مخالفت کے جو وہ لوگ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے
تھے اور باوجود اُس اعلیٰ واکمل درجہ کی دستگاہ کے جو فصاحت اور بلاغت مین اُنھو حاصل تھی۔ اور اُس بے انتہا جد وکد کے او اصرار
کے جو آنحضرت صلعم کے دعویٰ رسالت کی تکذیب اور قرآن مجید کے من اللہ ہونے کی تردید مین کرتے تھے۔ قرآن مجید کی ایک چھوٹی
سے چھوٹی سورت کے مانند بھی ایک فقرہ نہ بنالا سکے۔ بلکہ اُنکا وہ سب سے بڑا نامی گرامی شاعر لبید نامی جوانا ولاغیری کا دم بھرتا
تھا۔ سورۂ بقر کی چند آیتون کو پڑھ کر بے اختیار پکار اُٹھا کہ خدا اور اُس شخص کے سواجس پر وحی نازل ہوتی ہو کوئی انسان ایسا
کلام نہین کہہ سکتا اور فوراً شرک اور بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔

اِس موقع پر ضرور ہے کہ ہم بعض علما و محققین یورپ کی رائے کا اندازہ بھی قرآن مجید کی نسبت اُنکی تصنیفات سے انتخاب
کرکے ظاہر کرین۔ چنانچہ قرآن شریف کی نسبت

۱ مسٹر ڈوش صاحب ایک فاضل جرمنی لکھتے ہین کہ " وہ ان تبدیلات مضامین مین جو برق کی مانند تیز وطرار ہین ایک
نہایت بڑی خوبصورتی اس کتاب کی پائی جاتی ہے۔

۲ اور مسٹر گوئیٹی ایک مشہور ترین جرمنی فاضل کا قول ہی کہ " جسقدر ہم اُس کے قریب پہنچتے ہین یعنی اُسپر زیادہ غور کرتے
ہین وہ ہمیشہ دور کھنچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے۔ اور
آخر کار تحیر آمیز فرحت مین ڈالدیتی ہے " یہی فاضل ایک اور مقام پر قرآن شریف کی نسبت لکھتا ہے کہ " ہم دفعتہً از
راہ ترجیح اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔ جسکی اعانت سے عربون نے سکندر اعظم کے جہان سے
بڑا جہان۔ اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روم کو اپنی فتوحات
کے حاصل کرنے مین درکار ہوا تھا اُسکا دسوان حصہ بھی اُنکو نہ لگا۔

۳ جارج سیل صاحب اپنے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ مین لبید شاعر کے اسلام لانیکی تصدیق کرکے لکھتے ہین کہ یہ بات علی العموم مسلّم
ہی کہ قرآن شریف کی زبان مین جو جملہ اقوامِ عرب مین شریف ترین اور مہذب ترین قوم ہے انتہائی لطیف اور پاکیزہ
زبان مین لکھا گیا ہے لیکن اور زبانون کی کسیقدر بہت قلیل آمیزش ہے اور زیادہ پکّے عقیدے کے لوگون کا قول ہی اور
نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہی کہ کوئی انسان اسکا مثل نہین لکھ سکتا دگو بعض فرقون کی مختلف رائے ہی) اور اسیواسطے

کہ ہر ایک عربی بولنے والی قوم اُس کو فصاحت و بلاغت کا معجزہ سمجھتی ہے۔ بیشک قرآن کے خوبصورت الفاظ ہی ایسے ہین کہ وہ پاک خدا کی طرف سے منزّل معلوم ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو علمی فصاحت و بلاغت کا مسلّمہ سند اور معیار کبھی نہ مانا جاتا۔ جیسا کہ وہ اب تمام مسلمانون مین مانا جاتا ہے علی رؤس

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اُسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مُردے کے زندہ کرنے سے بڑھکر ہے اور تمام دنیا کو اپنے ربّانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لیئے اکیلا کافی ہے۔

۴ مسٹر جان ڈیون پورٹ بڑے عالم و فاضل ہین۔ کہتے ہین کہ منجملہ اُن بہت سی اعلی درجے کی خوبیون کے جو قرآن کے لئے واجبی طور پر باعث فخر و ناز ہوسکتی ہین دو خوبیان نہایت بیّن ہین۔ یعنی اول تو اُسکا وہ مودبانہ ہیبت اور رعب سے بھرا ہوا طرز بیان جو ہر ایک مقام پر جہان خدا تعالی کا ذکر یا اُسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے۔ اور جسمین خداوند عالم کو اُن جذبون اور اخلاقی نقصون سے منسُوب نہین کیا جو انسان مین پائے جاتے ہین۔ دوسرے اُس کا اُن تمام خیالات و الفاظ اور قصون سے تبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور نامہذب ہون حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود مین بکثرت پائے جاتے ہین۔

۵ مسٹر طامس کارلائل جو اِس صدی کے نہایت مشہور و معروف فضلا مین سے ہین فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین سچائی کا جوہر اُس کے تمام معنی مین موجود ہے جس نے اُسکو وحشی عربون کی نظر مین بیش بہا کر دیا تھا۔ سب سے اخیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن سب سے اول اور سب سے اخیر جو عمدگیان ہین وہ اپنے مین رکھتا ہے اور ہر قسم کے اوصاف کا بانی ہی بلکہ در اصل ہر قسم کے وصف کی صرف بنا اُسی سے ہوسکتی ہے۔

۶ ریورینڈ راڈویل صاحب۔ اگرچہ قرآن مجید کی نسبت چند بے اصل اور غلط الزامات قائم کرتے ہین مگر اسپر بھی خلاف توقع اُنکی قلم سے ایسا کچھ نکل گیا ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا گویا معجزہ کہنا چاہیئے وہ لکھتے ہین کہ محمدؐ کی زندگی کا مدعا توحید الٰہی کا اعلان کرنا تھا اور وہ بیشک اُس مین کامیاب ہوگیا۔ جسقدر کہ نہایت صحیح تاریخی واقعات پر نظر کرنے سے ہمکو محمدؐ کی سیرت سے اصلی واقفیت حاصل ہوتی ہے اسیقدر مراکشی۔ پریڈو اور دیگر مصنفین کی سخت کلامی اور بدزبانی ہم پر غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا حقیقت الامر کے زیادہ تر قریب ہوگا کہ وہ بیشک ایک اعلی درجہ کا شخص تھا۔

۷ اور ایک جگہ لکھتے ہین کہ یہ بھی مان لینا ضرور ہے کہ قرآن نے جس طور خدا کی ذات کی تعریف بلحاظ اُسکی وحدانیت اور تمام جہان کا پروردگار اور عالم الغیب اور قادر مطلق ہونے کے بیان کی ہی اُس کے لیئے وہ نہایت اعلی درجہ کی تعریف کا مستحق ہے۔ اور پھر ایک جگہ اعتراض کرکے لکھتے ہین کہ " باوجود ان باتون کے اُس مین ایک نہایت اعلی درجہ کی عمیق سچائی ہے جو ایسے الفاظ مین بیان کی گئی ہے کہ جو باوجود اختصار کے قوی اور کثیر الدلالۃ اور ملہمانہ حکمت سے بھرے ہوئے ہین"

۸ اب غور کی جگہ ہے کہ جس کتاب کی تعلیم روح کو ایسی ترقی دینے والی ہو اور جو لطافت زبان اور حسن بیان کے اعتبار سے

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

جواب مین شیعہ اور سنیون کے درمیان جو تنازعہ ہے اُس کا تمام مغز اصل مدعا اور لب لباب شامل ہے۔ اول الذکر قرآن کو مانتے ہین لیکن اُس کا قانونی حصہ غیر مکمل بیان کرتے ہین؎۔
اُن کا بیان ہے کہ اِس مین صرف ایک غیر محدود عقیدہ خدا کی وحدانیت کا ہی جس کو وہ درست مانتے ہین لیکن وہ سنت کو جیسا کہ اُوپر بیان ہوا نہین مانتے کیونکہ اگر وہ سنت کو مان لین تو ادنی ادنی بات پر غیر ملک (عرب) کے طریقے اور واجبات پر اُن کو عمل کرنا پڑے جس کو وہ اپنی خلقت اور قومی طریقے سے مغایر سمجھتے ہین۔

عثمان نے خلیفہ ہوتے ہی اول کام جو کیا وہ یہ تھا کہ جس قدر اعلیٰ عہدے اور مناصب تھے اُن سب پر بنی اُمیہ کے خاندان کے اشخاص کو مقرر کر دیا اور معاویہ ابن ابوسفیان کو ملک شام کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا۔ اور آخرکار عثمان شہید ہوئے اور اِس مرتبہ علی رض بلا شرط

یگانہ اور اعلیٰ ترمہ وہ بیشک ایسے وجود کا کلام نہین ہو سکتی جو اپنی فطرت مین ناقص اور مرکب عن الخطا و النسیان ہو۔ اِسکا مصدر وہی کامل الذات اور قادر مطلق ہونا چاہئے جو ہر ایک طرح کی قدرت پر قادر ہی۔ کیونکہ کامل شی کا صدور کامل سے ہی ہو سکتا ہی ناقص سے نہین ہو سکتا۔ اب ناظرین کو ہماری اس مختصر تقریر سے اور نیز متواتر شہادت علماء محققین یورپ سے قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے مین کوئی شک نہین رہیگا اور اِس بات کو قرآن کا معجزہ سمجھنا چاہیئے کہ اُسکی اعلیٰ درجہ کی افضلیت اور صداقت اور ربانی الاصل ہونیکی شہادت اُسکے مخالفین سے باوصف اعتراضات کے ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ خود پامر صاحب نے آگے اپنی عبارت مین قرآن کو منزل من اللہ ہونا تسلیم کر لیا۔ والفضل ما شہدت بہ الاعداء ۱۲ مصباح۔ مترجم

؎ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین ۳۰ھ ہجری مین قرآن مجید کی کل جلدون کو جمع کر کے دوبارہ بہت مصروفیت کے ساتھ سبع پارہ جدا جدا کر کے بعد مراتب قرأت وغیرہ ترتیب کیا اور بعد نقل مطابق اصل ایک ایک مجلد قرآن قائم کر کے جو اوراق منتشر بعد نقل بطور ردی رہے اُنکو بیکار سمجھکر بے ادبی کے خیال سے جلا دیا۔ آجتک وہی قرآن ہے۔ حضرت عثمان پر محرق قرآن ہونیکا الزام لگانا ناواجب ہی اور چونکہ اہل تشیع انکو خلیفہ برحق نہین جانتے اسلیے شاید وہ قرآن کو مکمل نہین سمجھتے ہین۔ اہل سنت اور شیعون مین جو اختلاف ہی ہر دو مذہب کی کتب موجود مین جسکو ضرورت ہو ملاحظہ کرے۔ مذہب کی بحث لکھنے سے ہم اپنے مطلب سے دور جا پڑتے ہین اسلئے کچھ نہین لکھا گیا۔ ۱۲ مصباح مترجم

؎ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حسب ذیل ہی۔ آپنے اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن سرح کو حاکم مصر مقرر فرمایا۔ کئی برس تک تو وہ پورا عدل و انصاف کرتا رہا۔ بعد ازان رعایا پر جبر و تعدی کرنے لگا اور فسق و فجور مین مبتلا

خلیفہ منتخب ہوئے۔ علی رضؓ نے خلیفہ ہوتے ہی معاویہ کو عہدہ سے معزول کر کے واپس بلوایا مگر معاویہ نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا اور عائشہ رضؓ اُسکی طرفدار ہو گئیں اس وجہ سے امیر معاویہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ہو کر شراب خوار ہوگیا مصر والے مجتمع ہو کر حضرت عثمان رضؓ کے پاس فریادی آئے آپنے عبداللہ کو موقوف کر کے محمد بن ابی بکر کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔ مروان جو حضرت عثمان کا سالا اور خاص منشی تھا وہ محمد بن ابی بکر کا سخت دشمن تھا اُس نے جعلی رقعہ حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے عبداللہ حاکم مصر کو لکھا کہ محمد کو مصر مین وارد ہوتے ہی قتل کروا دنا اور رقعہ پر حضرت عثمان رضؓ کی مہر ثبت کر دی۔ اس تمام حال سے حضرت عثمان رضؓ بالکل بیخبر تھے مروان نے ایک غلام کو تیز رفتار اونٹ پر سوار کر کے اور یہ رقعہ دیکے اُسکو مصر کیجانب روانہ کیا۔ وہ غلام معہ تحریر کے راہ مین مصر والون کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ یہ رقعہ دیکھکر محمد بن ابی بکر اور سب مصر والے راہ مین سے مدینہ شریف لوٹ آئے اور حال بیان کیا۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ اس تحریر سے مجھے مطلق اطلاع نہین اور میری بغیر اجازت لکھی گئی ہی۔ مصریون نے لکھنے والے کو آپسے مانگا۔ آپنے فرمایا کہ ہم خود سزا دینگے۔ مین خلیفہ ہون تمکو میری اطاعت چاہئے۔ یہ بات بڑھ گئی۔ مصر والے کہہ اُٹھے کہ ہم آپ کو خلیفہ نہین مانتے۔ بارہ ہوا آپ محصور ہو گئے۔ چھ دن تک پانی بند رہا۔ مصر والے ضد پر اڑے رہے۔ حضرت علیؓ نے حسنین علیہما السلام کو دروازہ پر مقرر کر دیا کہ تم دونون حضرت عثمان رضؓ کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اگر یہ لوگ اندر جانیکا قصد کرین تو مین مسجد مین ہون ان لوگون کو اندر داخل مت ہونے دینا اور مجھے اطلاع کر دینا۔ یہ کہکر حضرت علی مسجد کو چلے گئے۔ مصر والے عقب سے ہمسایہ کے مکان سے دیوار کود کر حضرت عثمان رضؓ کے گھر مین گھس آئے اور حضرت عثمان رضؓ کو شہید کیا۔ اتنے مین حضرت علی رضؓ تشریف لائے حسنین علیہما السلام کو تادیب کی راہ سے سخت وسست کہا کہ تمہارے موجود ہوتے یہ لوگ اندر کیسے چلے گئے حسنین علیہما السلام نے کہا کہ آپ اندر چلکر دریافت فرمائین ہمارا قصور کچھ نہین ہی۔ حضرت علی اندر گئے دیکھا تو صورت ہی اور تھی اب کیا ہو سکتا تھا خلیفہ سوم بلاشبہ مظلوم شہید ہوئے۔ شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت اور ذمہ کل جرائم قرار دیتے ہین کہ جو کچھ ہوا اُنکی مرضی سے ہوا یہ بات بالکل غلط ہے۔ اور بعض لوگ دربردہ حضرت علی رضؓ کو اس بات کا مجبور مانتے ہین یہ خیال بھی محض لغو اور افترا ہے۔ حضرت علی رضؓ کا ذمہ حضرت عثمان کے خون سے بالکل بری ہے۔ ۱۲ مصباح۔ مترجم

ؔ مسٹر پامر نے لکھا ہی کہ معاویہ کو عثمان رضؓ نے گورنر شام مقرر فرمایا یہ غلط ہی۔ معاویہ حضرت عمر رضؓ کے زمانے مین بھی گورنر شام تھے حضرت عمر رضؓ دورہ کرتے ہوئے شام مین پہنچے ایک اونٹ سواری مین اور ایک غلام ہمراہ تھا۔ امیر معاویہ کے تکلف و بیاری دیکھکر بہت خفا ہوئے۔ امیر معاویہ کی ہوش و حواس باختہ ہو گئی۔ یہ عذر پیش کیا کہ یہ ملک سرحدی ہی دشمنون پر رعب ظاہر کرنیکی ضرورت سے یہ سامان جمع کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ عذر معقول تھا خلیفہ دوم کو تسلیم کرنا پڑا۔ آخر کار اصحابون نے درمیان مین پڑ کر امیر معاویہ کی خطا معاف کرائی۔ جیسی سرکشی امیر معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی اگر ایسی حضرت عمر رضؓ سے کرتے تو عجب نہ تھا کہ وہ اُن کی حکومت کی جڑ اُکھاڑ دیتے۔ ۱۲ مصباح۔ مترجم

ؔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ (بقیہ صفحہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے سامنے خلافت پیش کی آپنے انکار کیا۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح شہید ہونا ایک امر عظیم قرار دیا۔ اور لوگوں کو جنہوں نے آپکو خلافت پیش کی اپنے پاس آنے سے منع کر دیا اور اپنے گھر بیٹھ رہے۔ پھر لوگوں نے خلافت کو حضرت طلحہ رضہ پر پیش کیا آپنے بھی انکار کیا اور اس سے کراہت کی۔ پھر اُنہوں نے زبیر رضی اللہ عنہ پر خلافت پیش کی کہ سرداری قبول کرو اور ہم تمہاری فرمانبرداری کو موجود ہیں آپنے بھی انکار کیا۔ اس میں تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز مہاجرین و انصار نے جمع ہوکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر ہجوم کیا اور خوشامد کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی کہ اسلام کی حفاظت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الہجرت کی صیانت کریں۔ پس آپنے بعد شدت کے اسکو قبول فرمایا۔ پھر تمام مہاجرین و انصار نے آپسے بیعت کی۔ اور یہ جو بعضے جھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما نے آپسے کراہت کیساتھ بیعت کی تھی بالکل غلط ہے۔ پھر جب آپ خلیفہ ہوگئے تو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو انتظار تھا کہ ان باغیوں کے قتل و قصاص کا حکم دینگے جو واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھے۔ اور شام میں امیر معاویہ کو بھی یہی انتظار تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیاء میں سے امیر معاویہ زیادہ قریب تھے اور خون ناحق کا مطالبہ ولی کو پہنچتا ہے۔ اور ان باغیوں کو ہرگز پہنے امام برحق و خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہید کرنا روا نہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغیوں کو قتل نہیں کیا اور یہ آپ کا اجتہاد تھا اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ اجتہاد صحیح تھا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باغیوں نے تاویل کی تھی اور ان کی جماعت کثیر تھی۔ اور باغیوں کا حکم یہ ہے کہ باغی لوگ جب امام عدل کے فرمانبردار ہوجاویں تو جو کچھ اُنہوں نے حالت بغاوت میں اہل عدل کے مال اور جانیں تلف کیں یا زخم پہنچائے ہیں اُن سے مطالبہ اسکا نکیا جاوے اور حالت لڑائی میں جو مال باغیوں کا لوٹ میں آیا ہو وہ ان باغیوں کو بعد اطاعت کے واپس دینا واجب ہے اور جو باغی گرفتار ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں پس جب وے لوگ ایسی جماعت کثیر تھے کہ اُن کو منعت اور شوکت حاصل تھی۔ اور جب صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت کی تو باغیوں نے آپسے بغاوت کرنا خوب نہ دیکھا۔ اور مطیع ہوگئے تو آپ پر ان کو قصاص میں قتل کرنا یا پکڑ کر اولیائے مقتول کو دینا واجب نہ تھا۔ اور بعض کے نزدیک باغیوں سے مواخذہ و قصاص لازم ہے لیکن یہ بھی اسوقت واجب ہے کہ جب باغیوں کی قوت ٹوٹ جاوے اور شوکت جاتی رہے اور فتنہ برپا ہونے کا خوف جاتا رہے اور اسوقت میں جبکہ امیر معاویہ رضہ مطالبہ کرتے تھے یہ بات حاصل نہ تھی۔ اور یہی قصاص نہ لینا حضرت طلحہ اور زبیر رضہ کے مطالبہ کا باعث ہوا۔ اور یہ دونوں بھی اہل علم و اجتہاد تھے۔ اگرچہ ہمکو دوسری نصوص سے معلوم ہوا کہ اجتہاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا برحق تھا اور دوسروں سے اجتہاد میں خطا ہوگئی اور صحیح معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما آخر میں نادم ہوئے۔ اور یوں ہی حضرت ام المومنین عائشہ رضہ نادم ہوئیں اور بعض اوقات اسقدر روتیں کہ اوڑھنی تر ہو جاتی اور یونہی امیر معاویہ نے جو کیا تاویل و اجتہاد سے کیا ہے اتفق (بقیہ صفحہ آئندہ)

مین ایک سخت جنگ واقع ہوئی جس مین اول علی رضہ کے لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) انپر لازم نہین تا ہی اگرچہ اس اجتہاد مین خطا ہوئی۔ اور معاویہ رضہ کو خلافت علی رضہ مین مناقشہ نہ تھا و لیکن قاتلون کا مطالبہ تھا اور ہنوز بیعت کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ درمیان مین جھگڑا ہوگیا اور حق صریح یہی ہے جو اہل السنۃ کا اجماعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالی نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اصحاب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہا او خیر امۃ فرمایا پس وہ سب اللہ تعالی کے نزدیک چاند کے تارے ہین اور اُن کی فضیلت مین قرآن کلام الہی ناطق حق ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارے تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی نہ کرنا کہ ان مین سے ایک کا قیام ایک دم بہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہاری عمر بھر کی عبادت (شب و روز) سے بہتر ہے۔

مسٹر پامر کی یہ رائے غلط ہے کہ حضرت عائشہ رضہ معاویہ رضہ کی طرفدار ہوگئین بلکہ اصل بات یہ ہو کہ وہ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اصرار اور اپنے اجتہاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ پر آئین تہین جسکا حال حسب ذیل ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے اور حضرت علی رضہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ قاتلان عثمان رضہ آپکے لشکر مین تھے۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما انکی طرف سے خائف ہوکر مکہ شریف کو چلدئے وہان حضرت عائشہ موجود تہین۔ ان دونون نے سارا ماجرا بیان کرکے کہا کہ ام المؤمنین ہم آپ کی پناہ مین آئے ہین۔ مقصود صرف یہ ہو کہ قاتلان عثمان رضہ کو اُس لشکر مین سے گرفتار کرلین۔ ام المؤمنین نے پوچھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اُنکے ساتھ برتاؤ کیسا ہے۔ یہ کہنے لگے وہ اُنکو جدا کیا نہین چاہتے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اب یہ کام بغیر لڑے بھڑے نہ چلیگا۔ طلحہ زبیر اور یعلی ابن مرۃ صحابی نے بصرہ کی طرف مسلمانون کو متفق کرنے کے لئے کوچ کیا اور ام المؤمنین کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت عائشہ جمل یعنی اونٹ پر سوار تہین۔ اسی واسطے یہ جنگ بنام جنگ جمل مشہور ہوئی القصہ بصرہ پہنچکر اپنے ساتھ بصرہ والون کو متفق کرلیا۔ بارہ ہزار آدمیون کی جمعیت ہوگئی۔ ادہر حضرت علی رضہ یہ خبر سنکر مدینہ سے لشکر سمیت روانہ ہوکر بصرہ مین پہنچے۔ گفتگو آئی۔ طلحہ اور زبیر نے قاتلان عثمان کو طلب کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضہ بلوے مین شہید ہوئے ہین۔ قاتل اُنکا معین نہین ہو۔ حضرت عثمان رضہ کی اولاد اگر کسی شخص پر دعوے کرے تو ثبوت کے بعد قصاص ہو سکتا ہے تم عثمان کے ولی نہین ہو اور جنہین تم طلب کرتے ہو وہ سینکڑون مسلمان ہین مصر کے رہنے والے۔ سب کے سب تو عثمان کے قاتل نہین ہین سبکے سب کو گرفتار کرکے انکو کیسے دیا جاوے۔ آخر یہ تجویز ٹھیری کہ حضرت علی رضہ بلوائیون کو اپنے لشکر سے جدا کردین۔ پھر بصرے والے ان سے بھگت لینگے۔ حضرت علی نے ابھی اپنی رائے خاص کو ظاہر نہین کیا تھا کہ خبر لشکر مین پھیل گئی۔ مصر والون نے خیال کیا کہ اگر علی مرتضی رضہ نے ہمین اُن کے حوالے کردیا تو بُری بنے گی اس سے بہتر یہ ہے کہ کچھ رات سے لڑائی شروع کردو۔ حضرت علی رضہ پوچھین تو کہدینا کہ ابتدا اُدہر سے ہوئی تھی۔ پچھلی رات ایسا ہی کیا۔ لڑائی ایک آگ ہوتی ہے۔ لگی سو لگی۔ طرفین سے ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا۔ دن نکل آیا۔ حضرت علی رضہ نے دیکھا کہ لشکر مخالف اونٹ کے ادہر اُدہر صفین باندہے ہوئے ہو بیچ مین وہ اونٹ ہو۔ فرمایا کہ جبتک صدیقہ کی سواری کا شتر میدان مین

لیکن عمرو بن عاص کی سازشوں سے جو مسلمانوں میں ایک بڑا جنرل تھا اور جس نے مصر کو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کہہ رہے کہ مخالفوں کا جوش کم نہ ہوگا۔ مصلحت وقت یہ ہے کہ تھوڑے سے دلاور قلب جنگ گاہ کی طرف بڑھیں اور صدیقہ کے شتری کو بیٹھا دیں تاکہ طرفین کے مسلمانوں کو قتل سے امان حاصل ہو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کو چند دلاور صف اعدا کو چیر کر آگے بڑھے اور قلب گاہ میں پہنچکر اونٹ کے پاؤں جا کاٹے۔ جب محافہ زمین پر گرنے لگا محمد بن ابی بکر نے اچک کر کجاوہ کو سنبھالا زمین پر گرنے نہ دیا۔ اور صدیقہ کو کجاوہ سے نکالکر حضرت علی رضہ کے خیمے میں بحفاظت پہنچا دیا فوراً لڑائی بند ہو گئی حضرت زبیر کا سر شب خوابی کی حالت میں حضرت علی رضہ کے لشکر کا ایک سپاہی عمر نامی کاٹ لایا جب حضرت علی سے انعام کا طلبگار ہوا آپ نے فرمایا کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہوگا بقول رسول اللہ۔ وہ شخص غضبناک ہو کر بولا یا علی اپنے دشمنوں سے ہمکو لڑاتے ہو پھر جہنمی بتلاتے ہو۔ میں نے انکو بڑا شجیع سردار جانکر قتل کیا تھا۔ اسی غصہ میں اپنے پیٹ میں چھری مارکر مر گیا۔ اور طلحہ کے پاؤں میں تیر لگا وہ بھی اسی زخم کاری سے فوت ہو گئے اور اس لڑائی میں ۲۰ ہزار آدمی اہل کلمہ قتل ہوئے۔ بقیۃ السیف فرار ہو گئے صبح ہوتے ہی چند آدمیوں کی حفاظت میں عائشہ صدیقہ کو مدینہ منورہ روانہ کردیا اور اس مفسدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ بعد جنگ جمل جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مدینہ میں پہنچگئیں تو قبر نبوی پر جا کر اس جنگ میں شریک ہونے سے نادم اور پشیمان ہو کر اور تاسف کا اظہار کر کے توبہ و استغفار خدائے تعالیٰ سے کرتی تھیں کہ افسوس میں ایسے کام میں شریک ہوئی کہ جس میں مجھے ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس سے تو یہ بہتر ہوتا کہ میں جنگ جمل سے ۲۰ سال پیشتر فوت ہو جاتی۔ تا حیات توبہ و استغفار کرتی رہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک طرفین کے مقتول جنتی ہیں اور شہید۔ ت۔ مصباح۔ مترجم

٭ امیر معاویہ رضہ کی معزولی کے بارے میں مغیرہ ابن شعبہ صحابی نے کہ ایک نامور شخص تھے حضرت علی سے عرض کیا کہ معاویہ کو سردست معزول کرنا مصلحت نہیں ہے۔ دمشق سارا انکے ساتھ ہے۔ فتنہ بپا ہو جائیگا آپنے اس رائے کو منظور نہیں کیا عبداللہ ابن عباس رضہ نے بھی یہی رائے دی کہ سردست معاویہ کو معزول کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہاں بیعت کے لئے معاویہ کو بلوائیے دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ نامہ لکھا گیا معاویہ کی طرف سے جواب آیا کہ ہم آپ سے جب بیعت کریں کہ حضرت عثمان کے قاتل آپ ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم انکے ولی ہیں بدون اسکے اتفاق ممکن نہیں۔ اس جواب پر حضرت علی نے حکم لکھوایا کہ حضرت عثمان کے ولی حضرت عثمان کے بیٹے ہیں۔ تم نہیں ہو سکتے۔ وہ میرے سامنے آکر خون کا دعویٰ کریں قاتل معین پر جرم ثبوت کو پہنچا دیں قصاص لیا جاوے گا امیر معاویہ نے جواب دیا کہ عثمان کے بیٹوں نے مجھے اپنا وکیل مقرر کر دیا ہے۔ میں اس سبب سے ولی ہوں۔ ابھی آپکا خلیفہ ہونا میں نے اور شام والوں نے نہیں مانا۔ آپ اپنی خلافت کو ثابت کریں پھر بیعت لیں۔ غرض نوبت طول کو پہنچی اور تحریریں طرفین کی دوستی سے متجاوز ہوئیں۔ امیر معاویہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے ادھر سے حضرت علی رضہ مع چالیس ہزار فوج اور ادھر سے معاویہ مع اسی ہزار فوج سوار و پیادہ سے اُس سرزمین پر جسکا نام صفین ہے مقابلہ آرا ہوئے۔ آخر لڑائی

فتح کیا تھا علی رضہ مجبوراً اس بات پر رضامند ہوگئے کہ بجائے جنگی کارروائی کے یہ قضیہ ثالثی سے
فیصل کیا جائے۔ یعنی علی اور معاویہ اپنے اپنے دعاوی خلافت ثالثی کے سپرد کردیں جب حضرت
علی کوفہ مین پہنچے تو اُن کے پیروون مین سے بارہ ہزار آدمی اِس مجوزہ ثالثی سے سخت ناراض ہوئے
اور علی رضہ کو چھوڑکر چلدیئے اور بوجہ اس غدّاری اور بھاگ جانے کے یہین سے فرقہ خوارج کی ابتدا
ہوئی ہے۔ خارجی یعنی علیحدہ شدہ وہ لوگ ہین جو اُس حکومت سے منکر ہوئے جو جمہور انام کے
اتفاق سے مقرر ہوئی۔ اِن بھاگے ہوئے خارجیون مین سے تین شخصون نے جن کے نام برک عمر

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) ہوئی۔ بہتر مقابلے ہوئے۔ طرفین کے ہزارون آدمی قتل ہوگئے۔ ہر بار لشکر مرتضوی کو غلبہ تھا
دمشق والون نے اپنی مغلوبیت معلوم کرکے ایک اور تدبیر کی۔ نو سو قرآن شریف نیزون پر باندھ لئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ
اے اہل عراق! ہم تم ایک کلمہ پڑھتے ہین۔ خونریزی سے ہاتھ کو روکو۔ ہمارے تمہارے درمیان مین یہ قرآن ہے۔ اِس کے حکم
کے موافق تم بھی کرو ہم بھی کرین۔ اسی پر فیصلہ ہے۔ حضرت علی نے سُنکر فرمایا کہ یہ دمشق والونکا فریب ہے ہم نہین مانین گے
مسلمان جس طرح لڑتے ہین لڑے جاوین تھوڑی دیر کی بات ہے۔ اِس اثنا مین لشکر مین اختلاف پڑگیا۔ بعض کی رائے ہوئی
لڑنا نہین چاہئے قرآن کی مخالفت کیونکر کرین۔ غرض دو دلی مین لڑائی ملتوی ہوئی۔ بالآخر قرار پایا کہ دونون طرف سے
ثالث مقرر ہو جاوین۔ جب فریقین نے مان لیا حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت علی کے ثالث اور عمرو بن عاص امیر معاویہ
کے ثالث مقرر ہوئے موسیٰ سیدھے سادھے مسلمان تھے اور عمرو بن عاص بہت تجربہ کار دانشمند تھے۔ اِس قراردا
کے بعد عمرو ابن العاص نے موسیٰ سے کہا کہ بھائی ابو موسیٰ یہ جو ہزارہا مسلمان قتل ہوئے ان کے قتل کا سبب حضرت
علی اور امیر معاویہ ہین۔ میری رائے تو یہ ہے کہ یہ دونون معزول کردئے جائین۔ کوئی اور مسلمانون کا حاکم قرار پائے۔ یہ تو
سیدھے سادے مسلمان تھے بے تکلف مان گئے۔ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ اس گفتگو کے بعد ثالث اپنے اپنے مقام پر آئے طرفین کو یہ
گفتگو معلوم ہوگئی۔ حضرت علی کے لشکر مین سے بعض صاحب حضرت موسیٰ کو سمجھاتے رہے کہ صبح کو رائے ظاہر کرنے کے
لئے تم اول منبر پر نہ چڑھ جانا۔ ہمین عمرو عاص کا کید معلوم ہوتا ہے پہلے عمرو ابن عاص کو اپنی رائے ظاہر کرنے دینا۔ موسیٰ
ہان ہان کرتے رہے صبح کو دونون لشکر جمع ہوئے۔ منبر رکھا گیا ثالث آئے۔ عمرو بن عاص نے کہا۔ بھائی موسیٰ تم
بڑے ہو۔ مین پیش قدمی نہین کر سکتا۔ پہلے آپ منبر پر چڑھین۔ ان سے کچھ بن نہ پڑی۔ منبر پر جا کھڑے ہوئے اور
کہدیا کہ مین نے حضرت علی رضہ کو معزول کیا۔ عمرو بن عاص نے منبر پر چڑھکر کہا کہ مسلمانو! مین نے امیر معاویہ رضہ کو قائم
کیا۔ یہ سنتے ہی لشکر مین غوغا ہوا قریب تھا کہ تلوار چل جائے۔ مگر حضرت علی رضہ نے لشکر والون کو روک دیا کہ معاہدہ سے
پھرنا خلاف ہے۔ امیر معاویہ مع لشکر شام اُسی وقت دمشق کو چلدیئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُسی مذبذب حالت
کوفہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے۔ ۱۲ مصباح۔ مترجم
بیان: تجویز و فیصلۂ ثالثی سے جو اشخاص ناخوش ہوکر اور حضرت علی سے ناراض ہوکر اُنکے لشکر سے (بقیہ صفحۂ آئندہ)

اور عبدالرحمن (ابن ملجم) تھے آپس مین مشورہ کرکے یہ سازش کی کہ علی۔ معاویہ۔ عمرو العاص کو جن کی وجہ سے یہ سب جنگ وجدل ہوئے ہین۔ اور اسلام مین اس قدر تفرقہ پڑگیا ہے اِن کو ایک ہی مقرر دن پر قتل کرڈالنا چاہیئے۔ چنانچہ اس تجویز کو عمل مین لانے کے لیے برک دمشق کو گیا اور معاویہ پر جمعہ کی نماز مین حملہ کیا۔ مگر یہ حملہ مہلک ثابت نہین ہوا۔ معاویہ کو زخم خفیف پہنچا۔ عمر مصر گیا اور اُسی مقررہ وقت پر مسجد قاہرہ مین داخل ہوا اور اُس نے ایک شخص مسمیٰ کریجہ کو قتل کرڈالا جس کو کہ اُس نے غلطی سے جنرل عمر خیال کرلیا عبدالرحمن تیسرا سازشی کوفہ گیا اور جس وقت کہ حضرت علی رض مسجد مین داخل ہو رہے تھے اُس نے اُن کے سر پر ضرب تلوار رہا کی۔ علی رض زخمی ہوکر زمین پر گر پڑے اور اُسی زخم کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوا یہ واقعہ سنہ ۶۶۱ء مین ہوا۔ کوفہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر علی رض کو دفن کیا گیا اور بہت عرصہ کے بعد انکی قبر پر ایک عالیشان مقبرہ بنایا گیا جو کہ شیعہ زایرین کی اب ہر دلعزیز زیارت گاہ ہے اور اب وہان ایک شہر بھی آباد ہوگیا ہے جس کا نام

قتل حضرت علی رض

(بقیہ صفحہ گذشتہ) علحدہ ہوگئے اُن سے خارجیون کی ابتدا ہوئی ہے یہ تینون شخص بھی منجملہ اُن غدارون کے تھے جو تجویز ثالثی کے بعد جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علی کی رفاقت سے بھاگ گئے تھے بعد جنگ صفین جب حضرت علی رض کوفہ کی جانب چلے اثناے راہ مین یہ خبر سُنی کہ نہروان مین ایک گروہ خوارج باغیان نے بہت شور او فساد برپا کر رکھا ہے حضرت علی نے اپنے مصاحب کو دریافت حال کے لئے بھیجا اُن لوگون نے مصاحب کو مع اُسکے ہمراہیون کے قتل کرڈالا۔ حضرت علی نے یہ سُنکر نہروان کی جانب کوچ کیا چار ہزار آدمی جمع ہوکر مقابلہ کو آئے مگر ایسا موقع آپڑا کہ وہ سب حضرت علی رض کی فوج کے نرغہ مین آگئے چار ہزار مین سے کل ۹ آدمی زندہ بچے جو مکہ معظمہ کی طرف بھاگ گئے باقی سب تہ تیغ بیدریغ ہوئے۔ منجملہ ان نوکے تین شخص یہ بھی ۱۲ مصباح مترجم

نوٹ حضرت علی رض نے حضرت امام حسن ع کو منجملہ اور وصیتون کے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ ہمارے جنازے کو کوفہ کے میدان مین رات کے وقت ریگستان مین پوشیدہ طور پر دفن کرکے زمین کو ہموار کردینا کہ مزار کا نشان نمودار نہ رہے کیونکہ اِن معرکون مین دس ہزار غدار خاص ہماری ذوالفقار سے قتل ہوئے ہین اور یہ تمام ملک ہماری جان و مال کا دشمن بنگیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے مزار سے بدلہ لینے مین درگذر نکرینگے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ اِس میدان مین شکار کھیلنے آیا۔ کتے اور باز شکار پر چھوڑے وہ شکار پر نہ چلے اُسوقت ہارون الرشید نے بوڑھے آدمی جمع کرکے تحقیقات کی تو اُنھون نے بتلایا کہ اِس میدان مین علی رض کی بے نشان قبر ہے۔ تب ہارون الرشید نے تلاش کے بعد ایک مکان عالیشان بنوایا اور نجف اشرف سے موسوم کیا۔ ۱۲ مصباح۔

مشہد علی ہے یعنی علی کا مقبرہ - علی کی وفات پر اُن کے بڑے بیٹے حسن خلیفہ منتخب ہوئے -
لیکن اُنہوں نے اِس قرارداد پر عہدۂ خلافت سے استعفاء دیدیا کہ بعد وفات معاویہ کے حسن رض
پھر اُس کے جانشین خلیفہ ہوں گے - مگر معاویہ کو اور تجویز مدنظر تھی - اُنکی یہ خواہش ہوئی کہ میرے

بنی امیہ کی خلافت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا

؎ بعد شہادت امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے جو ۲۰ رمضان سنہ ۴۰ ہجری میں جمعہ کے دن عبدالرحمن (ابن ملجم) کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۲۲ رمضان سنہ صدر کو کوفہ میں حضرت امیرالمومنین امام حسن ع خلیفہ منتخب ہوئے اور اُنکے ہاتھ پر چالیس ہزار مسلمانوں نے بلا تامل بیعت خلافت کی - عمر آنجناب اُسوقت سینتیس برس کی تھی - بعد ازاں آنجناب نے عبداللہ ابن عباس کو عامل بصرہ مقرر فرمایا - یہ خبر معاویہ کو پہنچی - اُسنے دو آدمی روانہ کئے ایک بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تاکہ اخبار نویسی کریں اور لوگوں کو بتالیف قلوب بہکا دیں - یہ حال حضرت امام حسن پر کھلا تو آنجناب نے اُن دونوں کو قتل کرا یا تاکہ عبرت ہو جاوے تفریح الاذکیا میں تحریر ہے کہ ان دونوں کو قتل کرا کے امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا کہ اگر تو ارادہ لڑائی کا رکھتا ہے تو میں حاضر ہوں - سو امیر معاویہ بالشکر شام مقابل ہوئے اور آنجناب بھی چالیس ہزار آدمی کے ہمراہ امیر معاویہ کے مقابلہ کو تشریف لیگئے اور فوجوں کا مقابلہ ہوا - اُسوقت اللہ نے خود بخود حضرت امام حسن رض کے دل میں ڈالا کہ دونوں فرقوں میں غلبہ کسیکو نہیں ہوگا اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو جاویگا - اس لیئے امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ ہم امارت دنیا تجھکو سپرد کرتے ہیں بچند شروط -

اور بخاری نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لشکر عظیم الشان معاویہ ابن ابی سفیان پر بھیجا تو عمر ابن عاص نے کہا کہ اے معاویہ یہ لشکر ایسا نہیں ہے کہ بلا جدال و قتال پھر جاوے - ہزاروں کا خون ہوگا - معاویہ نے کہا کہ اگر لڑائی ہوئی تو ہزاروں مسلمان مارے جاوینگے اور کوئی باقی نہ رہے گا جو مسلمانوں کی آبرو کی حفاظت کرے - لہذا عبدالرحمن ابن عامر اور عبدالرحمن ابن سمرہ کو جناب امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا اور سمجھا دیا کہ تم دونوں حاضر ہو کر آنجناب کے حضور میں بحسن تقریر عرض کیجیو اور مجھکو طلب کرائیو اور جسطرح ہو سکے صلح کی تدبیر کیجیو - چنانچہ اُنہوں نے حاضر ہو کر ہر طرح التماس کیا - مگر آنجناب نے جوابات اول عذر آمیز فرمائے - پھر اُنہوں نے کہا کہ معاویہ کی یہ عرض ہے کہ جس طور سے آپ ارشاد کریں مجھکو قبول و منظور ہے - حضرت نے فرمایا اُن شرائط کا ضامن کون ہوتا ہے اُن دونوں نے کہا کہ ہم ضامن ہیں سب شرائط قبول کرتے ہیں بجالاوینگے -

حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ صلح آنجناب کی طرف سے واقع ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یعنی ابنی ہذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین کما روی البخاری فی صحیحہ - اس مقام سے معلوم ہوا کہ صلح آنجناب کی طرف سے بسبب قلت اور ذلت کے نہ تھی بلکہ آنجناب بازو ئے فوج و حشم غالب تھے اور حق بھی جانب امام تھا - مگر جب چھ مہینے خلافت حقہ پر گزر گئی تو حضرت کے دل میں الہام ہوا اور یہ حدیث یاد آئی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد و صححہ ابن حبان - اور وہ تیس برس

بعد بیسرا بیسر صلبی یزید بیسرا جانشین ہووے۔ معاویہ کی ترغیب پر علی رض کی وفات سے آٹھ برس کے
بعد حسن رض کو اُن کی بی بی نے زہر سے مار ڈالا اور عائشہ رض جو علی رض کے خاندان کے لئے مشکل
عذاب موکل کے تھین وہ بھی چند برسون کے بعد مر گئین۔ اور کہتے ہین کہ امیر معاویہ نے اُنکو مروا
ڈالا۔ معاویہ کے انتقال پر اُن کا بیٹا یزید بغیر انتخاب کے اُن کا جانشین ہوگیا۔ اور اس طرح سے
خاندان بنی اُمیہ تخت خلافت پر متمکن اور قایم ہوگیا۔ یزید کے خلیفہ ہوتے ہی (حضرت) علی رض
کے خاندان کے طرفدارون نے بغاوت شروع کی اور حسین ابن علی کو کوفہ والون نے خفیہ طور
سے بلوایا کہ آپ مکہ سے یہان آجاوین اور ہمارے پیشوا بنئین۔ یزید کو اس مجوزہ بغاوت کی عین
موقع پر خبر ہوگئی اور اُس نے موجودہ گورنر کوفہ کو موقوف کر کے اسکی جگہ عبیداللہ کو مقرر کر دیا
جو ایک بڑا ظالم اور خونخوار آدمی تھا عبیداللہ (ابن زیاد ۱۲) نے مسلم کو گرفتار کرلیا جسکو امام حسین نے بطور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) گذر گئے تو اب وقت ملوک وسلاطین کا آگیا ایسا نہو کہ مین اُنمین معدود ہو جاؤن۔ لہذا از خود صلح فرمائی بالجملہ جب صلح امام کیطرف سے موافق ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوگئی۔ تو آنجناب نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا۔ ‘‘کہ مین نے ولایت مسلمانون کی معاویہ کے تفویض کی باین شرط کہ مطابق قرآن وسنت رسول وسیرت خلفائے راشدین عمل کرے اور اسکو یہ اختیار نہین کہ یہ امر بعد اپنے کسیکو تفویض کرے بلکہ مسلمانون کی رائے پر چھوڑ دے’’ وغیرہ‘‘ یہ وثیقہ صواعق محرقہ وغیرہ کتب معتمدہ اہل سنت مین بالتفصیل موجود ہے۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی یا حدیث بھی حرف بحرف پوری ہوئی ‘‘کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی اور پھر بادشاہت ہو جاویگی’’ چنانچہ خلفاء راشدین کے بعد خلافت دینی اور دنیوی امور مین پھر ایک ہی شخص مین مجتمع نہین رہی۔ دنیوی انتظامات کیلئے بادشاہ اور ملوک تخت نشین ہونے لگے اور امام اور مجتہدون نے دینی معاملات کی اشاعت اور ترویج اختیار کی۔ یزید ابن معاویہ اور مروان کے اغوا سے امام حسن کو اُنکی بیوی جعدہ نے زہر دیا جس کی وجہ سے سنہ ۴۹ ہجری مین آپ شہید ہوئے ۱۲ مصباح۔ مترجم

سلہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مسٹر پامر نے نہ معلوم کر جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُنکے خاندان کا دشمن کیوں تحریر کیا ہے۔ سوائے تعصب یا غلط بیانی کے اسے اور کیا کہا جائے۔ حالانکہ گزشتہ نوٹون مین کتب سیر سے معتبر طور پر ہم یہ ثابت کر آئے ہین کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمن نہ تھین۔ اور امیر معاویہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرفداری مین لڑنے کا ارادہ کیا تہا اور جنگ جمل کی شرکت سے کس قدر پشیمان تھین۔
آگے چلکر مسٹر پامر نے حضرت عائشہ رض کی نسبت لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے اُنکو مروا ڈالا یہ بات بھی غلط ہے ۱۲ مصباح

اپنے سفیر کے کوفہ مین بھیجدیا تھا اور ہانی کو بھی گرفتار کرلیا جس کے گھر مین مسلم چھپے تھے اور جبکہ کوفیون کے ایک گروہ نے جمع ہوکر اُس کے محل کو گھیرلیا اور مسلم اور ہانی کی رہائی کے لئے غل مچایا عبیداللہ نے بجاے اُن کے رہا کرنے کے یہ حکم دیا کہ اُن دونون کے سر کاٹ کر محل سے نیچے مجمع مین پھینک دئے جائین۔ اس اثنا مین (حسین رض) بھی بابل کی سرحد تک آگئے تھے وہان حُر مع سوارون کے ایک دستہ کے اُن سے ملا حُر نے حسین رض سے کہا کہ عبیداللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ مین آپ کو کوفہ لیچلون اور جبکہ حسین رض نے اُس کے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو حُر نے کہا کہ آپ جس راہ سے چاہین کوفہ کو چلے جاوین اور اپنی فوج کو پیچھے ہٹا لیا تاکہ (حضرت) حسین ع آسانی سے تشریف لیجاوین۔ رات بھر حُر مع اپنے سوارون کے گشت کرتا رہا اتنے مین اُس کے پاس ایک سوار یہ حکم لایا کہ (امام) حسین رض کو ایک کُھلے اور غیر محفوظ میدان مین گھیر لاوے اور اُس وقت تک گھیرے رہے کہ شام سے اور فوج آکر اُنکو گھیر لیوے۔ دوسرے دن عمر کوفے سے چار ہزار فوج کے ہمراہ آیا۔ اور حسب الحکم عبیداللہ کے دریائے فرات کے متوازی میدان کربلا امام حسین رض کے لشکرگاہ کو گھیر لیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اپنے تئین بلاشرائط سپرد کردین۔ امام حسین ع نے اِس بات سے انکار کر دیا اس پر طرفین مین جنگ شروع ہوگئی۔ امام حسین اور اُن کے چند ہمراہی اور دوست واحباب کچھ عرصہ تک تو دشمنون کے حملہ کی مدافعت کرتے رہے لیکن آخرکار یہ سب لوگ مع امام حسین کے شہید[1] ہوگئے۔

آنحضرت نے کل اقوام عرب کو ایک متحد قوم بنایا اور تہذیب سکھائی

حضرت محمد صاحب کی کامیابی ترویج مذہب اسلام مین اور مسلمانون کا اس قدر بے نظیر جنگی عظمت حاصل کرنے کا سب سے بڑا سبب درحقیقت یہ ہی کہ اُنھون نے تمام جنگجو اقوام عرب کو جو ساری عمر کبھی نہین ملتی تھی آپس مین ملاکر ایک متحد قوم بنا دیا۔ اور اُن کو یہ سکھایا کہ اُن کی ایک ہی قوم ہے اور سب کو قومی اتفاق رکھنا چاہئے۔ اور محمد صاحب کی وجہ سے تمام تفرقہ اور حسد اور خانہ جنگیان جو عرب کی قومون مین رہا کرتی تھین وہ سب یکقلم اور یکدم بالکل غائب ہوگئین۔

[1] ایک مشہور و معروف واقعہ ہی اسلئے اِس پر نوٹ لکھنا ضروری نہین معلوم ہوا ۱۲ اصلاح مترجم

خلفائے راشدین کی سادگی

اول کے چار خلفائے راشدین جنکو کہ مسلمان جائز اور مستحق اور صحیح خلیفہ کہتے ہین گو کہ وہ کامل طور سے مطلق العنان تھے اور اُن کی حکومت بالکل خود مختاری کی حکومت تھی مگر وہ ہمیشہ مثل ریگستانی شیخ کے رہے اور بے تکلف امیری کی اور اپنے عادات اور طریقون کو کبھی ترک نہین کیا اُن کی پوشاک ایک موٹے کپڑے کی عبا ہوا کرتی تھی یا بالون کا بنا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالا چغہ ہوتا تھا یا بھیڑ کے چمڑے کی چادر کندھون پر پڑی رہا کرتی تھی اور پیرون مین چمڑے کا جوتہ مثل سلیپر کے ہوا کرتا تھا (سلیپر اس قسم کا جوتا ہوتا ہے کہ صرف اُسمین تلا چمڑے کا ہوتا ہے اور اوپر چمڑے کے تسمے لگے ہوتے ہین) اس وضع سے مسلمانون کے یہ بادشاہ بازارین پھرا کرتے تھے اور ایک شخص بھی اُن کی جلو یا اُن کی اردلی مین اُن کے ہمراہ نہین ہوتا تھا اور لوگون کی فریادین اور شکایتین سنا کرتے تھے اور جو لوگ اُن کے طرز حکومت پر نکتہ چینیان کرتے یہ وہ بھی سنتے تھے اور بعض اوقات یہ نکتہ چینیان بڑے سخت اور اشتعالک وہ الفاظ مین بیان کی جاتی تھین۔ مگر اُن سب کو یہ خلفائے اربعہ بڑی خاموشی سے سنتے تھے۔

اُن کا عہدہ یا رتبہ جیسا کہ خود خلیفہ کے نام سے ظاہر ہے پیغمبر صاحب کی جانشینی کا تھا اور اس لئے اُن کے فرائض منصبی دینی اور فوجی دونون قسم کے تھے اور جمعہ کے دار الخلافہ کی جامع مسجد مین نمازیون کو وہ خود درحقیقت نماز پڑھایا کرتے تھے

ذیل کی حکایت سے اُن کی سادہ طرز زندگی اور بے تکلف امیری کا احوال اور نیز اُن تعلقات کی کیفیت جو اُن کو اپنے پیرون کے ساتھ تھی پوری پوری معلوم ہوتی ہے۔

سلہ اول کے چار خلفا و راشدین سنے اپنی خلافت کے عہد مین پرہیزگاری کے ساتھ دینداری کو کام فرمایا اور خدا ترسی اور عدل گستری۔ جہانبانی و فیض رسانی کو کام مین لائے۔ اُن مین سے کسی نے خلافت کے ذریعہ سے دنیاوی شان و شکوہ عیش و عشرت کو روا نہین رکھا۔ سوائے تعمیر مساجد عالیشان کے کبھی اپنا ایوان بلند نہین بنوایا خلافت کی آمدنی کو بیجا ضروری سے زیادہ خرچ نہین کیا بلکہ بذاتہ روزی پیدا کرکے کھانے مین دریغ نہین فرمایا چنانچہ خلیفہ اول با این ہمہ اقتدار و دولت و صولت بکریون کا ریوڑ پالتے اور چراتے رہے۔ خلیفہ دوم اینٹین بنواتے اور پکواتے اور اُنکی فروخت سے اپنا کام چلاتے رہے خلیفہ سوم تجارت کرتے رہے۔ خلیفہ چہارم متوکل "الفقر فخری" پر قائم رہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

خلفاء راشدین کی سادگی کی ایک حکایت

ایک دفعہ خلیفہ دوم عمرؓ ابن الخطاب کو ملک یمن سے ایک نہایت عمدہ دیبا کا کپڑا بطور پیشکش کے آیا جسکو اُنہون نے سب مسلمانون مین تقسیم کردیا اُس کے دوسرے دن جبکہ عمرؓ ممبر پر چڑھ کر وعظ کہہ رہے تھے اور لوگون کو جہاد کی ترغیب دلاکر نصیحت کر رہے تھے کہ اتنے مین حاضرین مین سے ایک شخص اُٹھا اور خلیفہ دوم سے عرض کیا کہ مین آپکے احکام نہین سنتا اور نہ اُنکی تعمیل کرونگا۔ خلیفہ دوم نے دریافت کیا کہ کیا وجہ۔ اُس نے عرض کیا کہ یمن سے جو دیبا کل آیا تھا تو مین دیکھتا ہون کہ آپ اُس کپڑے کا ایک کرتہ پہنے ہوے ہین اور جو کہ آپ ایک طویل القامت آدمی ہین جبتک کہ آپنے اپنے حصہ سے زیادہ نہ لیا ہوگا تب تک آپ کا کرتہ اُس کپڑے کے حصہ رسدی مین سے ہرگز نہین بن سکتا تھا۔ اس بات پر عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پکارا تاکہ وہ اُس شخص کا غیر واجبی شبہ رفع کر کے خلیفہ دوم کو اس شبہ سے بری کرے۔ اُس وقت عبداللہ نے اُس مجمع کے روبرو بیان کیا کہ میرے باپ کے حصہ مین سے جب اُن کے کرتہ مین کمی رہ گئی تب مین نے اُنکو اپنے حصہ مین سے تھوڑا سا کپڑا اُس کمی کے پورا کرنے کے لئے دیا اُس سے اُنکا کرتہ پورا ہوا ہے۔

سلطنت اسلام کی ترقی

اسلام مین ایسے ایسے سردار تھے جیسا کہ اُوپر کی حکایت مین بیان ہوا۔ اور بیحد جوش اور مذہبی سرگرمی تھی جو کہ محمد صاحب نے اُن مین پھونک دی تھی ایسے ہی سردارون کی رہنمائی سے مسلمانون کے لشکر براعظم ایشیا مین پھیل گئے اور کوئی اُنکی مزاحمت نکر سکا اور نہ اُن کے روکنے پر قادر ہو سکا۔ خسروان ایران کی عظیم الشان سلطنت اُن کے قبضہ مین بغیر جنگ وجدل ہی کے آگئی۔

جزیہ

اول۔ اول تو چونکہ عربون مین بت شکنی کی بڑی حرص اور آرزو تھی اور لوٹ مار کرنیکا بڑا شوق تھا وہ جس ملک مین جاتے تھے وہان بربادی اور ویرانی ہی ہوتی تھی اور علمی اور صنعتی خزانے جب اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے اُنکو یا تو منتشر کردیتے یا برباد کر ڈالتے تھے۔*

---

* مسٹر پامر کا یہ قول بالکل غلط ہے۔ پامر صاحب کا یہ اشارہ غالباً اسکندریہ کے کتبخانے کی بابت ہے جسکو کہ صدیون تک مورخین یورپ یہی جانا کہ عرب یعنی مسلمان فاتحون نے جلا دیا تھا۔ مگر آنکر کا رایڈورڈ گبن صاحب نے (بقیہ صفحہ آئندہ

اول اول تو اپنی فتوحات سے عربون کو فائدہ حاصل کرنے کا اچھے طور سے خیال نہ تھا سوائے رسم عرب کے کہ وہ ایسے سامان منقولہ کو ضبط کر لیتے یا چھین لیتے تھے جو بآسانی لیجایا جا سکے اور مفتوح قوم پر ایک ٹکس[2] لگا دیتے تھے اور جو شخص ٹکس ادا نہین کر سکتا تھا۔ یا ادا کرنا نہین چاہتا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ یہ کتبخانہ متعصب عیسائیون نے خود ہی جلا کر یہ الزام مسلمانون کے ذمہ لگا دیا تھا۔ مسلمان اس الزام سے بالکل بری ہین۔ اور کسی کتبخانہ کی بربادی مسلمانون کے ہاتھ سے ہونا کسی معتبر تاریخ سے ثابت نہین ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

[2] مسٹر پامر کا یہ کہنا ٹھیک نہین ہے کہ جو شخص یہ ٹکس ادا نہین کر سکتا تھا وہ قتل کر دیا جاتا تھا۔ یہ بات روایت اور درایت دونون طرح سے قابل قبول نہین تاریخون سے ظاہر ہے۔ کہ غیر مستطیع اشخاص سے یہ ٹکس ہرگز نہین لیا جاتا تھا مسٹر پامر ہی پر کیا منحصر ہے۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ علی العموم یوروپین مورخین جزیہ کا ذکر کرتے ہوئے درحقیقت تعصب کا آئینہ سامنے رکھ لیتے ہین جسکی وجہ سے اصلی واقعات پر بالکل پردہ پڑ جاتا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے جزیہ اور دیگر آمدنی سلطنت مسلمانان عرب کا حال تاریخ المامون سے انتخاباً ذیل مین درج کیا جاتا ہے

"ہر ایک قسم کی رقم جو عربون کی سلطنت اور خلافت کے زمانے مین خزانۂ شاہی مین داخل ہوتی تہین اُسکی چار قسمین تہین

(۱) خراج (۲) عشر (۳) جزیہ (۴) زکوٰۃ

اول۔ جو زمین نہرون کے قدرتی پانی سے سیراب نہ ہوتی ہو۔

یا دوسرے جو زمین فوج کو (جس نے اُس حصۂ ملک کو فتح کیا ہے) تقسیم کر دی گئی ہو

یا تیسرے جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہون۔

ان تینون حالتون مین زمین عشری ہوتی تھی۔ یعنی اسکی پیداوار سے صرف دسوان حصہ وصول کیا جاتا تھا اور یہی اسکا خراج سمجھا جاتا تھا۔ مذکورہ بالا قسمون سے دو پچھلی قسم کی عشری زمین بہت کم تھی۔ ان تینون قسم کے علاوہ جو زمین تھی وہ خراجی تھی۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ مین ہو یا غیر کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین پڑتی ڈال دیتا تو اس سے کچھ نہین لیا جاتا تھا خراجی زمین مین ایسا نہین تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کے دوسرے سال کاشت کرتا تو ایک ہی سال کا خراج دینا کافی ہوتا تھا۔ اگر کھیتی کو کوئی آفت پہنچتی تو خراج معاف ہو جاتا جس زمین پر دکانین بنالی جاتی تہین وہ عموماً عشر اور خراج سے معاف ہو جاتی تھین۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسری مذہب والی رعایا سے جنکو اہل اسلام کی حمایت مین آجانے سے ذمی کا لقب ملا ہے قریب قریب یکسان متعلق تھے۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ مین ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا۔

خراج کی کوئی معین شرح نہ تھی۔ لیکن یہ اصول عامۃً ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت مین نصف آمدنی سے زیادہ نہ لیا جا سکے زکوٰۃ مسلمانون کے ساتھ خاص تھی اور سونے۔ چاندی۔ اونٹ گائے۔ بکری سب پر جداگانہ شرحین مقرر تہین

تھا اس سے کہتے تھے کہ یا اسلام قبول کرو یا موت۔

اس کے بعد بہت ہی جلد چونکہ اُن کی سلطنت نہایت عظیم الشان اور وسیع ہوگئی۔ اس لیے اب اس بات کی ضرورت واقع ہوئی کہ ایک باقاعدہ گورنمنٹ اور حکومت قائم کی جاوے اس لیے عرب گورنرون اور عرب جرنیلون کے لیے ایرانیون اور یونانیون کو مدد کے لیے مقرر کیا گیا اور صحرائے عرب کے سپاہیون نے اب بتدریج مہذب بننا اور جو تہذیب کہ اُن کے ملک کے چارون اطراف مین پھیلی ہوئی تھی اُسکو حاصل کرنا شروع کر دیا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حقیقت مین یہ نہایت سخت ٹکس تھا جسکو خود اسلام نے اپنے اُوپر گوارا کیا تھا۔

ذمیون پر جزیہ تھا گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلے مین تو گویا کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ دوسری قومون نے مسلمانون کو تعصب کا الزام دینے مین ہمیشہ بڑے زور و شور سے اسکا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہلکا ٹکس جس کے نام سے یورپین منصف کے دل مین مسلمانون کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات وقتاً جوش مارنے لگتے ہین زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ درہم یعنی عطے سالانہ تھا اور یہ تعداد بڑے دولتمند و نکے ساتھ خاص تھی متوسطین پر چھ روپیہ اور عام درجہ کے لوگون پر تین روپیہ سالانہ تھا۔ بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہون۔ لیکن فرمانروائے وقت کو حسب مصلحت وقت اختیار عام حاصل تھا کہ اُسکی شرح گھٹا دے یا بالکل معاف کر دے۔ لڑکے۔ بوڑھے عورتین مفلوج۔ معطل العضو۔ نابینا۔ ہر حالت مین مطلقاً معاف تھے۔ اس خفیف محصول کے عوض مین ذمیون کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانون پر فرض ہو جاتی تھی۔

ان آمدنیون مین سے زکوٰۃ کی آمدنی یا زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانون سے لیجاتی تھی اس لئے تھی کہ اُس سے اپاہج نادار مسافر اور اس طرح کے درماندہ لوگون کی اعانت کی جاوے۔ زکوٰۃ مین یہ قید تھی کہ خاص مسلمانون پر صرف ہو۔ لیکن اور کسی قسم کے صدقات مین جو مسلمانون سے لیے جاتے تھے کوئی تخصیص نہ تھی اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے دمشق کے سفر مین مجذوم عیسائیون کے لئے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ خدا کے اس قول مین کہ صدقات فقرا اور مساکین کے لئے ہین مساکین سے عیسائی اور یہودی مراد ہین۔ باقی خراج۔ عشر۔ جزیہ پبلک کامون یعنی سڑک پل۔ چوکیدارہ۔ تعلیم وغیرہ کے لئے خاص تھے۔ فوج کا صرف بھی اس آمدنی مین سے دیا جاتا تھا۔ ہارون اور مامون رشید اور تمام نیکدل بادشاہان اسلام کے عہد مین ٹیکس یا محصول یا جو کچھ کہو یہی تھا جسکا ذکر ہوا۔ انکم ٹکس انتہار کچہری کا ٹیکس۔ چونگی۔ شکرانہ۔ مدرسانہ چوکیداری۔ اسٹامپ وغیرہ کے نام بھی اُس زمانہ سے کوئی واقف نہ تھا

علوم و فنون کی ترقی

مسلمانون کی حکومت مین علوم و فنون و صنعت و حرفت نے مثل سابق کے پھر بڑی ترقی کی۔ لیکن ہمکو یہ بات فراموش کرنا نہ چاہیئے اور اسی طرح دیگر مورخین بھی کہتے ہین کہ یہ سب برکتین علوم کی عربون کی وجہ سے نہین ہین بلکہ عربون کی اجازت و سرپرستی سے موجود رہی ہین اور یہ بات صرف ایرانیون اور یونانیون کی وجہ سے تھی کہ یہ علوم و فنون باقی رہے

اول اول کے خلفا نے یعنی سلطنت اسلام کے ابتدائی زمانے مین صوبجات مفتوحہ کے نظم و نسق کلی۔ اس قدر دیسیون کے ہاتھ مین دے رکھے تھے کہ کچھ عرصے تک عرب حکام کی سرکاری خط و کتابت بھی یونانی ہی زبان مین تحریر کی جاتی تھی۔

ایرانی صناع اور کاریگر عربون کی مسجدین اور محلون کے نمونے یا نقشے تیار کرتے اور اُن کو نقش و نگار سے آراستہ کرتے تھے اور وہ خوبصورت نقش و نگار یعمارت جسکو ہم عربی وضع کا نقش و نگار کہتے ہین وہ ریگستان کی ناہموار چٹانون سے اختراع نہین کئے گئے تھے یعنی عربون کی ایجاد نہین ہے بلکہ اُسکو شیراز کے باغون نے سکھایا تھا۔ مراد یہ کہ اُس کے موجد اہل ایران تھے اور علم سائنس اور فلسفہ وغیرہ یہ یا تو ہندوستانیون نے یا یونانیون نے ایجاد کیا تھا۔

عبداللہ بن

معاویہ کی وفات پر یزید کا خلیفہ ہونا صرف علی رضہ کے خاندان کے پیروُن ہی کو ناگوار نہ تھا۔ بلکہ سب عربون کو ناگوار تھا۔ مکّہ مین ایک شخص عبداللہ ابن زبیر رہتے تھے۔ جن کا کئی وجہون سے مسلمان ادب اور لحاظ کرتے اور اُن سے محبت سے پیش آتے تھے۔ عبداللہ کے باپ زبیر بھی منجملہ اُن مسلمانون کے تھے جو سب سے اول مسلمان ہوئے تھے اور محمد صاحب کے چچازاد بھائی اور دلی دوست بھی تھے۔ یہ زبیر بڑے بہادر جنرل بھی تھے۔ ملک افریقہ زیادہ ترانکی وجہ سے فتح ہوا تھا۔ اور انھون نے مسلمانون کے لئے قسطنطنیہ کے قریب تک ملک فتح کرلیا تھا۔ زبیر کے بیٹے عبداللہ مدینے مین اُسوقت پیدا ہوئے تھے جبکہ (حضرت) محمد صاحب مدینے مین رہا کرتے تھے اور پیغمبر صاحب اُن سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور جبکہ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے تو پیغمبر صاحب نے بذات خود انکی تیمار داری کی تھی۔

حسین رضہ کی وفات کے بعد اہل مکہ نے عبداللہ کو خلیفہ مقرر کرلیا اور اُس کے تھوڑی عرصے کے بعد مدینے والون نے بھی اُن کو خلیفہ تسلیم کرلیا اور تھوڑے ہی عرصے مین کل ملک حجاز نے اُن کی حکومت تسلیم کی۔ یزید نے جو فوج مدینے کے فتح کرنے کے لئے بھیجی تھی اُس فوج نے مدینے کو فتح کرلیا تھا۔ لیکن مکہ ابھی تک فتح نہین ہوا تھا۔ یہانتک کہ خلیفہ یزید کی موت کی وجہ سے یہ محاصرہِ مکہ کا ختم ہوا اور فوج واپس چلی گئی۔

یزید اول کا فسق وفجور۔

یزید اپنے سادہ اور پابند مذہب مورث سے بالکل برعکس تھا۔ اُسکی حکومت مین جو تین برس چھ مہینے رہی اُس نے دنیائے اسلام کو اپنی بے اعتدالیون سے اپنے سے سخت متنفر کردیا تہا وہ علانیہ شراب پیا کرتا تھا۔ اور اپنے شعرون مین مذہبِ اسلام کے پاک مسئلون کے ساتھ تمسخر کرتا تھا اور اُن کی مذمت لکھتا تھا۔ اور جس بات کی کہ مذہبِ اسلام مین ممانعت آئی ہے یعنی اسلام مین جو باتین حرام ہین اُنکی تعریف بے حد اور توصیف بے انتہا کیا کرتا تھا۔ غرضکہ وہ علی الاعلان فاسق وفاجر تھا۔

جبکہ یزید مرگیا تو اُسکا بیٹا معاویہ محض لڑکا تھا چند مہینے مین اُس نے کہا کہ مجھسے خلافت اور بادشاہت کا بوجھ نہین اُٹھ سکتا۔ اِس سے مجکو معاف رکھا جاوے یہ بوجھ میری طاقت سے بہت زیادہ ہے۔ پھر اُس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اُس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد مرگیا۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ کسی نے زہر دیکر مار ڈالا۔

مروان کی خلافت

یزید کے مرنے سے جو موقعہ خلافت کے لئے ہوا تھا اُس سے عبداللہ ابن زبیر نے کوئی فائدہ نہین اُٹھایا۔ اور سرداران خاندان بنی امیہ نے مروان کو جو خلیفہ سوم (حضرت عثمان رض

لہ مروان ابن الحکم قرشی اموی ہے۔ اُسکی کنیت ابا عبدالملک ہی۔ یہ مروان حضرت عمرو بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دادا تھا جو مذہبِ اسلام مین مجدد اول اور نہایت نیک نفس آدمی ہوئے ہین۔ مروان سنہ ۲ ہجری مین پیدا ہوا تہا۔ کتاب الکمال فی اسماء الرجال مصنفہ مولٰنا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مین تحریر ہے کہ مروان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہین دیکھا۔ اسلئے کہ آنحضرت رسول مقبول صلعم نے اسکے باپ حکم کو شہر طائف کی طرف جلاوطن کردیا تہا۔ حکم مع اپنے پسر مروان کے اُس وقت سے تا زمانۂ خلافت خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ طائف کے اطراف ہی مین رہا۔ حضرت عثمان

ایک دوست اور عزیز تھا تختِ خلافت پر جانشینی کے لئے پسند کیا مروان کو اسکی بیوی نے
مار ڈالا اور اُس نے بہت ہی کم عرصہ یعنی صرف نو مہینے تک حکومت کی۔ مروان کی حکومت کے
دوران مین مختلف فریق اور قومون مین طاقت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی خونریز
لڑائیان ہوتی رہین اور تمام سلطنت مین بدانتظامی و بدامنی پھیل گئی۔ علاوہ ابن زبیر کے جو مکہ مین
تھے کوفہ کے آدمی یعنی پیروان خاندانِ علی رض اور خارجی جو علی رض سے جنگ صفین مین علیحدہ ہو گئے
تھے یہ سب برسرِ جنگ تھے اور انکی وجہ سے سلطنت مین فتور پڑا ہوا تھا۔ نا اتفاقی کے عنصر صرف
یہی لوگ نہ تھے کیونکہ مسلمانون مین ایک وقت پیدا کرنے والا سبب اور بھی موجود تھا۔ اور جو اسی قدر
عظیم الشان اور قوی تھا جیسے کہ عرب اور ایرانیون مین قومی نفرت تھی۔ یعنی یہ وہ دشمنی تھی جو ایک
طرف خالص خانہ بدوش عرب قومون مین تھی جو مضرؔ کو اپنا مورث بیان کرتے ہین اور قریش بھی جسکی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) رضی اللہ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے حکم کو مدینہ منورہ مین بلا لیا۔ اُسکے ساتھ ہی مروان بھی آیا
پھر یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاص منشی مقرر ہو گیا اور اسکی وجہ سے جس قدر کشت و خون اور فساد اور فتنے مسلمانون مین ہوئے
ہین وہ سب حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نوٹ مین اس سے پیشتر تحریر کر دیا گیا ہے۔ مروان نے بہت سے صحابیون
سے اس سے روایت کی جس مین عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین رضی اللہ عنہما ہین۔ مروان ۶۵ برس کی عمر مین بمقام دمشق زہر
سے مارا گیا۔

یہ علی ابن حسین رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہین اکمال فی اسماء الرجال مین آپکے حال مین تحریر ہے کہ ابن عیینہ
نے کہا ہے کہ علی ابن حسین نے آخری حج کے لئے جب احرام باندھا تو منہ آپکا زرد ہو گیا اور کانپنے لگے اور لفظ لبیک نہ کہہ سکے
آپ سے دریافت کیا گیا کہ لبیک کس لئے نہین کہتے؟ فرمایا کہ ڈرتا ہون کہ لبیک ، زبان سے نکالون اور وہان سے یہ جواب نہ آوے
کہ لا لبیک۔ آپ سے کہا گیا کہ حج مین لبیک کہنا تو منجملہ مناسک حج کے ہے اور کہنا ضروری ہے۔ یہ سنکر آپنے لبیک کہا۔ مگر یہ لفظ کہتے
ہی آپ پر غشی طاری ہو گئی اور اپنی سواری سے آپ اُسی حالت مین نیچے زمین پر گر پڑے مگر غش سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا
غش پہ غش آتا رہا۔ یہانتک کہ آپنے اسی حالت مین قضا فرمائی ۹۴ھ ہجری مین آپ کا انتقال ہوا۔ ۱۲ مصباح۔ مترجم

ملہ رسول مقبولؐ مضر کی ۱۰ وین پشت مین ہین جیسا کہ نسب نامہ سے ظاہر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ
ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ
بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان وغیرہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مورثان مین سے ۱۱ مورث کا لقب قریش
پڑ گیا تھا بوجہ اُسکے کہ اُنکا اپنی تمام قوم پر غلبہ اور دبدبہ بہت تھا۔ اور قریش ایک جانور دریائی کو کہتے ہین جو بہت ہی بڑا ہوتا ہے
اور کوئی جانور اُسکا شکار نہین کر سکتا اور وہی سب پر غالب رہتا ہے سو اُسکو بسبب غلبہ کے قریش کہتے ہین۔ انہین فہر

اولادین ہین گو کہ بہت عرصہ سے قریبًا کہ مین سکونت پذیر ہو گئے ہین - اور دوسری طرف شاید کچھ تہذیب یافتہ یمن کی قومین تھین - ان دونون فریقون مین پُرانے زمانے سے ایسی سخت دشمنی اور عناد آپس مین چلا آتا تھا جو نا قابل رفع تھا اور گو مذہبی جوش اور آرزوئے فتحمندی سے ان دونون فریقون کو کچھ عرصے کے لئے آپس مین ایک دوسرے سے متفق کر دیا تھا - لیکن اُنکی خفیہ دشمنی کی دبی ہوئی آگ بھڑک کے شعلہ پیدا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھی -

دوسرا بہت بڑا سبب خطرہ کا سلطنت کو یہ تھا کہ صوبجات کے عاملون (گورنرون) کو فوجی اختیارات بھی تفویض ہوتے تھے اور یہ فوجی اختیارات گورنرون کو اکثر اس بات کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ خلیفہ کی حکومت سے مقابلہ کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اور اپنے تئین خود مختار سمجھتے تھے - اس طور سے مذہبی جوش - قبیلون کی دشمنی - قومی عناد - خانگی فساد - اور ذاتی خواہشین یہ سب باتین اس بات کا خوف دلا رہی تھین کہ وہ عالی شان عمارت جسکو محمد صاحب (صلعم) اور اُن کے جانشینون کی فتحمندیون نے تعمیر کرایا تھا خراب ہو جاویگی -

خاندان بنی امیہ کی کامیابی کا سبب یہ تھا کہ اُن مین سخت پابندی مذہب - اور فرائض کی انجام دہی کا خیال - نیکیان - اور غیر زائل بہادری اور شجاعت تھی - جو کہ سرداران صحرا مین خلقی طور سے ہوا کرتی ہے - لیکن جب کہ بنی اُمیہ کو عروج ہوا وہ عیش و عشرت مین پڑ گئے اور اس طرح اُن کی سادگی کی امیری اور بے تکلف طرز زندگی جاتی رہی اور شاہانہ عیش و عشرت کا طریقہ اختیار کر لیا تو اُن پر فورًا زوال اور ادبار آگیا -

خلیفہ عبدالملک

مروان کے مرنے کے بعد اُسکا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا - اُس نے ان تمام بدانتظامیون بدامنیون - خانہ ویرانیون اور خانہ جنگی کے روکنے کا کچھ انتظام کیا - یہ خلیفہ نہایت اُلوالعزم اور صاحب لیاقت تھا - سلطنت کو طاقتور اور عظیم الشان اور مضبوط بنانے کی ترکیبون سے پورے طور سے واقف تھا - اور سرکاری کاغذات کی زبان یعنی وہ زبان کہ جس مین سلطنت کے امورات اور واقعات تحریر کئے جاتے ہین وہ ابتک فارسی زبان تھی - اس خلیفہ نے فارسی کی بجائے عربی زبان کو سرکاری

نیابت مقرر کیا گفتگو اور تقریر کی آزادی جو خلفائے سابقین نے اپنی رعایا کو عطا کی تھی وہ رعایت اُس نے حسد سے موقوف اور منسوخ کر دی اور عرب کے صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

حجاج بن یوسف

الحجاز[۵] کو جو ایسا ظالم اور خونخوار حاکم تھا کہ تواریخ اسلام میں اُس سے زیادہ کوئی خونخوار اور ظالم نہیں مل سکتا عبدالملک نے مکہ میں بھیجا جس نے مکہ کو فتح کر کے عبداللہ بن زبیر کو سنہ ۶۹۲ء میں مروا ڈالا۔

عبدالملک نے تخت نشینی سے پہلے مدینہ میں دین الٰہی اور علم دین اس قدر محنت سے حاصل کیا تھا کہ اُسکا لقب مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ مثل اُس پرندہ کے وہ اُس پاک مزار سے کبھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ رات دن وہیں رہتا تھا اور قرآن شریف پڑھا کرتا تھا جب کہ اُسے اُس کے باپ مروان کے مرنے کی خبر اور اُس کے تخت نشین ہونے کی اطلاع دیگئی تب اُس نے قرآن شریف کو جس کو وہ اُس وقت پڑھ رہا تھا یہ کہکر بند کیا کہ "اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں" اور اُس کے بعد وہ بالکل سلطنت کے کاموں میں مصروف اور مشغول ہو گیا عبدالملک بن مروان کا سب سے بڑا عظیم الشان کام بیت اللحم کی چٹان[۶] پر قبہ کی عالیشان عمارت

---

۵ مسٹر پامر نے الحجاز لکھا ہے۔ دراصل نام حجاج ہے۔ یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ خلیفہ عبدالملک نے بعد اس کے اُسکو عراق کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اُسکا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر ائمہ مذہب اور پیشوایان دین پر تھیں صحابۂ کرام اور عامۂ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے اُس کے ظلم کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ جو عمر بن عبدالعزیز نویں خلیفہ خاندان بنی اُمیہ نے کی ہے کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب ملکر اپنے اپنے زمانے کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لاویں تو البتہ ہمارا پلہ بھاری رہے گا) بے سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہے۔ مرد عورت سب کو ایک زنجیر میں اس نے قید کیا۔ صحرا نشین لوگوں کے ہاتھ پر اُنکے اور اُنکی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔ سب سے پہلے جس کے دربار میں ہزار خوان کھانے کے اہل مجلس کے سامنے رکھے گئے وہ یہی حجاج ہے۔ ۱۲۔ مصباح احمد مترجم

۶ بیت المقدس میں مسجد اقصےٰ کے اندر یہ چٹان ہے اسکا نام صخرہ ہے اول اول سب مسلمان نماز صخرہ بیت المقدس کی جانب پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلعم نے بھی بعد ہجرت ۱۶ یا ۱۷ مہینے طرف صخرہ شریفہ کے نماز پڑھی (بقیہ بصفحہ آئندہ)

کی تعمیر کرانے کا ہے۔ یہ عمارت کو خاص کر پولیٹیکل ضرورتوں کی وجہ سے بنائی گئی تھی۔ اور نیز اس غرض سے تاکہ حاجی مکہ (شریف) کو نہ جایا کریں جو اس کے حریف عبداللہ بن زبیر کا دار الخلافہ تھا۔ تاہم یہ عمارت اُسکی فیاضی کی ہمیشہ رہنے والی یادگار ہے۔

عبدالملک کی وفات پر تخت خلافت پر اُسکا بڑا بیٹا ولید اس شرط سے جانشین ہوا کہ ولید کی وفات پر تختِ خلافت پر عبدالملک کا دوسرا بیٹا سلیمان ولید کا جانشین ہووے مگر ولید یہ چاہتا تھا کہ میرا بیٹا عبدالعزیز میرے بعد جانشین ہو اسلئے ولید نے سابقہ انتظام کو یعنی اپنے بھائی سلیمان کی جانشینی کو منسوخ کرنا چاہا۔ حجاج اور دوسرے سرداروں کی مدد سے ولید نے اپنے برادر سلیمان سے حقِ خلافت کا باضابطہ باز دعویٰ لینے کی تدبیر نکالی۔ سلیمان نے یمنی سرداروں سے مدد چاہی۔ آپ ہر دو فریقین کے چھپے ہوئے حسد اور غصہ کی دبی ہوئی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بعدازان بحکم وحی کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے لگے۔ مسجد اقصیٰ کی بنا حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی تھی۔ پھر دوبارہ اُسکو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی رفعت و شان کے ساتھ بنائی اور نیز ایک زمردین قبہ طلائی تیار ہوا۔ دنیا کے بڑے بڑے عجائبات سے یہ عمارت ہی۔ صخرہ شریف اُسکے اندر تھا اور وہ عمارت (۴۰۰) برس تک قائم رہی پھر ۷۰۰ سال قبل مسیح علیہ السلام کے بخت نصر بادشاہ فارس نے مسجد اقصیٰ پر فوجکشی کی اور بنی اسرائیل کو قتل اور ہلاک کیا۔ شہر اور مسجد اقصیٰ کو جلا دیا اور ڈھا کر پاٹ ڈالا اور تمام سونا و چاندی لوٹ کر لیگیا جب رومی غالب ہوئے انہوں نے ازسرنو اس قبہ کی تعمیر کی اور ایک عرصہ کے بعد خود اُسکو خراب کر دیا یہانتک کہ اُسمین کوڑا کرکٹ پڑنے لگا۔ خلیفہ دوم حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت مین اُسکی شکست و ریخت کی ترمیم اور خادم اور مؤذنین اور مصارف ضروریہ اُسکے مثل فرش اور روشنی کے مقرر کیے پھر عبدالملک بن مروان نے اپنی خلافت کے دوسرے سال یعنی سنہ ۶۶ھ مین سات سالہ خراج مصر کے صرف سے عمارت مسجد اقصیٰ اور قبہ صخرہ شریفہ شروع کی ۸ سال تک بڑے اہتمام کے ساتھ یہ عمارت تیار ہوا کی سنہ ۷۳ ہجری مین پوری ہوئی اور اُس کے عہد مین درمیان زنجیر قبۃ الصخرہ کے ایک بیش قیمت بڑا موتی اور دو نوں سنگ و نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور تاج کسریٰ کا معلق تھا۔ پھر جب بنی ہاشم کی سلطنت ہوئی۔ ان چیزون کو کعبہ شریف مین لے آئے تھے مسٹر پامر کا یہ خیال کہ یہ عمارت اِس غرض سے بنوائی گئی تھی کہ حجاج لوگ مکہ نہ جایا کرین درست نہین کیونکہ حج سوائے کعبہ کے اسلامی مذہب مین دوسری جگہ نہین ہوسکتا۔ غرض یہ تعمیر محض ثواب یا یادگار کی نیت سے خلیفہ عبدالملک نے بنوائی تھی اس خلیفہ لقب الموفق لامر اللہ تہا۔ اسلام مین یہ اول خلیفہ ہے جس نے درہم و دینار پر سکہ منقوش کیا۔ سکہ مین ایکطرف اللہ احد اور دوسری طرف اللہ الصمد مضروب کیا گیا۔ قبل اسکے درہم و دینار رومی اور کسرائی مروج تھے۔ ۱۲ مصباح الدین احمد عفی عنہ مترجم

آگ بھڑک اٹھی۔ تمام سلطنت مین بغاوت اور خانہ جنگیون کا سلسلہ شروع ہوگیا جس کا نتیجہ آخرکار یہ نکلا کہ بنی اُمیہ کے خاندان پر ادبار اور زوال آگیا۔

ولید ۹۶ھ مین مرگیا اور اسکا بھائی سلیمان اُسکا جانشین وخلیفہ مقرر ہوا۔ اس نے بھی مثل اپنے بھائی کے یہ چاہا کہ اُس کے بعد بھی اُس کے بیٹون مین سے ایک نہ ایک اُسکا جانشین مقرر ہو۔ لیکن اپنے مشیرون کی صلاح پر کاربند ہوکر سلیمان اس ارادے سے باز رہا اور اپنی مُہری اور دستخطی ہدایتین تحریر کرگیا کہ میری وفات کے بعد عمر ابن عبدالعزیز جو مروان کا پوتا ہے میرا جانشین ہووے چنانچہ اُس کے مطابق اُس کی وفات کے بعد عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوے۔

مسلمانونکی سلطنت کی وسعت

عبدالملک اور ولید دونون خلفا کے دوران حکومت مین سلطنت کی حدود مین متواتر و مسلسل فتوحات سے بہت بڑہ گئین اور ایک عظیم الشان سلطنت ہوگئی۔ ممالکِ اسپین (اندلس) ہندوستان اور سنٹرل ایشیا یہ سب سلطنت مین شامل ہوگئے۔ عبداللہ ابن زبیر کی وفات اور مکہ شریف کے فتح ہوجانے سے ملک عرب مین بھی امن وامان اور خاموشی ہوگئی تھی حجاج جس نے کہ ملک عرب مین یہ فتوحات حاصل کین تھین صوبجات عراق کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ ملک عراق اُسوقت بڑی بدنظمی کی حالت مین تھا اور مخلِ امن وامان ہورہا تھا۔ حجاج نے وہان

نوٹ: موافق اس بشارت کے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ترجمہ بیشک اللہ تعالی اٹھاویگا اس امت کے لئے سرے پر ہر صدی کے ایسا شخص کہ تازہ کرے اس کے لیے دین اُسکا۔ سو ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالی ایک مجدد پیدا کرتا رہا اور اُس کے ہاتھ سے تجدید دین کی ہوتی رہی اور آئمہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مجددین کے وجود سے دین متین اسلام کی بنیاد اور اساس مستحکم ومضبوط ہوتی رہی چنانچہ اول صدی کے مجدد عمر ابن عبدالعزیز مرہائی سرچ ہوے جو نوین خلیفہ بنی امیہ سے ہین۔

اُنکی خلافت مین تمام ملک مین عدل وانصاف علم وعمل خیر وبرکت مین گویا دوبارہ تازہ جان پڑگئی۔ ایک مدت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر خطبون مین جو سب وطعن پڑہا جاتا تھا ایک لخت موقوف کردیا۔ بنو امیہ شہزادون کی جاگیرین چھین لین جاجاہ ظالم اور سفاک عمال اور حکام تھے یکقلم سب کو معزول وموقوف کردیا۔ سب سے بڑہکر یہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق دیکہ گہر گہر چرچے پھیل گئے امام زہری کو حکم دیا کہ حدیثون کو یکجا کرین۔ جب حدیثون کا یہ مجموعہ تیار ہوگیا تو ممالک اسلامی مین اُسکی نقلین بھیجا گین۔

بڑی خونریزی اور ظلم سے حکومت کی۔

خاندان بنی اُمیہ مین سے ولید الوالعزم بادشاہون مین سے آخری بادشاہ تھا۔

یزید ثانی جو عمر ابن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کے بعد اُسکا جانشین ہوا اُس کے عادات و اطوار اچھے نہ تھے۔ اور اگرچہ یزید ثانی کو یایہ کہو کہ اُس کے بھائی مسلمہ کو یمنی فرقہ کی ایک زبردست بغاوت کے فرو کرنے مین کامیابی ہوئی۔ لیکن اس فتح کے حاصل کرنے مین جس قدر کشت و خون کیا گیا اِس کی وجہ سے اِن قومون مین جو برسرِ عناد تھین اور بھی زیادہ حسد اور نفرت اور دشمنی بڑھ گئی۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز

یزید ثانی ۷۲۳ء مین مرگیا اور اُسکا بھائی ہشام اُسکا جانشین ہوا۔

ہشام نے مختلف صوبجات مین بجائے اپنے بھائی بندون کے یعنی اپنے خاندان کے لوگون کی جگہ یمنی سردارون کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اب تک ان عہدون پر صرف بنی امیہ ہی ہوا کرتے تھے اور اسی طرح سے ہشام کچھ عرصے کے لئے اپنی سلطنت کے ایک حصّے مین امن و امان قائم کرنے مین کامیاب ہوا لیکن اُس کے بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اُسکی رعایا کو اُس سے محبت نہین رہی۔ ہشام ۷۴۳ء مین مرگیا اور اُسکا بھتیجا ولید ثانی جانشین ہوا۔

ولید ثانی بڑا زانی اور فضول خرچ تھا اُس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی وہ تمام خزانے اُڑا ڈالے اور خرچ کر دئے جنکو ہشام نے جوڑ جوڑ کر جمع کیا تھا۔ ولید ثانی کی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے قرآن شریف سے ایک فال نکالی۔ جیسا کہ یورپ مین مڈل ایجز[۱] مین ورجل[۲] کی کتاب

[۱] یورپ مین مڈل ایجز اس زمانے کو کہتے ہین گو ٹھیک ٹھیک طور سے اس زمانہ کا کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا اُسکی بابت تو کوئی خاص تعین نہین ہوا تاہم مڈل ایجز کا زمانہ وہ ہزار برس کا عرصہ سمجھا جاتا ہے جو پانچوین صدی سے شروع ہو کر پندرہوین عیسوی صدی کے اختتام پر ہوتا ہے۔ ۱۲

[۲] ورجل قدیم کا اٹلی کا ایک شاعر ہے اس کے اشعار رزمیہ ہوا کرتے تھے حضرت عیسیٰ سے ستر برس پیشتر پیدا ہوا اور ۱۹ برس قبل مسیح کے مرگیا کئی کتابین اسکی تصنیف کی مشہور ہین منجملہ اُن کے اینیڈ اور برکولکس بہت مشہور ہین ۱۲

مصباح مترجم

سے فال نکالا کرتے تھے۔ تو فال مین قرآن شریف کی یہ آیت نکلی جس کا ترجمہ یہ تھا کہ "سرکش اور ظالم بادشاہ ہمیشہ مایوس رہتے ہین اور اپنی مراد کو نہین پہنچتے" اس پر ولید ثانی کو نہایت غصہ آیا اور پاک قرآن کو زمین پر غصے سے پھینک دیا اور فی البدیہہ دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا۔ کہ مین سرکش اور ظالم بادشاہ ہون کیا تو مجھے ڈراتا ہے درحقیقت مین ایک ظالم اور سرکش بادشاہ ہون۔ تو سچا ہے اور جبکہ حشر کے روز تو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو تو کہدینا کہ ولید کے دہنے ہاتھ سے تو اس طرح پھاڑا گیا تھا"

تمام مورخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ولید ثانی مار ڈالا گیا۔

ولید ثانی جو بوجہ اپنی فیاضیون اور سخاوتون کے اپنی رعایا مین ہر دلعزیز ہو رہا تھا اس وجہ سے اسکو بھی اپنے بیٹے کو اپنا ولیعہد مقرر کرنے کی تحریص ہوئی اُس نے بھی وہی خوفناک تجربہ کیا یعنی اپنے بیٹون مین سے ایک کو جو نہایت ہی خورد سال تھا اپنا جانشین مقرر کردیا ہشام اور ولید اول کے بیٹون نے اس بات سے فطرتی طور سے مخالفت کی اور ولید ثانی کی حکومت کے برخلاف سازشین شروع کردین۔ اسی اثنا مین ولید ثانی نے اس سے بھی بڑھکر یہ غلطی کی کہ یمنی سردارون مین سے ایک سردار کو جو نہایت ہی ہر دلعزیز تھا اور ولید اول کے زمانے مین صوبہ عراق کا گورنر بھی رہ چکا تھا اور اب امن وامان سے دمشق مین سکونت پذیر تھا اُس کو اُس کے ایک پولیٹیکل دشمن کے حوالے کردینے اور مار ڈالنے کی اجازت دی یمن کی تمام قومون نے اپنی قوم کے اس مقتول آدمی کا بدلہ لینے کے لیئے اب بغاوت کردی اور ولید اول کے بیٹے یزید کو اپنا پیشوا اور سردار مقرر کرکے ولید ثانی پر حملہ کردیا اور اُسکو مار ڈالا سو ولید ثانی کی جگہ یزید سوم خلیفہ مقرر ہوا یزید سوم نے صرف چھ ماہ خلافت اور حکومت کی یہ خلیفہ سنہ ۷۴۴ء مین مرگیا اور مروان اول کا پوتا مروان ثانی اُسکا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا یہ اُس وقت آرمینیا اور آذربائیجان کا گورنر تھا مروان نے قواعد دان سپاہیون کے ایک لشکر

عظیم کے ساتھ جس مین کہ بالکل مُضَر سے عرب تھے یمنیون کی ایک فوج کثیر کو جو غیر قواعد دان تھی بڑی آسانی سے شکست دی جنہون نے کہ یزید کے بھائی ابراہیم کو خلیفہ مشتہر کردیا تھا اور اُنکو شکست دیکر مروان نے حکومت وخلافت اپنے ہاتھ مین لے لی۔

مروان ثانی اور تمام سلطنت مین بغاوت ہوجانا

مروان ثانی اپنی قوم مُضری کی بڑی طرفداری کیا کرتا تھا اس لئے یمنی عربون مین اُس کی جانب سے بد دلی کا ایک طوفان پھیل گیا۔ دوسری قومون نے بھی اِس موقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور سلطنت کے تمام طول وعرض مین یکسان بغاوت پھیل گئی۔ مروان ثانی کی برموقعہ اور فوری زبردست تدبیرون سے ملک شام مین بہت جلد امن ہوگیا اور ملک عربستان کو بھی جسپر خارجیون نے قبضہ کرلیا تھا مروان نے سب کا سب فتح کرلیا۔ اس عرصہ مین ایک نئی بغاوت اور واقع ہوئی جس نے کہ تمام واقعات کی رو کو پلٹ دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ

اب تک ہم نے محمدؐ صاحب کے خاندان کی ایک شاخ کا بہت تذکرہ نہین کیا جس کی تقدیر مین بھی اسلام کی تاریخ مین بہت بڑا کام انجام دینا تھا یعنی عبدالمطلب کے ایک اور بیٹے عباس کے خاندان کا جو پیغمبر صاحب کے چچا تھے۔ اگرچہ اول اول عباس رضہ نے نئے مذہب اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخرکار اُنھون نے یہ مذہب اختیار کرہی لیا اور اُن کے بیٹے عبداللہ جو ابن عباس کے نام سے زیادہ تر مشہور ہین اس مذہب اسلام کے بڑے عالم اور فاضل تھے اور اُن کی رائے قرآن کے علم اور اُس کی تفسیر کے لیے سب سے زیادہ مستند مانی جاتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کئی بیٹے ہوئے۔ لیکن اُن کے سب سے چھوٹے بیٹے علی رضہ کے اولاد ہوئی۔ اور علی کے بیٹے عبداللہ نے اول اول خلافت کی خواہش کی اور یہی عبداللہ ہین کہ جو خلفاء عباسیہ کے مورث ہوئے ہین۔

محمد ابن عباس نے علی ابن ابیطالب کی اولاد کا ساتھ دیا اور اُن کی رفاقت کی۔ اور آخرکار لوگون نے اُن کو امام یعنی پیشوائے دین تسلیم کرلیا اور اُس کے بعد فوراً ہی انھون نے

ایران مین اپنے مذہبی مسئلون کو شائع کرنا شروع کردیا - یہان ایران مین بغاوت کے لئے ہر ایک چیز تیار تھی کیونکہ فاتح عرب مفتوح ایرانیون مین مثل جنگی قوم کے رہتے تھے - اور اُن سے حقارت سے پیش آتے تھے اور ایرانیون سے میل جول نہین رکھتے تھے بالکل علیحدہ رہتے تھے اور ہر طور سے ایرانیون کی مغرور اور زود رنج خلقت کو صدمہ پہنچاتے تھے - تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن ایرانیون نے اسلام قبول کرلیا تھا وہ علی رض اور اُن کے خاندان کے بڑے سرگرم طرفدار ہوگئے - اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ عباسیون کے نقیب یا جاسوسون کی باتین سامانی بادشاہون کی سابقہ رعایا نے فوراً سننا شروع کردین - محمد ابن عباس ۷۴۲ء مین مرگئے اور اُن کے بیٹے ابراہیم کو لوگون نے امام تسلیم کیا -

ابومسلم

ایران مین عباسیون کے خفیہ جاسوس برابر اپنی کارروائیون مین مشغول تھے اب ایک موقع لڑائی اور سرکشی کے لئے مناسب آگیا کیونکہ یمنی اور مُضری اقوام کی مسلسل اور علانیہ لڑائیان تمام سلطنت مین اور خاص کر خراسان مین ہورہی تھین - ابراہیم نے ایک شخص ابومسلم نامی کو اپنا رفیق بنالیا - ابومسلم کی نسل وغیرہ کا حال تو معلوم نہین لیکن وہ ایک بڑا عقلمند اور اُولوالعزم اور بہادر سپاہی تھا اور اُسکو خاندان عباسیہ سے بہت اُلفت تھی - امام ابراہیم نے ابومسلم کو اسی کے وطن صوبۂ خراسان مین اپنا کارندہ مقرر کردیا - اسی اثنا مین امام زین العابدین خلف امام حسین کا ایک پوتا جو جائز و مستحق امام تھا مارڈالا گیا ابومسلم نے اُسکی نعش دفن کی - اور اپنے تمام پیرون کو حکم دیا کہ وہ کالے کپڑے پہن لین - اور ابومسلم نے خود ایک سیاہ جھنڈا لیا یہ سیاہ پوشش بطور اظہار رنج اپنے پیشوا یا امام کی وفات کے تھے - اُس دن سے سیاہ رنگ خاندان عباسیہ کا مخصوص رنگ ہوگیا - خراسان کی آبادی کے ایک بڑے حصے نے فوراً یہ ماتمی لباس پہن لیا - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسیون کی تجویزین وہان کس قدر کامیاب ہوگئین تھین - اور ابومسلم نے اپنے تئین کافی طور سے ایک لشکر عظیم کا سردار پاکے علانیہ بغاوت کردی - اس کے بعد ابومسلم نے ایک لشکر عراق کے فتح کرنے کو بھیجا

کوفہ والون نے فوراً اطاعت کرلی کیونکہ اُنکو یہ امید تھی کہ علی رضؓ کا خاندان اب پھر بحال اور
بدستور سابق پیشوا ہوجائے گا۔

عبداللہ عباسی کا خلیفہ مقرر ہونا

اس اثنا مین ایک خط جو ابومسلم نے امام ابراہیم کو بھیجا تھا مروان کے ہاتھ پڑگیا اور امام
ابراہیم کو مروان نے مروا ڈالا مگر اُنھون نے قبل اِس کے ایک خط کسی ترکیب سے بھیج کر
اپنے بھائی عبداللہ کو اپنا جانشین مقرر کردیا تھا یہ عبداللہ کوفہ مین خلیفہ مشتہر کیے گئے۔ مروان
نے اگرچہ بڑی بہادری سے جی توڑکر اُسکا مقابلہ کیا لیکن اُسکو شکست ہوئی اور بالائے مصر مین
مروان بڑی عقوبت سے قتل کیا گیا۔

بنی امیہ کا قتل ہونا

نئے خلیفہ عبداللہ نے اپنی خلافت و حکومت نہایت خونریزی اور کُشت و خون سے شروع
کی اور خاندان بنی اُمیہ کے ہر ایک فرد بشر کو اور نیز اُن کے طرفدارون کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔
ایک دفعہ خاندان بنی امیہ کے ستّر سے زیادہ اشخاص کو خلیفہ عبداللہ نے اپنے محل مین بُلاکر
جن سے کہ اُس نے معافی خطا کا اقرار کرلیا تھا اُن سب کو دغابازی سے مروا ڈالا۔ اور نطع یا
وہ چمڑے کے طشت جو قتل کرنے کے وقت استعمال کئے جاتے ہین اُن کو بطور دسترخوان کے
بنی اُمیہ کی نعشون کو ہموار کرا کے اُن کے اُوپر بچھوادیا اور اُسپر بیٹھکر کھانا کھایا۔ مقتولین مین
سے اگر کسی سسکتے ہوئے آدمی کی ایک آدھ سانس کی آواز آجاتی تھی تو اُس پر خوب قہقہہ لگاتا
اور تمسخر کرتا تھا اِسی وجہ سے اُس کا لقب السفاح یعنی خونریز مشہور ہوگیا۔ السفاح نے چار
برس اور کچھ مہینے حکومت کی اور ۱۳۶ھ مین مرگیا۔ اُس کی جگہ اُس کا بھائی ابوجعفر الملقب بہ

خلیفہ منصور عباسی

منصور اُس کا جانشین اور خلیفہ مقرر ہوا۔ دربار خلافت مین منصور کی حکومت مین ایرانیون
کا اب زیادہ غلبہ ہوگیا اور تمام سلطنت مین ابومسلم خراسانی کہ جس کی وجہ سے عباسیون کو
حکومت اور ثروت ملی تھی سب سے زیادہ طاقتور اور مقتدر آدمی تھا۔ لیکن عربون کو یہ بات دل
سے پسند نہ تھی اور خلیفہ منصور نے خود بھی اپنی قوم کی دولت اور ثروت اور حکومت کے باقی
رکھنے کو اپنے سے علیحدہ کرنا چاہا۔

ابومسلم کا قتل ہونا

المنصور نے بہ ہزار دقت اور اعلیٰ اعلیٰ درجے کی جھوٹی جھوٹی قسمیں کھا کھا کے ابو مسلم کو اپنی ملاقات کے لیے بلوایا اور کئی دن تک نہایت شان و شوکت سے اسکی دعوتیں اور ضیافتیں کین تاکہ اس کو کسی قسم کا شک و شبہہ نہ ہو اور موقعہ پاکر اسکو بڑی بیرحمی سے مروا ڈالا المنصور بڑا سخت گیر تھا نہایت بخیل اور نہایت کنجوس بادشاہ تھا یہ خلیفہ ۱۵۸ھ میں مرگیا اور اس کا بیٹا محمد الملقب بہ المہدی اسکا جانشین ہوا

مہدی کی خلافت

مہدی عادات و اطوار میں اپنے باپ کا بالکل عکس تھا اس کا وزیر اور مشیر خاص یحیی ابن داود تھا یہ نسلاً ایرانی اور مذہباً شیعہ تھا یحیی ابن داود کی وزارت میں ایرانیوں کو اور بھی زیادہ اقتدار حاصل ہوا اور مذہب اسلام سے بے پروائی اور حسد علانیہ طور سے کرنے لگے اس نے علی رضا کی اولاد میں سے ایک شخص کو قتل کرنے میں غفلت کی اور اس طرح سے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں سہل انکاری کرنے سے مہدی اس سے ناراض ہوگیا اور اسکو قید خانہ میں مقید کردیا۔ جہان سے وہ بزمانۂ خلافت ہارون رشید رہا ہوا۔

حکیم المقنع

مہدی کے دوران خلافت میں ایک شخص المقنع[۱] نامی نے نبوت اور پیغمبری کا دعوی کیا یہ برقع پوش پیغمبر خراسانی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

ہادی کی خلافت

مہدی ۱۶۹ھ میں مرگیا اور یہ وصیت کرگیا کہ میرے بعد میرا بیٹا الہادی میرا جانشین ہو۔ اور جبکہ ہادی مرجاوے تو میرا دوسرا فرزند ہارون الرشید تخت خلافت پر متمکن ہووے۔

---

[۱] صرف نبوت ہی کا دعوی نہیں کیا تھا بلکہ حکیم المقنع نے خدائی کا دعوی کیا تھا۔ یہ حکیم پستہ قد یکچشم باشندہ مرو تھا اپنی علمی کمالات سے چاہ نخشب میں سے مصنوعی چاند نکالا تھا جس کی روشنی چھ میل تک پہنچتی تھی۔ لیکن مقام ماوراء النہر ۱۶۱ھ ہجری میں جب اس نے علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ کا لشکر مقابلہ میں صف آرا ہوا تو اس نے قلعہ بند ہو کے خودکشی کرلی

فقط ۱۲ مصباح احمد مترجم

ہارون الرشید

باب اول

ہارون کی تخت نشینی

ہارون الرشید بغداد کے خلفاء عباسیہ مین سے پانچوان خلیفہ ہے اُس کا پورا نام ہارون بن محمد ابن عبداللہ ابن محمد ابن علی بن عبداللہ ابن عباس ہے - ایک روایت کے بموجب ہارون ماہ ذی الحجہ کے آخری دن سنہ ۱۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مارچ سنہ ۷۶۳ء مین اور دوسری روایت کے موافق یکم محرم سنہ ۱۴۹ ہجری مطابق ۱۵ فروری سنہ ۷۶۶ء مین شہر رَے مین پیدا ہوا -

سنہ جلوس

ہارون کی عمر تخت نشینی کے وقت بائیس برس کی تھی -

علمی فضیلت

تمام مورخین کا جنھون نے کہ اُس کی سوانح عمری لکھی ہے اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام خلفاء سے بڑھکر ہارون جامع جمیع صفات اور بڑا عالم و فاضل اور بلیغ اور بہت فیاض اور سخی تھا - اگرچہ اُس کا نام زبان زد خاص و عام ہے اور اُس کے زمانے کے بہت سے مشاہیر کا بھی بوضاحت تواریخ مین ذکر آتا ہے - لیکن درحقیقت عوام الناس کو ہارون کے خانگی حالات اور ذاتی تعلقات کا بہت کم علم ہے -

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب مین ہارون کی زندگی کے سوانح صرف بحیثیت شہنشاہ ہی کے نہین بلکہ بطور احوال عام آدمی کے بھی اُسکا حال تحریر کرین۔ اِسی اولوالعزم شہنشاہ کی وجہ سے جو کہ بھیس بدلکر پاپیادہ بغداد اور اُس کے قرب وجوار مین پھرا کرتا تھا الف لیلہ کے بہت سے با مذاق واقعات مرتب ہوئے ہین۔

مذہبی عقائد

ہارون الرشید مذہبی عقائد اور خیالات اور احکامات کا بڑا معتقد اور پابند تھا۔ اور جو باتین کہ ایک سچے پاکباز مسلمان مین ہونا چاہیین۔ یعنی اپنے خیالات مین مذہبی احکام کی پابندی اور روز مرہ کے اُمورات مین مذہبی باتون کی اطاعت یہ سب باتین اس مین موجود تھین۔

ہر دوسرے برس یا شاذ و نادر چند سال کے وہ حج کے لئے مکہ شریف کو جاتا۔ اور جس سال نہ جاتا اُس سال اسلام کے دشمنون سے جہاد کیا کرتا تھا۔ ہارون الرشید حج کے لیے ہمیشہ پیدل جایا کرتا تھا۔ بغداد اور مکہ شریف کے درمیان فاصلہ بعید اور اُس خشک اور دھوپ کی تپش سے جلے ہوئے ریگستان کا کہ جس مین سے حج کے لیے مکہ کی آمد و رفت مین اُس کو سفر کرنا پڑتا تھا۔ خیال آتا ہے تو صرف اسی امر سے اُس کی غیر زائل اُولوالعزمی اور عادات کا استقلال بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ صرف ہارون الرشید ہی ایسا بادشاہ ہوا ہے کہ جس نے فرض کی ادائیگی کے لیے اس قدر سخت مصائب اپنے اُوپر برداشت کر رکھے تھے۔ اور غالبًا ہارون ہی ایک ایسا شخص ہوا ہے کہ جو معمولی روزانہ نمازون کے علاوہ دیگر اور سو رکعتین روز مرہ پڑھنے سے کبھی بھی مضمحل اور دل برداشتہ نہین ہوتا تھا جب ہارون حج کو جاتا تو اُس کے ہمراہ ایک سو علما اور فضلا مع اپنے اپنے لڑکون کے ہوا کرتے تھے اور جن برسون مین کہ وہ خود مکہ شریف کو نہ جاتا تو وہ اپنی بجائے تین سو آدمیون کو حج کرنے کے لئے بھیجا کرتا اور اُن کے سفر کے لیے بڑی شان اور شوکت اور فیاضی سے زاد راحلہ مہیا کرتا تھا۔ اُسکا زہد اور ریاضت درحقیقت خالص اور ریا سے بالکل خالی تھی۔

فیاضی و سخاوت

ہارون الرشید کے اطوار و عادات اُس کے پیش رو خلیفہ منصور سے بہت ملتے جلتے تھے مگر ہارون مین منصور سے یہ بات زیادہ تھی کہ وہ فیاض اور سخی بہت تھا مثل منصور کے ہارون بھی علوم و فنون کا بڑا شایق اور خاص کر شاعری سے بہت شوق رکھتا تھا عالمون اور فاضلون کی صحبت مین بیٹھنے سے ہارون الرشید کو بہت ہی خوشی حاصل ہوتی تھی۔

ابو العتاہیہ شاعر نابینا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے بڑی شان و شوکت سے ایک مجلس ضیافت ترتیب دی جس مین ابو العتاہیہ کو بھی مدعو کیا۔ یہ اُس زمانہ کا ایک نہایت مشہور نابینا شاعر تھا۔ بعد ختم طعام خلیفہ ہارون الرشید نے شاعر مذکور سے کہا کہ اس وقت کی خوشی اور مسرت کے حسب حال کوئی شعر سُناؤ۔ ابو العتاہیہ نے ایک شعر حسب الحکم خلیفہ کے سنایا جس کا مضمون یہ تھا کہ

"خدا کرے بلند قلعہ کے سایہ مین تیری زندگی ہمیشہ خوشی کے ساتھ بسر ہوتی رہے"

اسکو سُن کر ہارون رشید نے کہا کہ آفرین! شاباش!

ابو العتاہیہ نے پھر دوسرا شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ

"دعا ہے کہ ہر صبح و شام تیری ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش تک کو اللہ تعالیٰ تیرے خیال کرنے سے پہلے ہی مہیا اور موجود کر دیا کرے"

اسکو سُن کر امیر المومنین نے کہا کہ مرحبا!

ابو العتاہیہ نے پھر دو شعر اور پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔

کہ "لیکن جب قریب موت کے تیرے سانس سے تجھکو سینہ مین رُک رُک کر تنفس ہونے لگیگا اُس وقت بلاشبہہ تجھکو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام دنیا فانی اور دھوکے کی ٹٹی تھی"

یہ اشعار سُن کر خلیفہ کو رقت ہوئی اور اسکی آنکھون سے مسلسل اور پے در پے آنسو روان ہونے لگے۔ یہ دیکھکر فضل نے جو یحییٰ وزیر اعظم کا بیٹا تھا اور جس کا حال ہم اس کتاب مین آیندہ بالتفصیل تحریر کرین گے۔ ابو العتاہیہ کی طرف مڑ کر نصیحتانہ لہجہ مین اُس سے یہ کہا۔

کہ امیرالمومنین نے تمکو اس لیئے بلایا تھا کہ تمہارے اشعار سُن کر خوشی اور انبساط حاصل ہو اور
تم نے ایسے اشعار سنائے کہ جس سے امیرالمومنین کو رنج ہوا اس قسم کے اشعار کا کیا موقع تہا
اِس پر ہارون رشید نے فضل کو روکا اور کہا کہ نہین یفضل نہین۔ ابوالعتاہیہ کو کچھ مت کہو اُسکو
صرف یہ معلوم ہوا کہ اس دنیا مین ہم اندہے ہو رہے ہین اور اسکا دل نہین چاہتا کہ ہم یہان
اس سے زیادہ اور اندہے بنے رہین۔

علمار کا ادب

ہارون علمار اور فضلار کا ادب اور لحاظ کرنے کے لیے مشہور ہے۔ ابو معاویہ ایک نابینا
عالم تھے اُن کی ہارون رشید نے ایک روز دعوت کی۔ جب دسترخوان پر کھانا کھانے کے لیے
آکر بیٹھے ایک شخص نے آکر حسب دستور ممالک شرقی آفتابہ اور چلمچی لاکر اُنکے ہاتھ دُھلائے۔
ابومعاویہ چونکہ نابینا تھے اس لیے درحقیقت اُن کو یہ معلوم نہین ہوا کہ اُن کے ہاتھ کس نے
دھلوائے۔ یہ امر اُن کو اُس وقت معلوم ہوا جبکہ ہارون رشید نے خود کہا کہ مین نے ہی آپکے
ہاتھ دھلوائے ہین۔ ابو معاویہ نے کہا کہ امیرالمومنین آپنے جو میرے ہاتھ دھلانے کی تکلیف
گوارا فرمائی اغلبًا اس امر سے آپ کو یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ آپ علم اور فضل کا اسقدر پاس اور
لحاظ فرماتے ہین۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہان بیشک یہی بات ہے۔

یحییٰ ابن خالد برمکی

ہارون کی تخت نشینی یحییٰ بن خالد ابن برمک کی محض اصابت رائے اور ہوشیاری اور عقلمندی
سے عمل مین آئی ہے یہ ہارون کا سکرٹری تھا اور جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تب یحییٰ کو اُس نے اپنا
وزیر اعظم مقرر کیا۔ مسلمانون مین اُن کے قانون[له] وراثت کی رو سے حکمران بادشاہ کا سب سے بڑا

[له] سلطنت کے بارے مین یا تخت نشینی کے لیئے مسلمانون کا کوئی قانون وراثت نہین ہے۔ اصل قانون وراثت تخت
نشینی کیلئے مسلمانون کے ہان یہ ہے کہ جسپر اجماع ہوجاوے وہی بادشاہ تسلیم کرلیا جاتا ہے۔ مگر اب یہ بات ہے ہی نہین۔
اب تو بادشاہت کئی ایک الگ الگ مسلمانون کی ہین۔ اور ہر سلطنت اپنے اپنے رسم و رواج پر موقع اور مصلحت جیسی
دیکھتی ہے ویسا عملدرآمد کرتی ہے۔ مسلمانون کا قانون وراثت یہ ہرگز نہین جیسا کہ مسٹر پامر نے لکھا ہے۔ زیادہ تر تعجب یہ ہے
کہ اگر کوئی عام مورخ یہ بات لکھتا تو چندان قابل غور نہ تھی۔ لیکن مسٹر پامر جیسے فاضل کی اور یہ راسے؟ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

بھائی یا اُسکا ذکور رشتہ دار ولیعہد سلطنت ہوا کرتا ہے لیکن تمام مسلمان بادشاہون سے اپنی اولاد صلبی کی خاطر صدیقہ اپنے رشتہ دارون کے حقوق تلف اور منسوخ کرنے کی کوشش کی۔ ہادی بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہین رہا اُس سے اپنے بھائی ہارون رشید کو حقوق سلطنت سے محروم کرنے اور اپنے صلبی بیٹے جعفر کو اپنا ولیعہد اور جانشین مشتہر کرنے کا خیال کیا۔ یحییٰ برمکی اُس زمانے مین ہارون کا سکرٹری تھا اور اُسکو یہ امید تھی کہ اگر میرا آقا ہارون کبھی تخت نشین ہوگا تو مجکو عہدہ ہائے محتشمہ وزارت ضرور عطا فرمائے گا۔

ہادی اور یحییٰ کا باہمی مشورہ

ہادی سے خیال کیا کہ اس بارے مین اول یحییٰ کو اپنی رائے سے متفق کرنا چاہیئے اِس لیے ایک دن اُس نے یحییٰ کو بلوایا اور اُس کو تخلیہ مین لے گیا اور بیس ہزار دینار کا ایک انعام اور خلعت مرحمت کیا اور جو منصوبہ کہ اُس کے دل سے نہایت قریب تھا یعنی ہارون کی بجائے جعفر کو ولیعہد کرنے کا خیال۔ اُس کی بابت یحییٰ سے گفتگو شروع کی۔ یحییٰ نے ایک بڑی زبردست دلیل اِس بارے مین ہادی کے روبرو بیان کی اور کہا کہ امیر المومنین! اگر آپ اِس طرح سے عمل کرین گے تو گویا آپ اپنی رعایا کو قول و قسم کے توڑنے اور معاہدہ پر پابند نرہنے کے لئے ایک نظیر قائم کرینگے۔ دوسرے لوگ بھی پھر ایسا کرنے پر بیخوف ہوجائین گے لیکن اگر آپ اسکی بجائے یہ کرین کہ ہارون کو ولیعہدی کے خطاب سے محروم نکرین اور ہارون کے بعد جعفر کی تخت نشینی مقرر فرمادین تو یہ بات اُس سے زیادہ جعفر کی تخت نشینی کے لیے مضبوط ضمانت ہوجاویگی۔ ہادی نے کچھ عرصہ تک یہ معاملہ اُسی طرح رہنے دیا لیکن آخرکار محبت پدری کا پھر اُسکو جوش ہوا اور اُس نے یحییٰ کو دوبارہ اپنے حضور مین بلوایا۔ اور اُس سے پھر مشورہ کیا یحییٰ نے اب یہ دلیل پیش کی کہ اگر جعفر کی طفولیت ہی کے زمانے مین امیر المومنین! خدانخواستہ آپ کا انتقال ہوجاوے تو خاندان شاہی کے اُمرا و سردار جعفر کی جائز تخت نشینی کبھی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور نیز یا مرصاحب کا یہ قول کہ تمام مسلمان بادشاہون نے اپنی صلبی اولاد کی خاطر اپنے رشتہ دار و نکا حق تلف کرنیکی کوشش کی محض ناانصافی ہے۔ ایک دو نے اگر ایسا کیا بھی تو وہ مثل "النادر کالمعدوم" ہے سب پر الزام نہین ہوسکتا سب بادشاہان اسلام کو مورد الزام سمجھ لینا انصاف سے بعید ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

ھیں مانین گے۔ ہادی نے اس بات کو تسلیم کیا۔ تب یحییٰ نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ اس تجویز کو ترک فرماوین تاکہ آپ کی جو خواہش ہے وہ دوسری عمدہ تجویز سے پوری ہو سکے۔ نیز آپ کے والد خلیفہ المہدی ہارون کو اگر آپ کا جانشین مقرر نہ فرماتے تب تو آپ کی جانب سے یہ تجویز عمل مین آسکتی تھی۔ اور اب تو نقط یہی ایک طریقہ ہے جو مین نے عرض کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کی خلافت قائم رہ سکتی ہے۔

جب ہادی کو معلوم ہوا کہ وہ یحییٰ کی رائے کو پلٹ نہین سکتا تو اُس نے یحییٰ کو قید کر دیا اور اپنے بھائی ہارون سے بھی اس قدر دشمنی کا اظہار کیا کہ ہارون نے اپنی حفاظت اسی امر مین دیکھی کہ اب دارالخلافہ سے فرار ہو جانا چاہیے۔

خیزران اور ہارون الرشید

اب ہادی نے اپنا غصہ ہارون کی مان خیزران پر اُتارا اور اُس کو زہر دیکر مار ڈالنا چاہا لیکن خیزران کو اُسکی یہ نیت معلوم ہو گئی۔ اور اُس نے ہادی کی چند لونڈیون کو رشوت دیکر ملا لیا جنھون نے ہادی کا گلا گھونٹ کر سوتے ہوے مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۵ ستمبر ۷۸۶ء کو وقوع پذیر ہوا۔ اُسی رات ہارون کا ایک خادم خزیمہ ابن خازم جعفر کے سرہانے آیا جبکہ وہ سو رہا تھا (جعفر وہی شاہزادہ ہے جس کو ہادی ہارون رشید کی جگہ ولیعہد کرنا چاہتا تھا) اور اُسکو ڈرایا کہ اگر تو اپنے تمام دعاوی خلافت ترک نہ کریگا تو تیرا سر بھی قلم کر دیا جاوے گا۔

جعفر نے جو ابھی خورد سال تھا جان کے خوف سے ترک دعوی خلافت پر راضی ہو گیا اور صبح جعفر کو خزیمہ نے مجمع عام کے روبرو پیش کیا اور اس کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ عوام الناس کے روبرو سب کو اپنے دعوی خلافت کی کنارہ کشی سے آگاہی دیوے اور لوگون نے جو اُس کی فرمان برداری کی قسم کھائی تھی اُس سے اُنکو خلاصی دیوے۔ چنانچہ جعفر نے ایسا ہی کیا۔

ہارون کی تخت نشینی اور یحییٰ کا وزیر اعظم مقرر ہونا۔

ہادی کے انتقال کے وقت یحییٰ بن خالد قید خانہ مین تھا اور اگر یہ واقعہ وقوع نہ ہوتا تو اغلباً یحییٰ خود اپنے تئین مار ڈالتا۔ جبکہ ہارون رشید کو ہادی کے مرنے اور اُس کے خود تخت نشین ہونے کی خبر پہنچائی گئی تو نئے خلیفہ ہارون رشید نے یحییٰ کو قید خانہ سے فوراً بلوایا اور

اُس کو اپنا وزیر اعظم مقرر فرمایا۔ اور خلعت وزارت دیتے ہوئے ہارون نے یحییٰ کو کامل طور سے کل اختیارات سلطنت کے تفویض کر دیئے اور یحییٰ سے کہا کہ مین تم کو اپنی رعایا پر حکمرانی کے اختیارات عطا کرتا ہون۔ جس طرح تم چاہو اُن پر حکومت کرو۔ جسکو چاہو معزول اور جس کو چاہو مقرر کرو۔ اور اپنے حکم کی تصدیق مین ہارون نے یحییٰ کو اپنی انگشتری بھی دیدی۔ بعض لوگون کا بیان ہے کہ ہارون سو رہا تھا استنے مین یحییٰ اُس کے پاس آیا اور ہارون کو یہ کہکر جگایا کہ امیر المومنین بیدار ہو جایئے۔ ہارون نے کہا کہ تم تخت نشینی اور خلافت کا اشارہ کر کے بیٹھے کیون چونکاتے ہو اگر ہادی یہ باتین سُن لیگا تو خیال کرو کہ وہ کیا کہے گا یحییٰ نے تب ہارون کو ہادی کی موت کی اطلاع دی اور متوفی خلیفہ کی انگشتری پیش کی۔ جبکہ ان دونون مین یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ہرکارہ آیا اور ہارون سے کہا کہ آپکے مشکوئے معلی مین ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ جسکا ہارون نے اُسی وقت اور اُسی جگہ عبداللہ نام رکھا یہ وہی عبداللہ ہے جو بعد مین المامون کے نام سے مشہور ہوا۔ ہارون کا دوسرا بیٹا الامین بھی اُسی سال ماہ شوال مین دوسری مان سے پیدا ہوا۔ ہادی کے جنازہ کی نماز پڑھ کر ہارون رشید نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک شخص ابو عصمع نام کو مروا ڈالا۔ ایک دن ابو عصمع جعفر بن ہادی کے ہمراہ شہر عیسیٰ آباد مین ایک تنگ گلی مین سے جا رہا تھا اتفاق سے ہارون بھی سامنے سے آ رہا تھا ابو عصمع نے ہارون سے کہا کہ "ولیعہد سلطنت کے لیے راستہ چھوڑ دو" ہارون نے ظاہراً اُسے جواب دیا کہ ہان شہزادہ صاحب تیرے ساتھ ہین۔ مین نے سُن لیا اور اطاعت کرتا ہون۔ یہ کہکر ہارون ایک طرف ہو گیا۔ اور جعفر نکل کر چلا گیا۔ صرف اِس گفتگو نے ابو عصمع[1] کی جان کھوئی۔

---

[1] یہ بات بالکل بے ثبوت ہے ہارون رشید بقول متواتر تمامی مورخین اور خود مسٹر ایم کے نہایت پاکباز اور عادل بادشاہ تھا جو بادشاہ کہ ہزار میل ریگستان کی تیز دھوپ مین حج کے لیے پاپیادہ ہر سال سفر کرے اور علاوہ معمولی نمازون کے سو رکعت نفل روزانہ بلاناغہ ادا کرے اور فضلا و علما و اہل کمال کا دل سے ادب و خدمت کرے اور عبرتناک حالات پر خدا کے خوف سے اکثر گریان رہے اور انصاف و سیاست مذہبی کے اجرا مین صلبی اولاد کی بھی رعایت نہ کرے۔ پھر ایسا نیک نفس بادشاہ

جسر الغواصین

ہارون فوراً بغداد کو روانہ ہوا - اور جب وہ شہر مین داخل ہوا اور پل موسوم بہ جسر الغواصین پر پہنچا تو ہارون نے حاضرین سے کہا کہ خلیفہ مہدی نے اپنی مہر جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی اور جس کا نام الجبل تھا مجکو دی تھی - ایک دن ہادی نے ہرکارہ بھیج کر مجھ سے وہ مہر منگوائی تھی اُس وقت بھی مین اسی جگہ اس پل پہ کھڑا ہوا تھا اور یہ کہہ کر ہارون نے اب وہی مُہر دریا مین پھر نیچے پھینک دی - حاضرین مین سے ایک نے مُہر کے گرتے ہی دریا مین غوطہ لگایا اور مُہر کو لے آیا اور ہارون کو لا کر دیدی اس سے خلیفہ بہت ہی خوش ہوا -

ہارون کی سلطنت نے اہل کمال اور عقلا کی وجہ سے جو اس کے زمانے مین موجود تھے بڑی رونق پائی اور خاص کر یحیٰی برمکی کی قابلیتون اور لیاقتون سے جو سترہ برس تک عہدہ وزارت عظمیٰ پر مامور رہا سلطنت مین بڑی شان او شوکت ہوگئی -

خاندان برمکی

اب ہم یحیٰی کے خاندان کا ابتدائی حال اور اُس کے عہدے کی بابت کچھ تھوڑا سا حال بیان کرتے ہین - ہم اُوپر بیان کر چکے ہین کہ عربون نے ضرورتاً اپنے مفتوحہ ممالک کے نظم و نسق وہین کے دیسی حکام کی تفویض مین کر دیئے تھے اور چونکہ عباسیون کو محض ایرانیون کے اقتدار کی وجہ سے عروج حاصل ہوا تھا تو یہ فطرتی بات تھی کہ ایرانیون کے صلاح و مشورہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تخت نشینی کے موقع پر بجائے شکر گزاری منعم حقیقی کے سب سے پہلا کام یہ کرے کہ گزری ہوئی ادنیٰ بات کے غصہ پر ایک غریب بندہ خدا کا خونِ ناحق اپنی گردن پر لیوے اس بات کو عقل ہرگز قبول نہین کر سکتی -

مسٹر پامر کا یہ قول اُنکے متواتر بیانون کے برخلاف الف لیلہ کے اکثر بے سر و پا افسانون کی مانند بلا دلیل اور غلط ہے - یا یہ کہ مسٹر پامر نے ابو اصمع کے قتل کا اصلی سبب بیان نہین کیا - اسیطرح اسی کتاب مین منصور کے قتل کے حکم کا سبب بھی مسٹر پامر نے ہارون کا ظلم ظاہر کرنے کے لیے بیان نہین کیا حالانکہ جن عربی کتابون سے مسٹر پامر نے یہ ترجمہ کیا ہے اُنہین مین اسکا سبب خود موجود ہے - یہ بات ضرور ہے کہ ابو اصمع کے قتل مین سیاستاً کسی مصلحتِ ملکی نے ہارون کو مجبور کردیا ہوگا یا یہ واقعہ ہی غلط ہوگا مسٹر پامر نے بلا تحقیق اغلباً کسی ضعیف ترین روایت پر پختہ یقین کر لیا ہے - ۱۲ مصباح مترجم

لشکرگاہ مین سے بھاگتے ہوے نکل گئے۔ خالد نے جنرل فوج سے کہا کہ فوج کو طیار ہونے کا حکم دیدو۔ جنرل نے دریافت کیا کہ ابھی تک توکوئی وجہ خوف کی نہین ہے پھر ایسے حکم سے آپ کی کیا مراد ہے۔ خالد نے کہا کہ غنیم ہمارے قریب ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ غزالان وحشی ایک لشکر عظیم ہی کے خوف سے بیابان مین سے بھاگتے ہوئے ہمارے لشکرگاہ مین آئے ہین۔ بمشکل ابھی کل فوج تیار ہوئی تھی کہ اتنے مین غنیم کے لشکر کا مقدمۃ الجیش کچھ فاصلہ پر نظر آیا اور خالد کی پیش بینی صحیح نکلی۔

سلطنت کی شان وشوکت ورعایا کی خوشحالی

ہارون رشید نے تخت خلافت پر جلوس فرماتے ہوئے یحیی ابن خالد ابن برمک کو اپنا نائب وزیر اعظم مقرر کیا۔ یحیی نے جو کہ اب تمام سلطنت کی حکمرانی کا ذمہ وار ہوگیا تھا اپنے فرائض منصبی نہایت بیدار مغزی اور لیاقت اور نصفت پسندی سے انجام دیئے سرحدون پر قلعجات تعمیر کراکے اُن کو مضبوط اور مستحکم کیا اور انتظام سلطنت مین جن جن باتون کی کمی تھی اور جو جو نقص تھے اُن سب کو درست اور مکمل کیا۔ خزانے کو معمور اور پُر کردیا تمام صوبجات کو تجارت کی ترقی سے اور امن وامان اور حفاظت عامہ سے خوش حال اور زرخیز بنا دیا۔ المختصر یہ کہ سلطنت کو خوشحالی اور فارغ البالی اور شان وشوکت کے اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا دیا۔ سلطنت کے تمام کاروبار بذات خود نگران ومنتظم تھا۔ باوجود ان سب تمام باتون کے نہایت ہی فصیح وبلیغ عقیل صاحب شعور اور جامع جمیع صفات تھا۔ اور نہایت ہی قابل مدبر اور منتظم تھا۔ بڑے ہی کر وفر سے حکومت کرتا تھا اور سلطنت مین جو فتنہ و فساد برپا ہوتا تھا اُس کو نہایت لیاقت سے رفع کردیتا تھا۔ اُس کا اخلاق ایسا اچھا تھا کہ ہر شخص اُس سے محبت کرتا تھا اور مزاج مین اس قدر بردباری اور حلم تھا کہ ہر شخص اُسکا ادب ولحاظ کرتا تھا۔ فیاضی مین بے مثل تھا اور لاکھون روپیہ خیرات کرتا تھا تمام دنیا نے اُس کی فیاضی کی تعریف مین عموماً اور خصوصاً شاعرون اور فاضلون نے بڑے بڑے قصائد لکھے ہین۔

چھوٹا وزیر

یحیی کے دو بیٹے تھے جن کا نام فضل اور جعفر تھا۔ فضل یحیی کے زمانۂ وزارت مین سلطنت

سے کے کامون مین اپنے باپ کو مدد دیا کرتا تھا۔ اِس وجہ سے اُس کا لقب چھوٹا وزیر پڑ گیا تھا
ایک دفعہ ہارون نے یحییٰ سے دریافت کیا کہ لوگ فضل کو چھوٹا وزیر کہتے ہین اور جعفر کو نہین
کہتے اِس کا کیا سبب ہے۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ امیر المومنین فضل میری نیابت مین کام کرتا
ہے اس وجہ سے عوام الناس اُس کو وزیر خورد کہتے ہین ہارون نے کہا کہ جس طرح تم نے
فضل کو سلطنت کا کام دے رکھا ہے اسی طرح جعفر سے بھی کچھ کام لیا کرو۔ یحییٰ نے عرض کیا
کہ امیر المومنین جعفر کی توجہ زیادہ تر آپ کی خدمت اور صحبت مین حاضر رہنے کی جانب مائل
ہے پھر اُسے کیا کام دیا جائے۔ لیکن یحییٰ نے جعفر کو بھی منصب سکرٹری اور محلات شاہی
کی خزانچی اور مناسب کا عہدہ دیدیا اور اب عوام الناس نے جعفر کو بھی اُسی لقب سے پکارنا
شروع کر دیا جس سے کہ فضل کو پکارا کرتے تھے۔

جعفر برمکی کی وزارت

ایک دوسرے موقع پر ہارون الرشید نے مہر سلطنت یعنی عہدۂ وزارت فضل سے
لے کر جعفر کو دینا چاہا۔ لیکن خود اِس بات کو فضل سے کہنا نہ چاہا۔ اِس لیے یحییٰ سے فرمایا کہ
تم فضل پر بذریعۂ تحریر میری خواہش کا اظہار کردو۔ چنانچہ حسب الحکم یحییٰ نے اپنے بڑے بیٹے
کو مفصلۂ ذیل تحریر لکھی۔

نور چشم من! امیر المومنین کی اللہ تعالیٰ اُن کی سلطنت وحکومت اور وسیع کرے یہ مرضی ہے
کہ تم مُہر سلطنت اپنے دہنے ہاتھ سے اپنے بائین ہاتھ پر منتقل کردو۔

فضل نے جواب لکھا کہ میرے بھائی کے متعلق جو حکم امیر المومنین نے دیا ہے مین اُسکو
بجان و دل قبول کرتا ہون۔ میرے بھائی کو جو عروج حاصل ہوگا تو گویا وہ مجکو ہی حاصل
ہوگا اور میرے پاس سے نہین جاتا ہے اور جو رتبہ کہ اُسے ملے گا گویا وہ مجھ سے نہین
لیا جاتا ہے۔

جعفر نے جب فضل کا یہ جواب سنا تو وہ اپنے بھائی کی محبت اور عقل و تمیز اور رائے
صائب سے بہت خوش ہوا۔

جعفر کا عہدہ بڑی ذمہ داری کا تھا اُس کا فرض منصبی یہ تھا کہ تمام سلطنت کے افسرون اور عہدہ داروں کے نام جس قدر احکام و فرامین صادر ہوتے تھے اُن کو جعفر ہی تحریر کرتا تھا اور اُن پر دستخط کرتا تھا اور خلیفہ کے حضور مین جس قدر عرائض استغاثے اور یادداشتین اور رپورٹین گزرتی تھین جو روزانہ ہمیشہ سینکڑون کی تعداد سے بھی متجاوز ہوتی تھین روزانہ اُن پر احکام و تجاویز اور فیصلے جعفر خود ہی لکھا کرتا تھا۔

فضل خلیفہ ہارون رشید کا برادر رضاعی تھا یہ رشتہ بھی مسلمانون مین ایسا ہی محترم رشتہ سمجھا جاتا ہے کہ جیسے کوئی اپنے ہی کفو اور خون کا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے فضل کا مزاج ذرا تیز اور سخت تھا۔ جعفر جو فضل کا چھوٹا بھائی تھا وہ بمقابلہ فضل کے بڑا ہی فصیح اور بلیغ اور عقل و تمیز کا پتلا تھا۔ جعفر اپنی فیاضی اور خوش اخلاقی کے لیے مشہور ہے اِس وجہ سے ہارون رشید نے بہ نسبت فضل کے جعفر کو اپنی صحبت مین رکھنے کے لیے ترجیح دی۔ جعفر اور خلیفہ مین غایت درجہ محبت اور دوستی ہو گئی خلیفہ کی سیر و تفریح کے وقت جعفر ہمیشہ اُس کے ہمراہ ہوا کرتا تھا اور اکثر راتون کو ایسا ہوتا تھا کہ عیش و عشرت کے جلسون مین جعفر اور ابو نواس[1] جو ظریف شاعر تھا اور مسرور جو ہارون رشید کا جلاد اور حبشی النسل تھا۔ یہ سب شریک ہوا کرتے تھے اور ایسے جلسون مین جو رات سے شروع ہوا کرتے تھے اکثر صبح کی نماز کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔

سلہ اس کا اصلی نام ابو علی حسن بن ہانی بن عبدالاول ابن صباح ہے اور زیادہ تر ابو نواس کے نام سے مشہور ہے ابن الانباری کے تذکرے مین تحریر ہے کہ یہ ایک جلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا ابو عمر حافظ کا قول ہے کہ مین نے ابو نواس سے زیادہ علم لغت مین کسی کو عالم نہین دیکھا فن شعر مین جو درجہ متقدمین مین امراء القیس کا تھا۔ محدثین مین وہی رتبہ ابو نواس کا تھا۔ نشہ کے عالم مین بھی شعر کہتا تھا اِس لیئے ہر قسم کے مضامین ہوتے تھے باوجود علم و فضل کے مزاج مین تمسخر بہت تھا بقیہ صفحہ آئندہ

برامکہ کی سخاوت

یحییٰ اور اُس کے دونون بیٹون کے اخلاق اور عادات کا احوال بہ نسبت اس کے کہ وہ تحریر کئے جاوین ذیل کی حکایت سے پورا پورا معلوم ہو سکتا ہے۔

خاندان برامکہ کے زوال کے بعد ہارون رشید نے تمام شاعرون کو ممانعت کر دی تھی کہ کوئی اُن پر مرثیہ نہ کہے نہ اُن پر مرثیہ لکھے اور جو شخص ایسا کرے گا اُس کو سخت سزا دی جائے گی اتفاقاً ایک رات نگہبانانِ شب برامکہ کے مسمار شدہ مکانات اور کھنڈرون کے پاس سے گزر رہے تھے کہ اُن کو وہان ایک شخص ملا جس کے ہاتھ مین ایک کاغذ تھا۔ اور اس مین آلِ برمک کے لیے مرثیے لکھے ہوئے تھے اُن مرثیون کو وہ شخص پڑھتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ سپاہیون نے اُس شخص کو گرفتار کر لیا اور ہارون رشید کے حضور مین لیگئے خلیفہ کے سامنے جاتے ہی اُس شخص نے اس امر سے اقبال کر لیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس بارے مین مَین نے جو ممانعت کر رکھی ہے وہ تم نے نہین سُنی۔ مین تم کو ایسی سخت سزا دون گا جو دوسرون کو موجب عبرت ہوگی۔ اس شخص نے کہا کہ امیرالمومنین اول میرا قصہ آپ سن لین۔ بعدازان جو آپ کا دل چاہے وہ کرنا۔ خلیفہ نے کہا اچھا کہو۔ اُس شاعر نے کہا کہ مین ابتدا مین یحییٰ برمکی کا ایک ادنیٰ محرر تھا۔ ایک دن یحییٰ نے مجھ سے کہا کہ میری

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور کوئی بات نکتہ سنجی اور ظرافت سے خالی نہین ہوتی تھی خلفائے عباسیہ و برامکہ کی مدح مین اُس کے قصائد مشہور ہین فضل برمکی کی تعریف مین جو قصیدہ دیوان مین موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جسکا مطلع یہ ہے ادیع البلا ان الخشوع لبادی ٭ علیک و انی لم احیک و دادی ٭ یہ شاعر سنہ ۱۴۶ ہجری یا سنہ ۱۳۶ ہجری مین بمقام اہواز پیدا ہوا تھا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانے مین بمقام بغداد سنہ ۱۹۵ ہجری مین فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صندوق کاغذ اس کے مکان سے نکلے جس مین لطائف و ظرائف و نکات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے اور چونکہ اُس کے کاندھے پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اُسکو ابو نواس کہتے تھے ۱۲ مصباح احمد مترجم

یہ خواہش ہے کہ تم ایک دن میری دعوت کرو۔ مین نے جواب دیا کہ وزارت پناہ مین
ایسی عزت کے حصول کے قابل کب ہون اور نہ میرا مکان اس قابل ہے کہ آپ جیسا
شخص والا شان رونق افروز ہوکر دعوت تناول فرمادے۔ یحییٰ نے میرا عذر منظور نہین کیا
اس لیے مین نے ایک سال کی مہلت لی تاکہ اس عرصے مین اُس کی ضیافت کے لائق
تیاری کرلون لیکن یحییٰ نے صرف چند ماہ کی مہلت منظور کی چنانچہ مین نے تیاریان دعوت
کے لئے شروع کردین اور جبکہ مین حتی الوسع اُن کو پورا کرچکا تو مین نے وزیر اعظم سے عرض
کیا کہ اب آپ کسی دن خادم کے مکان پر قدم رنجہ فرمائین۔

دوسرے دن یحییٰ معہ اپنے دونون بیٹون فضل اور جعفر اور چند خدمت گارون کے
میرے مکان پر آیا اور دروازے پر گھوڑا ٹھیرا کر اُتر پڑا اور کہا کہ مین بھوکا ہون جلد میرے
لیے کچھ کھانا لاؤ۔ اتنے مین اُس کے بیٹے فضل نے مجھ سے آہستہ سے کہا کہ یحییٰ کو پرند
جانورون کے گوشت سے زیادہ شوق ہے۔ لیکن جو کچھ ماحضر ہو وہ جس قدر جلد ممکن ہوئے آؤ
مَین گیا اور جو کچھ جلدی مین ہوسکا کھانا لاکر اُن کے آگے دسترخوان پر رکھا۔ یحییٰ کھانا کھاکر
کھڑا ہوگیا اور میرے مکان مین ٹہلنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم مجھے اپنا سب مکان دکھاؤ
مَین نے عرض کیا کہ میرا تو یہی مکان ہے جس مین کہ آپ رونق فرما ہین اور یہ آپ کے
پیش نظر ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی میرا مکان نہین ہے۔ اُس نے کہا نہین تمہارا ایک
مکان اور بھی ہے۔ مین نے اُس کو یقین دلایا کہ میرا تو صرف یہی ایک مکان ہے اُس نے
پھر چند معمارون کو بلایا اور جب وہ آگئے تو اُس نے حکم دیا کہ اِس دیوار کو توڑ کر جو میرے
مکان سے ملحق تھی ایک دروازہ بنالو۔ اس بات پر مین نے یحییٰ سے عرض کیا کہ وزارت
پناہ مین اپنے ہمسایہ کی دیوار تڑوانا کس طرح گوارا کرون۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ
اپنے پڑوسیون کی عزت اور لحاظ کرو۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ کی بات نہین ہے۔
اس اثنا مین مزدورون نے اُس دیوار کو توڑ کر ایک دروازہ بنالیا۔ یحییٰ اور ہم سب اُس

دروازے کے اندر ہوکر اُس طرف گئے۔ وہان ایک باغ مین پہنچے جہان طرح بہ طرح
کے میوہ دار درخت اور قسم قسم کے پھول کھل رہے تھے۔ فوارے متصل جاری تھے ساون
بھادون اور دیگر عمدہ عمدہ مکانات وہان بنے ہوئے تھے۔ غرض کہ جس چیز پر آنکھ پڑتی تھی
دل کو اُس نظارے سے بے انتہا انبساط اور فرحت حاصل ہوتی تھی مکانات فرش فروش
اور شیشۂ وآلات سے نہایت آراستہ اور سجے ہوئے تھے۔ نوکر۔ چاکر۔ لونڈی۔ غلام۔
وہان سب موجود تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے امیر کا مکان ہے۔ ہم سب وہان
جاکر بیٹھ گئے اتنے مین یحییٰ نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے اور یہ کل
سامان معہ لونڈی غلام سب تمہاری ملکیت ہے۔ مین نے بطور ادائے شکریہ کے یحییٰ
کے ہاتھون کو بوسہ دیا اور اُس کے لیے دعائے خیر مانگی۔ یحییٰ نے جعفر کو مخاطب کرکے
کہا کہ (نورچشم من) یہ شخص غریب ہے اس سے اسقدر نوکر چاکر اور لونڈی غلامون کا خرچ
کیسے اُٹھ سکے گا۔ جعفر نے عرض کیا کہ مین اِس کو اتنی اتنی جاگیر دون گا اور اس کا قبالہ
ابھی اس کے پاس فوراً بھیج دون گا۔ پھر یحییٰ اپنے دوسرے بیٹے فضل کی جانب پھرا اور
کہا کہ نورچشم من جاگیر اور جائداد کی آمدنی تو ایک عرصے مین آوے گی اُس وقت تک یہ شخص
خرچ کا کہان سے متکفل ہوگا۔ فضل نے عرض کی کہ مین اس کے خرچ کے لیے دس ہزار
دینار دون گا اور خود آکر دے جاؤن گا۔ یحییٰ نے اپنے بیٹون سے کہا کہ جلد جاؤ مین یہان
ٹھیرا ہوا ہون اور تم نے جو کچھ کہا ہے اُسے پورا کردو۔ چنانچہ جو کچھ اُنھون نے کہا تھا وہ
پورا کردکھایا اور مین نے گھر اور جاگیر اور جائداد پر قبضہ کرلیا اور زرِ نقد کو اپنے تصرف مین لیلیا
اُن کے طفیل سے مجھے بڑی دولت مل گئی اور مین نے اُس سے بہت نفع اور فائدہ اُٹھایا
اور اب تک اُٹھا رہا ہون۔ امیرالمومنین خدا آگاہ ہے کہ مین نے ہر موقع پر اُنکی شکرگزاری کی
اور اپنی ممنونیت ظاہر کی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مجھ سے اُن کا احسان کبھی بھی ادا نہ ہوسکے گا۔
اگر آپ اُس احسان کی ادائگی کے لیے مجھکو قتل کرنا چاہتے ہین تو آپ کو اختیار ہے جو

دل چاہے سو کیجیے۔

یہ حکایت سُن کر ہارون رشید بہت متاثر ہوا اور اُس کے آنسو رواں ہو گئے اور اُس شخص کو اپنی عام انسانی ہمدردی سے چھوڑ دیا اور اُس دن سے اپنی ممانعت کا حکم منسوخ کر دیا اور تمام شاعروں کو اجازت دیدی کہ ہر دلعزیز لیکن بدقسمت خاندان برامکہ پر اگر کوئی مرثیے کہے یا پڑھے تو اب اُسکو عام اجازت ہی۔

یحیی کے عاقلانہ مقولے

یحیی نے بہت سے پُر مغز اور عاقلانہ مقولے تحریر کیے ہین منجملہ اُن کے بطور مشتے نمونہ از خروارے یہ ہین۔ "وہ ایسا کوئی شخص ہوا کہ اُس نے مجھ سے گفتگو کی ہو اور مین نے وہ گفتگو ادب اور لحاظ سے نہ سُنی ہو۔ اور جبکہ وہ شخص اپنا کلام ختم کر چکتا تو یا تو اُسکا ادب و لحاظ میرے دل مین زیادہ ہو جاتا یا بالکل ہی دل سے محو ہو جاتا تھا"

دوسرا مقولہ اُس کا یہ ہے کہ "وہ اقرار او وعدے فیاض آدمی کے جال ہین جن مین کہ وہ شریف اور اچھے آدمیوں کی تعریفین اور توصیفین پکڑتا ہی"

یحیی جب کبھی گھوڑے پر سوار ہو کے نکلتا تو اُس کے ساتھ روپیوں کی تھیلیاں ہوا کرتی تھین اور ہر تھیلی مین دو سو درہم ہوتے تھے جو شخص اُس سے سوال کرتا اُس کو ایک تھیلی دیدیتا تھا فضل اور جعفر مین بھی یہی خاندانی فیاضی برابر قائم رہی۔

جعفر کی مروت اور فیاضی

جعفر اور عامل مصر کے درمیان بہت دنوں سے رنجش اور مخالفت تھی اتفاق سے ایک شخص ایک جعلی خط جعفر کی طرف سے لکھکر گورنر مصر کے پاس لیگیا اور اس مین اپنے لیے جعفر کی طرف سے بہت ہی سفارش لکھ لی تھی۔ گورنر مصر کے پاس جب یہ شخص معہ خط کے پہنچا تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ اُس نے خیال کیا کہ اب جعفر مین اور مجھ مین پھر راہ و رسم اور دوستی ہو جائے گی۔ جس کے لیے ابتدا جعفر کی جانب سے ہوئی ہے۔ اس لیے اُس نے حامل خط کو بڑی محبت اور اعزاز و اکرام سے اپنے پاس ٹھیرایا اور بڑی خاطر داری سے اُسکی مہمانی کی۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد خط کے اصلی ہونے مین اُس کو شبہ ہوا۔

اس لیے گورنر مصر نے وہ خط بجنسہ بغداد مین اپنے سفیر کے پاس بھیجدیا کہ یہ دریافت کر کے اطلاع دے کہ یہ خط جعفر کا اصلی خط ہے یا کیا ؟ گورنر مصر کے وکیل سے وہ خط بمراد تصدیق جعفر کو دے دیا۔ جعفر نے خط کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ خط کسی نے جعلی میری جانب سے لکھ لیا ہے۔ مگر اپنے ندیمون اور مصاحبون کو وہ خط دکھایا اور کہا کہ بتلاؤ یہ خط میرا ہے یا نہین ہے۔ انھون نے عرض کیا کہ یہ خط ہرگز آپ کا نہین ہے یہ کسی کا جعل ہے جعفر نے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ جس شخص نے میرے نام سے یہ جعل کیا ہے اب اُس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ بعضون نے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر ڈالنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگون کو آیندہ کے لیے عبرت ہو دوسرون نے کہا کہ اُس کا دست راست قطع کر دینا چاہیے۔ بعضون کی یہ رائے ہوئی کہ اُس کے درے اور تازیانے لگا کر چھوڑ دینا چاہیے۔ اور اُن مین جو بہت ہی رحمدل تھے اُن کی یہ رائے ہوئی کہ اُس کو واپس بُلا لینا چاہیے بغداد سے مصر تک آنے جانے مین جو کچھ سفر مین اُس کو تکلیف ہوئی اور کچھ حاصل نہ ہوا یہی اُس کو کافی سزا ہوگی۔ جعفر اُن سب کی رائے خاموش سُن رہا تھا اور جب وہ سب کہہ چکے تو اُس نے کہا کہ کیا تم لوگون مین کوئی بھی اچھے خیالات کا آدمی نہین ہے۔ تم سب واقف ہو کہ گورنر مصر سے میری کیسی رنجش ہے اور یہ صرف ہمارا ہی غرور تھا کہ اب تک ہمکو ملاپ اور دوستی کرنے سے مانع آرہا تھا۔ اب اللہ تعالی نے اس شخص کو ہم دونون کی دوستی اور راہ ورسم کی دلیل ہونے کے لیے غیب سے پیدا کر دیا ہے کہ جس کی وجہ سے ہماری دشمنی رفع ہو کر ختم ہوگئی۔ اور تم ایسے شخص کی نسبت یہ کہتے ہو کہ اس کو ایسی ایسی سزا دینی چاہیے یہ کہکر جعفر نے قلم اُٹھایا اور اس خط کی پشت پر گورنر مصر کو یہ تحریر کیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے کیسے خیال کیا کہ میرا یہ خط جعلی تھا یہ خط خاص میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور حامل خط میرا ایک دلی دوست ہے۔ امید ہے کہ آپ اُس سے اچھی طرح سلوک کرین گے۔ جہان تک جلد ممکن ہو اُس کو میرے پاس واپس بھیجدین۔ مجکو

اُس کی ملاقات کا کمال اشتیاق ہے۔

عامل مصر نے جب خط کی پشت پر جعفر کے خاص ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ اُس شخص کو اس قدر زر نقد اور تحفے تحائف وغیرہ دیئے کہ وہ مالا مال ہوگیا جب یہ شخص اس قدر کثرت مال کے ساتھ بغداد واپس آیا۔ جعفر کے پاس گیا اُس کے پیرون مین گر پڑا اور بہت رویا اور اپنے جعل کا اقرار کیا اور خواستگار معافی ہوا۔ جعفر نے دریافت کیا کہ تم کو گورنر مصر نے کیا دیا۔ اور یہ سنکر کہ گورنر مصر نے اُس کو ایک لاکھ دینار دیئے ہین جعفر نے ایک لاکھ دینار اُسکو اپنے پاس سے اور دیئے۔ اور کہا جاؤ چین کرو۔

فذار

ایک دفعہ جعفر نے اپنے ندیمون اور خاص دوستون کو جمع کر کے ایک جلسۂ شراب[۱] ترتیب دیا۔ مکان کو نہایت آراستہ اور ظروف نقرہ اور فرش و فروش اور شیشہ و آلات وغیرہ سے بغایت پیراستہ اور سجایا تھا۔ تمام مہمان اور یار غار موجود تھے اور ایسے موقع پر جیسا کہ دستور ہے سب نے نہایت زرق برق و ریشمین کپڑے پہن رکھے تھے۔ شراب کا آزادانہ طور سے دَور چل رہا تھا مغنیون اور ساز اور تارون سے تمام مکان گونج رہا تھا مگر ابھی تک جعفر کا ایک مہمان عبدالملک بن صالح نہین آیا تھا اور جعفر نے دربانون کو سخت تاکید کر دی تھی کہ سوائے عبدالملک بن صالح کے اور کوئی شخص چاہے کیسی ہی ضرورت کا کام ہو اندر نہ آنے پائے اتفاقاً ہارون الرشید کا

---

[۱] شراب کا لفظ یہان غلطی سے لکھا گیا ہے۔ نبیذ ہونا چاہیئے جو تازہ شربت کھجور کا ہوتا تھا اور جس مین سکر یا نشہ نہین ہوتا تھا اور جس کی حلت کا فتویٰ علماء عراق نے دیدیا تھا ۱۲

مصباح مترجم

بھی رشتہ دار جنکا نام عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ ابن عباس تھا وہ ایک ضروری
کام کے لیئے جعفر سے ملنے کو آئے اور دربانون نے نام کی مشابہت سے
دھوکا کھاکر اُن کو اندر جانے دیا۔ یہ عبداللملک بن صالح نہایت سخت مزاج تھے
اور بڑے ہی پابند شریعت تھے۔ جعفر نے کوئی دفعہ اُن سے کہا تھا کہ آپ
ایک دفعہ تو ہمارے جلسۂ عیش وعشرت مین شریک ہو وین۔ لیکن عبدالملک ہمیشہ
باصرار انکار کرتے رہتے تھے۔ اب جون ہی کہ یہ عبدالملک اندر گئے اور جعفر اور
ان کی نظر دوچار ہوئی جعفر نہایت پریشان اور نادم ہوا۔ لیکن یہ عبدالملک کچھ
اس جلسہ سے ایسے خوش ہوئے کہ انھون نے فوراً ہی اس جلسہ کی شمولیت
کا ارادہ کرلیا اور کسی کے بارخاطر نہ رہے اور جعفر کی تسلی خاطر اور اطمینان کے لیئے
عبدالملک نے اس جلسہ کے دستور کے موافق خادمون سے رنگین پوشاک
منگواکر پہن لی اور جلسہ نشاط مین شامل ہو کر نہایت سرگرمی سے ہم کلام ہوئے اور
دوچار ساغر شراب[1] بھی چڑھا گئے جعفر اپنے دل مین اس معزز شخص کے یار شاطر
اور بے تکلف دوست بن جانے سے بہت ہی مسرور ہوا۔ اُسنے دریافت کیا کہ آپکی
تشریف آوری کا اسوقت کیا باعث تھا۔

عبدالملک نے کہا کہ مین تمہارے پاس اسلیئے آیا ہون کہ میری تین خواہشین ہین اور چاہتا
ہون کہ خلیفہ سے عرض کرکے میرے یہ کام کرادو۔

اول تو میرے پر دس لاکھ درہم قرض ہین اور مین اُن کو ادا کرنا چاہتا ہون۔

[1] شراب نہین نبیذ ۱۲

مصباح مترجم

دوسری بات یہ ہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیئے ایسے صوبہ کی گورنری چاہتا ہون کہ جو آپکے رُتبہ کے موافق ہو۔

اور تیسرا امر یہ ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ خلیفہ کی دختر سے میرے لڑکے کی شادی ہوجائے وہ اس کا چچازاد بہائی اور ہم کفو ہے۔ جعفر نے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کی یہ تینون خواہشین پوری ہوجاوینگی۔ دربارہ زرنقد کے تو یہ عرض ہے کہ مین اسکو ابھی آپ کے دولت خانہ پر بھیجدیتا ہون۔ اور دربارۂ عاملی کے یہ التماس ہے کہ آپ کے صاحبزادے کو ملک مصر کا گورنر کردیا جائے گا۔ اور شادی کی بابت یہ گذارش ہے کہ امیر المومنین کی دختر سے مین اُس کی نسبت کردیتا ہون اور شادی مین اس قدر جہیز دیا جائے گا۔ آپ اطمینان فرماین خاطر رکھین۔ اللہ تعالےٰ آپ پر اپنی رحمت کرے۔

جبکہ عبدالملک اپنے گھر پہنچے تو اُنہون نے زرنقد وہان موجود پایا دوسرے دن جعفر نے خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوکر عرض معروض کرکے عبدالملک کے پسر کے لیئے مصر کی عاملی کی منظوری لے لی۔ اور نیز خلیفہ کو راضی کرکے شہزادی کا نکاح اُس سے کرادیا۔

فضل برمکی کا اسحٰق موصلی سے سلوک

اسحٰق[1] بن ابراہیم الموصلی کا بیان ہے کہ ایک بار مین نے ایک نہایت خوبصورت

---

[1] ابومحمد اسحٰق بن ابراہیم الموصلی وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے موسیقی کو معراج کمال تک پہنچا دیا تہا المامون مین تحریر ہے کہ اسحٰق اپنے ہمعصرون مین باعتبار شہرت۔ مقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فائق تہا۔ اسحٰق نے علامہ اصمعی ابوعبیدہ۔ کسائی۔ فراسے فن ادب انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو حاصل کیا تہا۔ اور ان تمام علوم مین مجتہدانہ کمال رکھتا تہا لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے انتساب نے اُس کو نہ تو فقیہ مشہور ہونے دیا نہ ادیب۔ اور صرف مغنی کے حقیر لقب سے اس کی تمام دنیا مین شہرت ہوئی جس کو باوجود کوشش کے سلطنت بہی نہ مٹا سکی (بقیہ صفحہ آئندہ)

کنیز خریدی اور اسکے لکھانے پڑھانے مین محنت کرکے اسکو ہر علم مین طاق کردیا اور اسکو فضل بن یحییٰ کو بطور ہدیہ کے پیش کرنا چاہا لیکن فضل نے مجھسے کہا کہ اسحٰق گورنر مصر کا سفیر ابھی میرے پاس سے گیا ہے اور وہ مجھے کچھ ہدیہ دینا چاہتا ہے تم اس کنیز کو اپنے پاس رکھو مین اس سے کہون گا کہ مین نے سنا ہے کہ اسحٰق کے پاس ایک نہایت حسین کنیز ہے اور وہ میری یہ خواہش پاکر یقیناً مجھے اس کنیز کو تحفۃً منظور کرنے کے لیئے کہے گا مین اسکی درخواست منظور کرلون گا پھر جب وہ تم سے خریدنے آوے تو اس کی قیمت پچاس ہزار دینار سے کم نہ کرنا۔

اسحٰق کہتا ہے کہ مین اپنے گھر چلا آیا اور اس نے اس کنیز کو دیکھکر دس ہزار دینار قیمت لگائی۔ مین نے اس سے انکار کردیا اس نے قیمت اور بڑھائی بیس ہزار کہی۔ پھر تیس ہزار دینار کہی اس قدر رقم عظیم قیمت کی سنکر مجھسے قصبر نہ ہو سکا اور مین نے یہ قیمت منظور کرلی۔ کنیز کو اسکے حوالے کردیا۔ دوسرے دن فضل کے پاس جاکر یہ سب واقعہ اس سے

(بقیہ صفحۂ گزشتہ) عود بجانا زلزل سے سیکھا تھا اور تمام راگنیان اپنے باپ ابراہیم ان شدہ سے سیکھی تھین۔ خلیفہ مامون الرشید اس کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ اس کو ندیمون کے زمرہ مین جگہ دیتا تھا اور دربار مین فقہا کا لباس پہن کرآنے کی اجازت تھی۔ خلیفہ معتصم باللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اسحٰق جب گاتا ہے تو مجھے جوش مسرت مین یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت مین کوئی نیا ملک اضافہ ہوگیا ہے ۲۳۵ھ ہجری مین خلیفہ المتوکل علی اللہ کے زمانے مین فوت ہوا۔ اس کا باپ بھی موسیقی کا استاد تھا۔ اسحٰق کا باپ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے دربار مین اپنی خدمت پر دس ہزار درہم ماہوا یعنی ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار کا نوکر تھا۔ ابراہیم بہت سی راگنیون کا موجد ہے ۱۲

از مصباح مترجم

دوسرا۔ فضل نے مسکرادیا اور کہا سفیر روم بھی مجھے ایک تحفہ دینا چاہتا ہے مین اُس سے
بھی اس کنیز کا تذکرہ کرون گا تم یہ کنیز اپنے مکان پر یجاؤ اور سفیر روم کے آنے کے منتظر
رہو مگر پچاس ہزار دینار سے کم قیمت مین ہرگز نہ دینا۔ اسحٰق کہتا ہے کہ مین اُسے اپنے گھر
لے گیا۔ اتنے مین سفیر روم میرے پاس آیا۔ المختصر اسکے ہاتھ بھی مین نے اسکو تیس ہزار
دینار پر بیع کردیا۔ پھر جو مین فضل کے پاس گیا تو اُسنے مجھے پھر وہی کنیز دیدی اور کہا کہ سفیر خراسان
بھی اسیطرح مجکو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ اُس سے بھی مین نے اسی کنیز کی بابت کہدیا ہے۔ مین گھر گیا۔
تھوڑی دیر مین سفیر خراسان میرے پاس آیا۔ لیکن اِس دفعہ مین نے ہمت کرکے چالیس ہزار دینار
پر اسکو فروخت کیا۔ دوسرے دن جب مین فضل کے پاس گیا اُسنے کہا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا مین نے
عرض کیا کہ اس دفعہ مین نے چالیس ہزار دینار پر بیچا ہے۔ خدا کی قسم جب مین نے اس قدر رقم
عظیم سنی تو مجھے صبر نہ ہو سکا اور مین نے اسکو فروخت کرہی دیا۔ اب آپکے طفیل مین (مجھ
فداک) مین نے اس کنیز سے ایک لاکھ دینار پیدا کرلیے ہین اور اب زیادہ کی ہوس نہین ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ سنکر فضل نے اُس کنیز کو بلوا کر مجھے پھر بخشدیا اور
کہا کہ اسے گھر یجاؤ مین نے عرض کیا کہ یہ کنیز تو دنیا مین سب سے زیادہ خیر و برکت والی ہے۔ اسحٰق
کہتا ہے کہ مین نے پھر اُس کنیز کو آزاد کردیا۔ اور آزاد کرکے اُس سے شادی کی۔ اللہ اب اُس
سے میری کئی اولادین ہین۔

امام محمد عباسی
فضل کی کارسازی

امام محمد بن ابراہیم جو محمد بن علی بن عبد اللہ ابن عباس کے پوتے تھے ایک دن
فضل کے پاس آئے اور ایک صندوقچہ جس مین جواہرات بھرے ہوئے تھے اُنکے ساتھ
تھا۔ اُنہون نے فضل سے کہا کہ میری آمدنی میری ضروریات کیلئے کافی نہین ہے اس
وجہ سے میرے اوپر دس لاکھ درہم قرض ہوگئے ہین اور مجھے اپنا حال ہر کسی سے
کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور گو مین کافی ضمانت دے سکتا ہون۔ مگر مین کسی سوداگر کو
بھی اپنے حال سے آگاہی دینا نہین چاہتا۔ تمہارا سوداگرون سے لین دین ہے اسلیے

یہ التماس ہے کہ یہ جواہرات کسی سوداگر کے پاس رہن رکھہ کے دس لاکھ درہم منگوا دو فضل نے جواب دیا کہ آپ کا فرمانا بسر وچشم منظور ہے مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ آج تمام دن میرے پاس تشریف رکھیں۔ محمد اس بات پر رضامند ہوگئے۔ فضل نے وہ صندوقچہ لیکر اسی طرح بند اور سر بمہر جس طرح کہ وہ آیا تہا محمد کے مکان پر مع دس لاکھ درہم کے چپکے سے بھجوادیا اور ہرکارہ سے کہدیا کہ اسکی رسید لے آنا۔ فضل نے محمد کو اپنے پاس شام تک رکھا اور جب شام کو محمد اپنے مکان پر واپس آئے تو دس لاکھ درہم۔ اور صندوقچہ جواہرات دونوں چیزوں کو دیکھ کر بہت ہی خوش اور متعجب ہوئے۔ دوسرے دن علی الصباح محمد فضل کے مکان پر اُس کا شکریہ ادا کرنے گئے لیکن معلوم ہوا کہ فضل ابھی ہارون الرشید کے پاس چلا گیا ہے۔ محمد پھر خلیفہ کے محل کیجانب گئے لیکن جونہی کہ فضل کو اُن کا آنا معلوم ہوا وہ دوسرے دروازے سے نکلکر اپنے باپ یحیی کے مکان پر چلا گیا اُس کا وہاں جانا معلوم کرکے محمد بھی یحیی کے مکان پر گئے وہاں اُنکو معلوم ہوا کہ فضل ابھی اپنے مکان پر چلا گیا ہے یہ وہاں سے فضل کے مکان پر گئے اور اب اُنسے فضل کی ملاقات ہوئی۔ محمد نے فضل کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں آپکی فیاضی کا شکریہ ادا کرنے علی الصباح ہی آیا تہا مگر آپ نہ ملے۔ فضل نے جواب دیا کہ دس لاکھ درہم جو میں نے آپ کو بہیجے تھے۔ تو میں نے پھر خیال کیا کہ یہ سب تو آپ اپنے قرضخواہوں کو دیدینگے اور پھر خرچ کے لیے آپ کے پاس کچھ نہ بچیگا تو آپ کو دوبارہ قرض لینا پڑتا۔ اس لیے میں علی الصباح امیر المومنین کی خدمت میں گیا اور آپکی حالت بیان کی۔ امیر المومنین نے دس لاکھ درہم آپ کو عطا کیے اور خلیفہ کے محل پر میں آپسے نہیں ملا اور دوسرے دروازے سے چلا آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ جب تک یہ روپیہ بھی آپکے مکان پر نہ پونہچ جاتا۔ اسوقت تک میں آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب وہ روپیہ پہنچ گیا ہوگا۔ محمد نے کہا تمہارا احسان مجھسے کس طرح ادا ہوسکے گا صرف اظہار شکریہ کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ میں تمہاری ہی پاک قسم کھاکر کہتا ہوں کہ آج سے سوائے تمہارے نہ کسی کے پاس جاؤنگا اور نہ سوائے

تمہارے کسی سے کچھ طلب کروں گا۔ محمد نے اس بات کی درحقیقت قسم کھالی اور پھر یہ قسم تحریر بھی کردی اور بعد ازاں ہمیشہ اس قسم پر پابند رہے۔

محمد عباسی کا ایفائے وعدہ

کچھ عرصے کے بعد جب خاندان برامکہ پر زوال آیا اور اُسکا استیصال ہوا اور فضل بن ربیع وزیر ہوگیا اُسوقت بھی محمد کو پھر قرض کی حاجت پڑی لوگوں نے اُنسے کہا کہ آپ وزیر سے جاکر کہیے وہ آپکی رفع حاجت کردیگا۔ محمد کو اپنی قسم یاد تھی۔ اس لئے انہوں نے وزیر کے پاس جانے سے انکار کردیا اور مرتے دم تک نہ کسی سے کسی قسم کا سوال کیا اور نہ کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول کیا۔

ہارون کی بے انتہا فیاضیاں خاصکر شعراء علماء فضلاء اور پیشوایان دین پر زیادہ تھیں اسی وجہ سے یہ لوگ اُسکی بہت مدح وثنا بطور شکریہ وادائے احسان کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اُسکے انصاف اور رحم دلی کی شہرت زیادہ ہوگئی تھی اور گو اسمیں یہ عادتیں تھیں لیکن تواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسقدر تعریف وتوصیف کا مستحق نہ تھا۔

ہارون رشید کی خلافت میں اہل کمال کی کثرت

ہارون رشید کے زمانہ میں جسقدر اہل کمال۔ فضلاء اور مفتی۔ علماء شعراء۔ ادیب۔ نحوی۔ قاضی۔ ندیم۔ کُتّاب۔ موجود تھے۔ اس قدر اہل کمال کسی خلیفہ کے زمانہ میں نہیں ہوئے اور مغنیوں اور موسیقیوں کی تو کوئی شمار نہیں وہ ان سب کا مربی تھا۔ اور بذاتہ اسمیں سب قسم کی خوبیاں موجود تھیں ہارون خود اپنے زمانہ کا ایک کامل اہل علم تھا اور بڑا عالم وفاضل تھا۔ شاعر بھی تھا شعر بہت اچھا کہتا تھا۔ علم تاریخ۔ علم حدیث۔ اور فقہ وشاعری میں وہ بہرا ہوا تھا مناسب موقعوں پر اُن کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ہارون بڑا ہی صاحب تمیز اور بڑی عقل وفراست اور فہم وکیاست رکھتا تھا۔ ایسا خوش اخلاق۔ بامروت۔ متواضع اور حلیم تھا کہ ہر ادنے واعلے اُسکا ادب ولحاظ کرتا تھا اس وجہ سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تمام ہمعصر مورخین اُسکی تعریفوں میں رطب اللسان اور متفق اللفظ ہیں اور اُسکے اخلاق کی تصویر کے ایک پہلو کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہارون رشید کی سلطنت کی شان وشوکت

ہارون کے زمانہ کے بعد کے مورخین[۱] اُسکی اسقدر تعریف نہیں کرتے لیکن یہ بات خوب ذہن نشین

[۱] مسٹر پامر کو اس بات کا افسوس ہے کہ مورخین نے ہارون الرشید کی خوبیوں کے ساتھ اُسکی برائی جو چاہیے تھی کیوں نہیں لکھی۔ ۱۲ مصلح مترجم

کر لینا اور یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت کی تواریخ میں ہارون کی سلطنت اور حکومت کا زمانہ ایک نہایت ہی اعلیٰ ترین شان اور شوکت اور رونق کا زمانہ ہے۔ اسکی حکومت میں سلطنت کی حدود[1] اتنی وسیع ہوگئی تھیں کہ اتنی پھر کبھی زمانہ میں نہیں ہوئیں مشرقی دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اور مغربی افریقہ کا ایک بڑا حصہ اُسکے زیرنگین اور تابع فرمان تھا اور ان ملکوں سے اُسکے خزانہ میں خراج آیا کرتا تھا۔ شہر بغداد اُس زمانے میں اپنے کمال عروج اور کمال رونق پر تھا۔ ہارون کی وفات کے بعد ہی فوراً بغداد کی رونق کم ہونا شروع ہوگئی اور سلطنت سے یکے بعد دیگرے صوبے نکلنا شروع ہوگئے۔ اور خود خلفا کی طاقت اور حکومت جلد جلد کم ہونے لگی۔ مسلمان مورخین۔ اس سبب[2] سے بھی گذشتہ شان وشوکت کے زمانے کی تعریف کرتے ہیں اور ہارون کی سلطنت اور شوکت عظیم کو بیان کیے جاتے ہیں۔

ہارون رشید کی اصلی عادات و اطوار سے اس کتاب کے دوسرے آیندہ بابوں میں ہمکو واقفیت حاصل ہوگی

۱؎ ہارون کے زیرنگین جسقدر سلطنت تھی ہم اُسکا ایک نقشہ واسطے ملاحظہ ناظرین کے مرتب کرکے پیش کرتے ہیں اس سے معلوم ہوگا کہ دنیا کے کسقدر حصہ پر اسکی حکمرانی اور کہاں سے کہاں تک اُسکی حکومت کا جھنڈا لہرتا تھا۔ مسٹر پامر نے تو کوئی نقشہ نہیں دیا مگر ہمنے دوسری کتابوں سے بڑی تلاش کے بعد یہ نقشہ مرتب کیا ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

۲؎ مسٹر پامر کی یہ عجیب رائے ہے۔ حالانکہ جو شخص اجل الملوک تمام دنیا میں مانا گیا ہو اُسکے زمانہ کا حال لکھنا کسی سبب سے نہیں ہوا کرتا کیا تاریخ کی ترتیب کسی غرض سے ہوا کرتی ہے۔ کیا سوا شان وشوکت والے بادشاہ کے ادنے درجے کے بادشاہوں یا چھوٹی چھوٹی سلطنت کے حکمرانوں کا حال تاریخ میں تحریر نہیں ہوا کرتا؟ اس کا جواب مسٹر پامر یا کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ لہذا یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ تاریخ کی تحریر میں واقعات کی ترتیب کے سوائے کوئی غرض یا سبب نہیں ہوا کرتا اگر کوئی غرض یا سبب فرض کر لیا جاوے تو اسکا سبب ہم پر نہیں کھلا کہ مسٹر پامر نے اور تمام دیگر یورپین مورخین نے ہارون کو اعلے ترین و اعظم ترین شہنشاہ روے زمین کیوں تحریر کیا ہے اور اسکو سکندر اعظم کی طرح ہارون رشید اعظم کا کیوں خطاب دیا ہے؟ ہماری تو یہ رائے ہے کہ مسٹر پامر نے یا دیگر مورخین نے ہرگز کسی سبب سے یہ تاریخ نہیں لکھی بلکہ صرف تاریخ کی حیثیت سے یہ تاریخ لکھی ہے ۱۲ مصباح مترجم

باب دوم

ہارون رشید کی خلافت کا کمال عروج

شہر دمشق[1] جس میں خاندان بنی اُمیہ کے زمانہ کے سلطنت کی عظمت اور شان و شوکت کی بہت سی یادگاریں اور آثار موجود تھے۔ اس سے عباسیوں کو فطرتی طور سے نفرت تھی اس لیے خلیفہ منصور نے کوفے کے قریب ایک نیا دار الخلافہ بنانا شروع کیا جس کا نام اُسنے اپنے خاندان کے مورث کے نام پر ہاشمیہ رکھا۔

اہل کوفہ اولاد علی کے بہت طرف داروں میں تھے اور گو علوئیں اور عباسیوں میں ہنوز درحقیقت کوئی رنجش یا مخالفت نہ تھی لیکن دونوں خاندان اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے تھے کہ علوئین کے نام سے جو بغاوت کی گئی تھی اُس کے فائدے کے حصول سے علوئین مکر و فریب سے محروم کردیئے گئے تھے اور عباسیوں کو جو حکومت اور طاقت حاصل ہوئی یہ علوئین ہی کے پُرزور دعاوی خلافت کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے عباسیوں نے اپنی سلطنت کا دار الخلافہ اولاد علیؓ کے ہیڈکوارٹر کے عین جوار میں بنانا مصلحت نہیں سمجھا۔ بدیں وجہ منصور نے ایک اور جگہ

---

[1] یہ شہر شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے ۹ میل کے دور میں آباد ہے چار ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ ارم بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا مورخین کا بیان ہے کہ باغ ارم اسی شہر میں تھا جکو شداد عاد نے عمارت بنا کر وسیع کر دیا تھا۔ لم یخلق مثلہا فی البلاد اسی کی صفت ہے سکلہ ہجری میں خلیفہ اول کے اخیر عہد میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا سکلہ ہجری میں امیر معاویہ نے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا ۱۵۱۶ء سے ترکوں کے قبضہ میں آیا قدیم کے ہزار ہا منظر اس شہر میں ہیں ولید بن عبد الملک کی بنائی ہوئی مسجد جسمیں ۵ کروڑ ۴۳ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے اور جو تمام دنیا میں بے نظیر تھی اور دنیا کی مشہور سیرگاہوں یعنی صغد سمرقند شعب بوان دجلہ بصرہ کے بعد غوطہ دمشق ہے اسکے قرب و نواح میں سایہ دار درخت باغستان جانفزا اور خوشگوار پانی کے چشمے ملتے ہیں۔ ۱۲ مصباح

دارالخلافہ کے لیے پسند کی۔ یہ نیا دارالخلافہ شہر بغداد تھا جو دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر واقع ہے یہ شہر قدرتی طور سے ایک عظیم الشان دارالخلافہ ہونے کے لیے بہت ہی مناسب اور موزوں تھا۔ شمال سے براہ دریائے دجلہ شہر دیار بکر سے تجارت ہو سکتی تھی اور مشرق میں براہِ خلیج فارس ہندوستان اور چین سے تجارت ہو سکتی تھی۔ علاوہ ازیں دریائے فرات بھی اس جگہ سے دریائے دجلہ سے نہایت ہی قریب ہے۔ اور وہاں سے دریاء فرات کو ایک نہایت عمدہ سڑک تھی جو براہ رہست ملک شام اور ممالک مغرب کو چلی گئی تھی بغداد ایک پرانے زمانے کا نام ہے اسکے معنے ہیں خدا کا عطا کیا ہوا یا بنایا ہوا شہر[1] اس لفظ سے بھی اس کے جائے وقوع کے نہایت عمدہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ نیا شہر بہت جلد ایک عظیم الشان اور خوب رونق دار شہر بن گیا۔ اسکے بانی اور اسکے بعد کے دو جانشینوں نے اس شہر کی سجاوٹ میں اور اس کو بارونق بنانے میں کروڑوں روپے صرف کر دیے اور ساسانی بادشاہوں کے پرانے محلوں اور براعظم ایشیا کے دیگر خاص خاص شہروں سے اسکے تمام نقش و نگار اتروا کر اور عمدہ عمدہ پتھر اور مصالحہ ان میں سے نکلوا کر اس سے بغداد کی عمارتوں کو زیب دیا جس سے یہ شہر نہایت ہی پر رونق اور بڑا ہی خوبصورت ہو گیا۔

اس شہر بغداد میں جو ایک ایسی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کا دار الخلافہ تھا کہ جو ہندوستان سے اور تاتار کی حدود سے بحر اوقیانوس کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی وہ بادشاہ سلطنت کرتا تھا جسکے حکم میں بے انتہا ذرایع آمدنی کے تھے اور جسکی حکومت بالکل مطلق العنان اور خود مختاری کی تھی اور جسکے گرداگرد وہ اہل کمال۔ حکما۔ علماء۔ فضلاء موجود رہتے تھے جنکی مانند اس زمانے میں اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ بادشاہ خلیفہ ہارون رشید تھا۔

ہارون رشید کی حکومت میں فوجی حس و حرکت کی کارروائی بہت جاری رہتی تھی۔

---

[1] مسٹر پامر کی یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ بغداد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسکے قریب نوشیرواں کا ایک باغ تھا جہاں وہ بیٹھکر مقدمات[1] الت فیصل کرتا تھا اسی وجہ سے وہ باغ داد یعنی انصاف کا باغ مشہور ہو گیا اور عوام الناس بغداد کہنے لگے ۱۲ از مصباح مترجم

اس کے کئی سبب تھے۔ ایک تو یہ کہ سلطنت بہت ہی وسیع ہوگئی تھی اور تمام سلطنت کی حکومت کا ایک مرکز پر مجتمع ہونا ناممکنات سے تھا اور نیز اس خیال سے بھی یہ کارروائی ہوتی تھی تاکہ نگرانی اور خوف سے حریص اور طامع اور نمک حرام گورنر اپنے تئیں خود مختار نہ بنا سکیں یا ذاتی شان و شوکت حاصل کرنے کے لیے عوام الناس اور رعایا پر جبر و اخذ اور ظلم و ستم نہ کر سکیں
بمشکل کوئی سال ایسا ہوتا تھا کہ جس میں ایک نہ ایک صوبہ میں بغاوت نہ ہوتی ہو۔
متفرق فریق مثل سابق آپس میں برسر عناد تھے۔ ملک شام اور ملک الجزیرہ میں بنی امیہ کے طرفدار موجود تھے۔ خراسان کے لوگوں میں عربوں کی حکومت اور انکے مذہب سے دشمنی قایم تھی۔ عمال اور گورنروں کے جبر و اخذ ناجائز سے ہر جگہ رعایا میں ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ باتیں خلیفہ کی حکومت میں دقتیں اور تکلیفیں پیدا کرتی رہتی تھیں منجملہ خاص خاص بغاوتی واقعات کے چند واقعے تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ خلیفہ ہارون رشید کی سلطنت کی حالت اور اسکی حکومت کی ہیبت اور شان و شوکت معلوم ہوسکے اور نیز اس بات سے آگاہی ہووے کہ مختلف صوبجات کا سنٹرل گورنمنٹ بغداد سے کیا تعلق تھا۔

یحیی بن عبد اللہ کا خروج ویلم میں

ہارون رشید کے جلوس کے پانچویں سال یعنی ۱۷۶ھ میں یحیی ابن عبد اللہ نے جو حضرت علی ابن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے خروج کیا اور خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے۔ علیؓ محمد صاحب کے چچازاد بھائی اور داماد اور جانشین تھے یعنی منجملہ خلفاء راشدین کے چوتھے جائز خلیفہ تھے یحیی کے دو بھائی النفس الزکیہ[1] اور ابراہیم کے ساتھ خلافت سابق میں جو کچھ کارسوائی ہوئی تھی اسکی وجہ سے یحیی بن عبد اللہ کو فطرتی طور سے اپنی جان کا خوف ہوگیا تھا اور اسی لئے یحیی نے ۱۷۶ھ ہجری میں شہر ویلم میں جاکر پناہ لی۔ وہاں انکے دعاوی امامت کو یعنے اسلام میں سب سے اعلی ترین دینی پیشوا ہونے کو عوام الناس نے بہت جلد تسلیم کر لیا اور ویلم کے لوگوں نے ان کو اپنا جانشین

[1] خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں محمد بن عبد اللہ (النفس الزکیہ) نے جو سید نا امام حسینؓ کے پڑپوتے تھے علماء مدینہ کے فتوے کے بموجب خروج کیا تھا لیکن بہت سی خونریزی کے بعد وہ شہید ہوئے تھے انکے ایک بھائی ادریس کو ہارون رشید نے زہر سے مروا ڈالا تھا یہ یحیی بن عبد اللہ روپوش ہوگئے تھے اب انھوں نے خروج کیا ۱۲ مصباح مترجم

خلیفہ مشتہر کردیا۔ ہر چہار جانب و اطراف سے اُسکے جھنڈے کے نیچے ہزارہا آدمی جمع ہونا
شروع ہوگئے اس کارروائی سے سلطنت میں بہت خوف پھیل گیا اور ہارون رشید نے مجبورًا فوجی
کارروائی سے اِس بغاوت کو فرو کرنا چاہا اور باغیوں کے مقابلے کے واسطے فضل بن یحیٰی وزیر اعظم
کو پچاس ہزار فوج کا افسر مقرر کرکے روانہ کیا اور اسکو جرجان اور طبرستان اور رے کا گورنر مقرر
کردیا۔ فضل بعد فوج یحیٰی ابن عبداللہ کے مرکز کے بہت ہی قریب پہنچ گیا۔ وہ غالبًا غنیم کی
فوج کے مذہبی جوش کے نتائج سے خوف زدہ ہو کر چونکہ باغی شہزادہ علیؓ کی اولاد میں سے تھا
اور اسوجہ سے فرقۂ شیعہ کا جائز پیشوا اور سرگروہ تھا۔ اور اسی فرقہ سے قریبًا تمام ایرانی تعلق رکھتے تھے
فضل نے یحیٰی بن عبداللہ سے مقابلہ کرنے سے اجتناب کیا اور اس اُمید میں کہ صلح سے یہ کارروائی
ختم ہو جائے یحیٰی بن عبداللہ سے عہد و پیمان کرنا شروع کردیئے۔ خلیفہ عباسی کے اس سفیر کے اعلےٰ
وعدوں اور اقراروں کے بھروسہ پر آخر کار یحیٰی بن عبداللہ صلح پر رضامند ہوگئے اور
اپنے تئیں اس شرط پر سپرد کردینا منظور کرلیا کہ ہارون الرشید اپنے خاص قلم سے اُنکی معافی
جرائم کا ایک خط (امان نامہ) لکھدے اور اُس پر قاضی اور مفتی (فقہائے سلطنت) کے بطور
گواہی کے دستخط ثبت ہوں۔ اس بات پر ہارون الرشید بھی رضامند ہوگیا۔ چونکہ وہ اپنے
حریف کے دعاوی سے اور اُس کامیابی سے جو یحیٰی بن عبداللہ کو اب تک ہوچکی تھی بہت ہی
پریشان تھا۔ ایک معافی نامہ جس میں کہ بہت ہی صاف صاف ہوسے شرطیں تحریر تھیں اور
جس پر صرف افسران مذکورۂ بالا ہی کے دستخط ثبت نہ تھے بلکہ شاہی خاندان یعنی بنی ہاشم
میں سے بھی بڑے بڑے سرداروں کے دستخط تھے ہارون بھی بنی ہاشم میں سے تھا۔ لکھ کر

---

[1] ارض طبرستان اور رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں اور اُنکے دار السلطنت بھی اسی نام سے مشہور تھے لیکن رے بہت قدیم شہر تھا چنانچہ بلحاظ قدامت کے عرب رے کو ام البلاد اور شیخ البلاد کہتے ہیں حضرت شیث علیہ السلام نے اسکی بنیاد ڈالی تھی عہد ہوشنگ۔ منوچہر۔ فریدوں میں دن بدن ترقی ہوتی رہی اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام میں مہدی عباسی نے اُسکو خوب آباد کیا تھا اب ویران ہے اور اُسکی شمالی حصہ میں طہران آباد ہے طغرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ میں سے آج تک باقی ہے ۱۲ (مصباح مترجم)

یحیٰی بن عبد اللہ کے پاس روانہ کیا۔ اس خط سے جو قیمتی تحائف کے ساتھ اُن کے پاس پونہچا یحیٰی بن عبد اللہ کو فضل کے ہمراہ بغداد جانے کی ترغیب ہوئی اور جب یہ بغداد پونہچے تو خلیفہ نے نہایت خلوص اور محبت سے اُن کا استقبال کرکے اُن سے بہت ہی سلوک کیا یحیٰی بن عبد اللہ کو ابھی دار الخلافہ میں بہت دن نہ گزرے تھے کہ ہارون رشید نے اُنکو قید کردیا اور سلطنت کے تمام علماء اور مفتیوں کو جمع کرکے فتوے طلب کیا کہ آیا یہ معافی نامہ قابل جواز ہے یا نہیں؟ بعضوں[۱] نے کہا کہ ایسا وثیقہ جس پر حسب ضابطہ اپنی تصدیق ہو ہی ہو اُس کا نقض معاہدہ جائز نہیں ہے اور عملدرآمد پذیر رہے گا۔ اور بعضوں نے خوشامد سے تاکہ اُن پر خلیفہ کی عنایت و مہربانی مبذول ہو یہ فتویٰ دیدیا کہ یہ معاہدہ ناجائز ہے۔ اوران ہی لوگوں کی رائے پر شوق سے عمل کیا گیا جب بادشاہ کو اپنی کسی رعایا کو سزا دینے کے لیے عذر و بہانہ کی ضرورت ہوتی ہے تو ہمیشہ ایک نہ ایک گمراہ یا شریر آدمی بخوشی حلف دروغی کرکے اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ ملزم نے

---

[۱] امام محمد صاحب نے اس فتوے کی بڑے زور سے مخالفت کی اور اپنے اس امر پر قایم رہے کہ نقض معاہدہ جائز نہیں ہے ان امام صاحب کے حالات ناظرین کی آگاہی کے لیے ہم لکھتے ہیں وھو ہذا۔ امام محمد بن الحسن شیبانی امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں سنہ ۱۳۲ ہجری میں بمقام حرستا دمشق کے متصل ایک موضع ہے پیدا ہوئے۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی۔ ہارون رشید انکی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر وسفر میں ہمراہ رکھتا تھا اگرچہ دربار کا تعلق تھا مگر آزادی اور حق گوئی کا سررشتہ کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل وکمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے۔ تمام شاگردوں میں امام شافعی بڑے بلند رتبہ تھے اور بمقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی اُنکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمد کی شہرت اگرچہ زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن وہ تفسیر۔ حدیث۔ ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کی تصنیفات میں سے موطا۔ مبسوط جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ کتاب الحج سیر صغیر و کبیر مشہور ہیں۔ بہمراہی خلیفہ ہارون رشید سنہ ۱۸۹ ہجری میں رے کے قریب موضع رنبویہ میں انتقال کیا اتفاق سے کسائی نحوی نے بھی اسی جگہ انتقال کیا تو ہارون کو بہت صدمہ ہوا اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے۔ علامہ یزیدی نے نہایت جاں گداز مرثیہ لکھا ہے۔ جسکا ایک شعر یہ ہے

	فقلت اذا ما اشکل الخطب من لنا	بالیضاح یوماً دانت فقید	

(ترجمہ) میں نے کہا کہ جب تو نہ رہا تو ہمارے لیے مشکلات کا حل کرنے والا کہاں سے آویگا ۱۲ مصباح مترجم

فلاں جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اُنہیں گمان ہو کہ اس کو اپنے اوپر بادشاہ کی عنایت و مہربانی زیادہ ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔ چنانچہ یحییٰ ابن عبداللہ کے معاملہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔

زبیر ابن عوام کے خاندان کے ایک آدمی نے ہارون رشید کے حضور میں یحییٰ پر یہ الزام لگایا کہ معافی نامہ کی وصولی کے بعد سے یحییٰ پھر سازشیں کر رہا ہے اور فوج جمع کرنے کی کوشش میں ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ موقع پاتے ہی علم بغاوت پھر کشادہ کرے

زبیر ابن عوام کی اولاد

خلیفہ نے یحییٰ کو قید خانہ میں سے بلوا کر زبیری سے اُن کا مقابلہ کرایا اور اس سے دریافت کیا کہ اس شخص نے تم پر یہ الزام لگائے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہیں یا کیا۔ یحییٰ نے حقارت اور غصہ سے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور زبیری سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو قسم کھا کر بیان کر۔ زبیری نے قسم کھانے پر اپنی مستعدی ظاہر کی اور کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم۔ وہ خدا جو مجرموں کو تلاش کرتا اور سزا دیتا ہے...... زبیری نے قسم کو پورا نہیں کیا تھا اور اسی قدر کہا تھا کہ اتنے میں یحییٰ نے اُسکو روک دیا اور کہا کہ خاموش۔ قسم یوں نہیں ہونی چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہے جو اُسکی عظمت اور جلالت بیان کرتا ہے سب سے بڑی قسم یہ ہے کہ تو صاف طور سے قسمیہ الزام لگا اور خداوند تعالیٰ کی قوت اور عظمت کا کیا ذکر کرتا ہے وہ تو ایسا ہی ہے۔ تو تو اپنی قوت اور عظمت پر بھروسہ کر کے قسم کھا کر بیان کر کہ یہ معاملہ اس طرح ہے۔

زبیری یہ مقولہ سُن کر کانپنے لگا اور کہا کہ یہ تو بہت بڑی قسم ہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو تم قسم کھانے سے خوف کیوں کرتے ہو۔ اس بدبخت آدمی نے یہ خیال کر کے کہ اگر جھوٹ بولنے کا اقرار کر لوں گا تو سزا ہوگی اور نیز خلیفہ یحییٰ سے اپنا بدلہ نہیں لے سکے گا اور لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ خلیفہ نے خود ہی اُس کو حلف دروغی کی اجازت دی ہوگی یا یہ کہ جھوٹی شہادت پر خلیفہ نے دانستہ سزا دی۔ قسم کھالی اور یحییٰ کی ہوتے محضر پر دستخط کر دیئے تمام مورخین اب اُس سزا کا بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے زبیر کو دی ذکر ہے کہ زبیری یہ قسم

زبیری پر قہر خدا اور قتل یحییٰ

کھاکر دربار سے اُٹھکا اپنے گھر روانہ ہوا راستہ میں اُس نے کسی چیز سے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی گرا۔ اور گرتے ہی اُس کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اُسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے مرگیا جب اُس کو دفن کرنے کے لیے قبرستان میں لے گئے اور اُسکی نعش قبر کے اندر رکھکر قبر پر مٹی ڈالنے لگے تو تمام مٹی اندر دھس جاتی تھی اور جسقدر مٹی ڈالتے تھے وہ فوراً قبر کے اندر اُتری چلی جاتی تھی۔ لوگ عاجز آگئے۔ اور وہ قبر بند نہ ہوسکی۔ لوگوں نے اسکو عتاب الٰہی سمجھکر آپس میں ذکر کیا کہ اِس شخص نے جو حلف دروغی کی تھی یہ اُسکی سزا ہے اور مجبوراً اُس قبر پر ایک چھت سی بناکر اُس کو ویسا ہی چھوڑکر چلے آئے۔

ہارون رشید حالانکہ اس قدر نیک دل تھا لیکن اُس وقت اُس نے اُس معجزہ کا بھی خیال نہیں کیا کیونکہ یہ اُسکی خواہش کے برخلاف تھا اور باوجودیکہ یحیی کو معافی نامہ دیدیا تھا اور اللہ تعالے کیجانب سے بھی اُسکی بے گناہی کی شہادت مل گئی تھی۔ لیکن ہارون رشید نے یحیی کو قیدخانہ میں بعقوبت مرواڈالا۔

موسیٰ بن عیسیٰ عامل مصر کی موقوفی

اسی سال مصر میں بغاوت کے خوفناک آثار ظاہر ہوئے اُس پر ہارون نے موسیٰ بن عیسیٰ گورنر مصر کو جو ہارون کے باپ خلیفہ مہدی کا چچازاد بھائی تھا مصر سے طلب کیا ہارون کو موسلے پر یہ شبہ ہوا کہ اُسکے خیالات میری جانب سے اچھے نہیں ہیں اور اُسی کی تحریک سے یہ بغاوت ہوئی ہے۔

عمر بن مہران کا گورنر مصر مقرر ہونا

ہارون رشید نے موسلے کو موقوف اور اُسکی بجائے اپنے دربدولت کے ایک سب سے ذلیل اور ادنے شخص کو گورنر مصر مقرر کرنے کا ارادہ کیا اور جعفر کو حکم دیا کہ عمر بن مہران کو جسکی کنیت ابو حفص ہے میرے حضور میں حاضر کر۔ یہ شخص نہایت ہی بدصورت تھا۔ اس کی آنکھیں بھینگی داحول تھیں اور نہایت خراب وضع کے کپڑے پہنا کرتا تھا اور جس گھوڑے پر خود سوار ہوتا تھا اُسی پر اپنے پیچھے اپنے نوکر کو بھی بٹھا لیتا تھا خلیفہ نے اس کریہ منظر آدمی سے دریافت کیا کہ آیا تجھے مصر کی گورنری منظور ہے۔ اُس نے کراہیت سے جواب دیا کہ ہاں ایک شرط سے منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ

سبب بھی مصر میں کامل انتظام اور امن وامان کر دوں تو پھر جب میں چاہوں وہاں سے چلا آؤں اور آپ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ ہارون نے یہ بات منظور کرلی اور عمر مصر کو روانہ ہوگیا۔ قاہرہ میں پہنچکر وہ سیدہا موسلے کے مکان پر گیا اور جو لوگ اُسکے دربار میں حاضر تھے اُن سب کے اخیر میں جاکر بیٹھ گیا جب سب حاضرین دربار چلے گئے موسلے نے اُسکو بیٹھا ہوا دیکھکر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں عمر نے خلیفہ کا پروانہ نکالکر موسے کو دیدیا۔ موسلے نے اُسکو پڑھکر دریافت کیا کہ آیا اباحفص اللہ تعالےٰ اُن پر رحمت کرے تشریف لے آئے ہیں۔ حامل پروانہ نے کہا کہ ابوحفص میں ہی ہوں۔ موسلے نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرعون پر لعنت کرے کہ اُس نے کہا تہا کہ کیا مصر* کی سلطنت میری نہیں ہے۔

موسیٰ نے بغیر ذرہ تامل کے مصر کی گورنری ابوحفص کو تفویض کردی اور اب عمر نے اپنے فرائض منصبی کو انجام دینا شروع کیا۔ اور سب کاموں سے پہلے اپنے سکرٹری کو اول ہی یہ ہدایت کردی کہ اگر کوئی شخص نذرانہ یا تحفہ تحائف میرے لیے لاوے تو سوائے زر نقد کے اور کوئی چیز تحفہ میں ہرگز نہ قبول کرنا۔ پس جبکہ افسر اور سردار اور بزرگان مصر معمولی تحفے اور ہدیے لیکر حاضر ہوئے اُس نے صرف زر نقد اور قیمتی کپڑے بطور تحفہ کے قبول کرلیے اور دیگر تحفجات مثلاً گھوڑے کنیزیں وغیرہ کے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور اس زر نقد اور کپڑوں کو باحتیاط تمام رکھا اور ہر ایک چیز پر کاغذ کی چٹ لگا کر اُسکے مالک کا نام اُسپر لکھ دیا۔

مصر کے لوگ خراج وقت مقررہ سے بہت ہی بعد میں دیا کرتے تھے۔ اب عمر نے اس بات کا انتظام کرنا چاہا۔ اس لیے بطور نظیر قایم کرنے کے اُس نے ایک شخص سے لگان کا مطالبہ کیا اُسنے اُسکو دہوکا دینا چاہا۔ اور کہا کہ میں بغداد جاکر خود وہیں یہ لگان ادا کروں گا۔ کچھ عرصے کے

* حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون نے جو بادشاہ مصر تھا خدائی کا دعویٰ کیا تہا اور جسکی ہدایت و رہنمائی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام مامور ہوئے تھے مگر فرعون نے راہ ضلالت نہ چھوڑی اور کہا الیس لی ملک مصر۔ بالآخر عذاب الٰہی نازل ہوا اور فرعون مع اپنی قوم کے دریائے نیل میں غرق ہوا۔ موسلے نے یہ بات حقارت سے کہی کہ اللہ تعالےٰ تو ایسا قادر ہے کہ ابوحفص جیسے شخص کو یکایک مصر کا گورنر کردیا فرعون پر لعنت ہو کہ اُسنے ایسے بے حیثیت ملک پر غرور اور دعوے خدائی کا کیا تھا ۱۲ مصباح احمد مترجم

بعد اس شخص نے بھی خراج دینا چاہا اور بہت دلیل کی کہ روپیہ موجود ہے یہیں سے لو مگر عمر نے نہیں لیا اور اس شخص کو حسب وعدہ بغداد بھجوا دیا۔ اسکے بعد کسی شخص نے فریب اور دھوکا نہیں کیا۔ پہلی اور دوسری دونوں اقساط سب نے معمولی وقت پر داخل خزانہ کر دیں۔ جبکہ تیسری قسط کا وقت آیا اور لوگوں کے پاس درحقیقت قسط ادا کرنے کو روپیہ نہیں تھا تو اُنھوں نے مہلت مانگی اور شکایت کی کہ ہمارے پاس ابھی روپیہ نہیں ہے۔ یہ سُن کر عمر نے وہی زر نقد اور تحائف جو اُس کی تقرری کے وقت لوگوں نے اُس کو پیش کیے تھے منگوا کر اُنکے دینے والوں کے نام سے تیسری قسط میں محسوب کر کے داخل خزانہ شاہی کئے اور پھر جو رقمیں خفیف بقایا کی اُن پر اور باقی نکلیں صرف اُسی کا مطالبہ کیا۔ لوگوں نے جب عمر کی اسقدر دیانتداری دیکھی تو اُنھوں نے ایسے دیانتدار عامل کو وقت میں ڈالنے سے توبہ کی اور آپس میں عہد کیا کہ معمولی اور مقررہ اوقات پر اقساط داخلِ خزانہ کر دیا کریں گے۔ ابتدائے آفرینش سے انسان کی یاد میں یہ اول ہی مرتبہ تھا کہ مصریوں نے اپنا اپنا خراج وقت مقررہ پر ادا کیا یہ انتظام مکمل کر کے عمر نے اپنے عہدۂ گورنری سے استعفا دیدیا اور بغداد میں واپس آگیا۔

ابوہیدام کی بغاوت

سنہ [illegible] ہجری میں مُضری اور یمنی قوموں میں وہی پُرانے عناد کی آگ دمشق میں پھر بھڑکی عامر ابن عمارہ جو ابوہیدام کی کنیت سے مشہور تھا وہ ایک نہایت شجاع اور بہادر عرب تھا اور قوم مضری کا سرگروہ اور پیشوا تھا۔ اس فتنہ اور فساد کا سبب یہ ہوا کہ ہارون رشید کے ایک عامل نے سجستان میں ابوہیدام کے ایک بھائی کو مار ڈالا ابوہیدام نے یہ سُن کر علم بغاوت کشادہ کر دیا اور بہت سے لوگ اُسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

یہ شخص بھی مثل دیگر مشہور عربوں کے شاعر تھا اور اپنے بھائی کا ایک مرثیہ لکھ کر عوام الناس کے مجمع میں پڑھا کرتا تھا اُس مرثیہ کے چند شعروں نے لوگوں کے دلوں کو مشتعل کر دیا۔

ابوہیدام کی گرفتاری اور رہائی

ہارون رشید نے ابوہیدام کے ایک بھائی کو ملا لیا۔ اور اُس نے فریب سے اپنے باغی بھائی کو گرفتار کروا دیا۔ چونکہ یہ بغاوت کوئی بڑی بغاوت نہ تھی اور خلیفہ کی حکومت کے تہ و بالا کرنیکے لیے

ین کی گئی تھی اس لیے ہارون رشید نے ابو ہید ام کو رہا کر دیا۔

عطاف ابن سفیان کی بغاوت اور اسکی فراری

اسی زمانہ یعنی ۱۸۰ھ ہجری میں العطاف ابن سفیان الازدی نے جو شہر موصل کے سرداروں میں سب سے بڑا اور مقتدر اور طاقتور تھا ہارون رشید کے نائب محمد ابن عباس الہاشمی کے برخلاف بغاوت کر دی اور ایک لشکر چار ہزار آدمیوں کا جمع کر کے خراج وصول کرنا شروع کر دیا اور دو برس تک شہر پر قابض رہا۔ پھر ہارون رشید نے خود جا کر موصل پر حملہ کر کے اسکی فصیل منہدم کر دی عطاف آرمینیا کی جانب فرار ہو گیا اور اسی سال ہارون رشید نے فضل ابن یحیی برمکی کو جو رے اور سیستان کا گورنر تھا گورنر خراسان بھی مقرر کر دیا تاکہ ان غیر منتظم صوبجات میں امن و امان قائم کرے

مصر میں قوم ہوفیہ کی بغاوت اور اسکی سرکوبی

۱۸۶ھ ہجری میں قوم ہوفیہ نے اپنے گورنر اسحق بن سلیمان کے برخلاف بغاوت ملک مصر میں کر دی۔ ہارون نے ہرثمہ بن اعین گورنر فلسطین کو اُنکی سرکوبی کے لیے بھیجا اور آخر کار اُنھوں نے پھر اطاعت قبول کی۔ قوم ہوفیہ کا تعلق اقوام قیس اور قداعہ سے تھا جو اُس فساد میں شریک تھیں جو دمشق میں برپا ہوا تھا۔

ولید شیبانی کی بغاوت اور اس کا قتل ہونا

ملک الجزیرہ میں الولید ابن طارف الشیبانی نے بغاوت برپا کر دی۔ اور خلیفہ کے دو چھوٹے چھوٹے لشکروں کو جو اُسکے مقابلے کے لیے گئے تھے شکست دی۔ آخر کار ہارون رشید نے یزید ابن مزید کو ولید کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ یہ یزید بھی قوم شیبانی سے تعلق رکھتا تھا لیکن غالباً یزید اپنے ہم قوم پر حملہ کرنے سے متنفر تھا اور اسی وجہ سے اُس نے بہت سا عرصہ یوں ہی فضول گزار دیا۔

خاندان برمکی کی یزید سے کچھ مخالفت تھی اُنھوں نے خلیفہ کو اس بات سے آگاہی دی کہ یزید اور ولید دونوں ایک ہی قوم سے ہیں اس لیے یزید وقت ضایع کر رہا ہے اور ولید سے نہیں لڑتا خلیفہ نے اس بات سے واقف ہو کر ایک خفگی کا پروانہ یزید کو بھیجا جسکا مضمون یہ تھا کہ اگر میں اس مہم پر بجائے تمھارے کسی ادنے ملازم کو بھیجدیتا تو تم نے جو کچھ ابتک کیا ہے وہ اُس سے زیادہ کارروائی کر کے دکھاتا معلوم ہوا کہ تم قابل اعتماد نہیں ہو اور تم اپنی قوم کی بہت

طرف داری کرتے ہو۔ خدا کی قسم اگر تم نے عجلت یزید کو سزا نہ دی تو میں کسی کو بھیجکر تمہارا سر کٹوا منگواؤں گا۔

یزید کو جب یہ پروانہ پہنچا تو اُس نے سوچا کہ اب بغیر لڑائی چارہ نہیں ہے بس پیے مجھے آخر کار ولید سے لڑائی کی ٹھان لی اور اتنی سرعت سے ولید کے مقابلہ کو بڑھا کہ جب ہر جگہ میں پہنچا تو بوجہ شدت پیاس اپنی انگشتری اپنے مُنہ میں تسکین ہونے کے لیے رکھ لی اور فوج سے مخاطب ہوکر کہا کہ میرے والدین خدا کرے تم پر فدا ہوں۔ ولید کی فوج میں سب کے سب غیر قواعد دان باغی ہیں جو تم سے اب مقابلہ کرینگے تم مستقل رہو اور جب وہ حملہ کرچکیں تو تم اُن پر حملہ کرنا جب باغیوں کو ایک دفعہ شکست ہو جائے گی تو پھر اُن میں بالکل ہمت نہیں رہے گی اور سب منتشر ہو جاویں گے۔ چنانچہ جیسا یزید نے کہا تھا ویسا ہی ہوا لوگ باغیوں نے یزید اور اُسکی فوج پر حملہ کیا۔ فوج نے یہ حملہ برداشت کرکے باغیوں پر حملہ کیا اور اُن کو بالکل درہم برہم کر دیا۔

عجیب مشابہت

یزید کا بیٹا اسد اپنے باپ کے ہمراہ اس معرکہ میں موجود تھا کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹے میں اسقدر مشابہت تھی کہ دونوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل تھا سوائے اسکے کہ یزید کی پیشانی پر تلوار کے زخم کا ایک نشان ہو رہا تھا صرف اُس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔ اسد کی یہ خواہش تھی کہ میرے بھی اسی طرح زخم کا نشان پڑ جاوے۔ اس معرکہ میں جب ایک دشمن نے اُس پر تلوار لگانی چاہی تو اُسنے بجائے سپر پر روکنے کے اپنے سر پر روکی اور جس جگہ کہ یزید کے زخم تھا اُسی جگہ اُسکے بھی ہو گیا جبکہ الولید قتل ہو گیا تو اُسکی بہن لیلیٰ مردانہ لباس میں مسلح ہوکر یزید سے لڑنے کے لیے آئی اور ایک فوج جمع کرکے اُس سے یزید کی فوج پر حملہ کرایا لیکن میدان جنگ میں یزید نے اُسے پہچان لیا اور اپنا گھوڑا دوڑا کر اُسکے پاس گیا اور لیلےٰ کے اسپ کے زیر بند پر اپنا نیزہ رکھکر اُسکو زور سے چلا کر نصیحت کی کہ تو گھر میں جاکر بیٹھ کیا تو اپنی قوم کو بدنام کرنے آئی ہے۔ یہ سُن کر لیلےٰ کو شرم آئی اور وہ میدان سے چلی گئی۔ یہ لیلےٰ ایک بڑی شاعرہ تھی اپنے بھائی الولید کی وفات پر

[illegible] لکھا ہے وہ ابتک کتابوں میں موجود ہے۔

یزید بن حاتم مہلبی ۱۷۰ھ افریقہ

صوبہ افریقہ میں خلیفہ کی حکومت برائے نام ہونے سے کچھ ہی زائد تھی لیکن یزید بن حاتم بن مہلبی کی پرزور گورنری میں وہاں خوب انتظام اور کامل امن و امان ہوگیا اور خلیفہ کی پورے طور سے حکومت مانی جانے لگی۔

فرقہ عبادیہ کی بغاوت

حاتم ۱۷۰ھ میں مرگیا اور اس کا بیٹا داؤد عارضی طور سے بجائے اسکے عامل مقرر ہوا۔ اسوقت خارجیوں کے ایک فرقہ عبادیہ نے وہاں غدر کردیا۔ داؤد نے انکی سرکوبی کے لیے ایک فوج روانہ کی لیکن باغی فتحیاب ہوئے اور اس فوج کو شکست ہوئی پھر داؤد نے اور کمک بھیجی جسنے فرقہ عبادیہ کو بڑی خونریزی کے ساتھ شکست دیکر منتشر کردیا۔

داؤد نو ماہ تک گورنر رہا پھر ہارون رشید نے اسکے بجائے روح بن حاتم کو عامل مقرر کردیا انکی گورنری میں اس صوبہ میں امن رہا جسکا سبب مورخین یہ بتاتے ہیں کہ چونکہ اسکے بھائی یزید نے بہت باغی قتل کیے اس لیے ان میں خوف چھایا ہوا تھا وہ خاموش رہے۔ روح شہر قیروان میں ماہ رمضان میں فوت ہوگیا اور اس کے بھائی کی قبر کی برابر اس کو بھی دفن کردیا۔

فضل کا عامل افریقہ ہونا

ہارون رشید نے الفضل بن روح کو صوبجات افریقہ کا گورنر بجائے حبیب ابن نصر المہلبی کے جسکو کہ ہارون رشید نے اول مقرر کرکے بھیجا تھا اور اب واپس بلا لیا مقرر کیا۔ الفضل نے اپنے بھتیجے المغیرہ کو ٹیونس میں اپنا نائب مقرر کرکے بھیجا۔ المغیرہ نے اپنے طرز عمل سے ٹیونس کے سرداروں اور فوج کو اپنے سے ناراض کرلیا اور ان سبنے انکی موقوفی کی درخواست بھیجی لیکن یہ درخواست اسکے چچا الفضل نے نامنظور کی۔ اس پر وہاں کے قاعدوں (سرداروں) نے مجتمع ہوکر ایک شخص کو جسکا نام ابن الجارود تھا اپنا افسر مقرر کرلیا۔ اور المغیرہ کو وہاں سے نکالدیا پھر انھوں (گورنروں) نے الفضل کو ایک نامہ لکھا جس میں ظاہر کیا کہ ہم لوگ خلیفہ کی حکومت سے آزاد ہونا نہیں چاہتے ہمنے صرف لفٹنٹ گورنر المغیرہ کو بوجہ اسکے جبر و ظلم اور بد اطواری کے یہاں سے نکالدیا ہے درخواست ہے کہ آپ اس عہدہ پر کسی اور شخص کو مقرر فرماکے روانہ کریں

ٹیونس میں بغاوت

الفضل نے اس درخواست کے بموجب اپنے چچازاد بھائی عبداللہ ابن یزید ابن حاتم کو اپنا نائب مقرر کرکے

ٹیونس روانہ کیا لیکن جب عبداللہ ٹیونس سے ایک منزل رہ گیا تو ابن الجارود نے اپنی کچھ فوج بھیجی اور حکم دیا کہ عبداللہ کے ہمراہ جتنے آدمی ہوں سب کو گرفتار کر لو اور یہ تاکید کر دی کہ بغیر میرے حکم کے اور کچھ نہ کرنا۔ افسران فوج نے یہ خیال کر کے کہ الفضل نے جو اپنے چچازاد بھائی کو یہاں کا حاکم مقرر کر کے بھیجا ہے اس سے اُس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر سب کو سزا دیجائے اور اُس کے بھتیجے کو جو یہاں سے نکالدیا تھا اُس کا بدلہ لیوے۔ یہ خیال کر کے اس فوج نے عبداللہ کی جماعت پر حملہ کر دیا اور اس نو مقرر شدہ لفٹنٹ گورنر کو مار ڈالا اور اسکی فوج کے افسروں کو قید کر دیا۔ ابن الجارود اور اس کا فریق اب کھلم کھلا بغاوت پر آمادہ ہو گیا اور الفضل کے معزول کرانے کی تمام تدبیریں استعمال کیں۔ ابن الفارسی جو اس تمام فتنہ و فساد کا بانی تھا اب اُسنے حکومت اپنے ہاتھ میں لیلی اور ایک نہایت عاقلانہ لیکن پُر مکر و فریب تدبیر کی تاکہ اور دیگر شہروں کے حکام بھی اُس تجویز میں متفق ہو جاویں۔ اُس نے صوبۂ افریقہ کے سب شہروں کے مفتیوں اور قاضیوں کے نام ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط بدیں مضمون روانہ کئے کہ الفضل نے امیر المومنین کی سلطنت میں ایسا جبر و ظلم کر رکھا ہے کہ ہم نے مجبور ہو کر اسکی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی ہے اور چونکہ ہمارے خیال میں آپ سے زیادہ کوئی شخص اس بات کے قابل نہیں معلوم ہوتا کہ وہ امیر المومنین کا نائب ہو کر یہاں حکومت کرے اس لیے ہمارا ارادہ ہے کہ اگر ہم فتحمند ہو گئے تو آپکو اپنا پیشوا اور حاکم بنالیں گے اور ہمنے امیر المومنین کو بھی اس مضمون کی عرضی روانہ کی ہے کہ آپکو وہ اس صوبہ کا گورنر مقرر فرماویں اور بر تقدیر اگر ہم کامیاب نہو سکیں۔ تو اس حال میں اس بات کو آپ کسی سے ظاہر نہ کریں کہ ہم آپ کو گورنر بنانا چاہتے تھے خدا حافظ۔

ان خطوط کے پہنچتے ہی تمام حکام بھی الفضل سے برگشتہ ہو گئے اور انکی کوشش سے باغیوں کے جھنڈے کے نیچے بہت سے آدمی اور بہت سی فوج جمع ہو گئی اور اُنھوں نے الفضل کو اول ہی معرکے میں شکست دیدی۔ الفضل مجبوراً شہر قیروان میں لوٹ آیا یہاں بھی اُسنے ایک دن تک باغیوں کا مقابلہ کیا لیکن دوسرے دن ابن الجارود کی فوج نے شہر پناہ کے دروازے توڑ ڈالے

اور الفضل اور اسکی فوج کو وہاں سے بھگا دیا اور شہر قبوس تک اُسکا تعاقب کیا جہاں اُس نے الفضل کو گرفتار کرکے مار ڈالا۔ الفضل کے مارے جانے سے اسکی فوج نہایت خشمگین ہوئی اور اُنہوں نے مجتمع ہوکر الاعلےٰ ابن سعید کو گورنر شہر نائب مقرر کرلیا اور ابن الجارود کی فوج کے دو سخت حملے پسپا کیے لیکن شہر قیروان پر قابض نہ رہ سکی۔

ابن الجارود کی بغاوت اور ہرثمہ بن اعین کا گورنر افریقیہ ہونا

ہارون رشید نے ابن الجارود کی بغاوت کا حال سُنکر ہرثمہ بن اعین کو حکم دیا کہ افریقیہ جاکر اس فتنہ و فساد کو دفع کرے لیکن اس سے پیشتر ہارون رشید نے یحییٰ ابن موسےٰ کو افریقیہ روانہ کردیا تاکہ وہ بغیر لڑائی ابن الجارود سرگروہ باغیاں کو مطیع ہو جانے کی ترغیب دیوے یحییٰ قیروان میں اُس وقت پہنچا جبکہ ابن الجارود اپنی قلعہ بندی خوب استحکام سے کرچکا تھا یحییٰ نے خلیفہ کا پروانہ دکھاکر ابن الجارود سے گفتگو شروع کردی کہ اگر وہ خلیفہ کی اطاعت کرے تو بہتر ہے ابن الجارود نے یحییٰ کو ٹالنا اور دہوکا دینا چاہا اور کہا کہ اگر میں قیروان تم کو سپرد کردوں تو عوام الناس جنھوں نے کہ الاعلےٰ کو اپنا حاکم مقرر کرلیا ہے اس شہر پر قبضہ کرلیں گے اور یہ شہر خلیفہ کی حکومت سے نکلجاویگا۔ لیکن اُس نے اقرار کیا کہ میں اس قلعہ میں سے نکلکر الاعلےٰ کی فوج پر حملہ کرنے والا ہوں۔ اگر میں اُس میں کامیاب ہوگیا تو میں ہرثمہ کے آنے کے انتظار میں رہونگا اور اگر میں کامیاب نہ ہوں تو پھر تم کو اختیار ہے جو چاہو سو کرنا۔ یحییٰ کو صاف معلوم ہوگیا کہ یہ ابن الجارود کا فریب ہے اور اگر اُس نے الاعلےٰ کو شکست دیدی تو وہ پھر ہرثمہ سے بھی ضرور لڑے گا۔ اس لیے یحییٰ ابن الفارسی کو الگ تخلیہ میں لے گیا۔ اول تو بغاوت میں شریک ہونے پر اُس کو لعنت ملامت کی اور پھر یہ اُمید دلاکر کہ تیری خطا خلیفہ سے معاف کرادیجاویگی اُس کو یہ ترغیب دی کہ وہ ابن الجارود کے زیر اور مطیع کرنے میں مدد دیوے اس پر رضامند ہوکر ابن الفارسی نے اپنی پرفریب حکمت عملی پھر چلی اور ابن الجارود کو طرح بطرح کے اتہاموں سے متہم و ملزم کرکے اُسکی فوج کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جانب کرلیا اور ابن الجارود سے لڑائی برپا کردی۔ ابن الجارود نے اب اپنا بدلہ ابن الفارسی سے لینا چاہا اور اُس نے اپنے

ایک دوست طالب نامی کو اپنے سے متفق کر کے یہ سازش کی کہ میں ابن الفارسی کو اُسکے مکر فریب سے مطلع کر کے اُس کو ملامت کر کے اپنی جانب اُسکی توجہ کو منعطف کرالوں گا اور تو اُس وقت ابن الفارسی کو مار ڈالنا۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق ابن الفارسی مارا گیا اور اُسکی فوج کو شکست ہوئی یحییٰ بھی ہرثمہ کے ساتھ شامل ہونے کو طرابلس میں چلا گیا اور جونہی کہ عوام الناس کو معلوم ہوا کہ ہارون رشید کا فرستادہ سفیر ہرثمہ اسقدر قریب آگیا ہے تو ہر چہار جانب سے اُنھوں نے الاعلیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا شروع کر دیا۔ ابن الجارود نے یہ دیکھ کر کہ لوگ مجکو چھوڑتے جاتے ہیں یحییٰ کو ایک خط لکھا اور اُس کو قیروان سپرد کرنا چاہا یحییٰ قیروان کیجانب روانہ ہوا ہر ایک کی یہی آرزو تھی کہ میں ہی اول پونہچوں تاکہ میری عزت زیادہ ہو مگر الاعلیٰ وہاں اول پہنچ گیا اور قیروان پر قبضہ کر کے ہرثمہ کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ ابن الجارود نے اس سے پیشتر ہی اپنے تئیں ہرثمہ کو سپرد کر دیا اور ہرثمہ نے اُس کو خلیفہ کے پاس بغداد کو روانہ کر دیا۔ اور خلیفہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کی کہ ابن الجارود نے جو بغاوت کی تھی اُس کا باعث الاعلیٰ ہوا تھا۔ ہارون رشید نے الاعلیٰ کو بھی بغداد بلوایا اور جب الاعلیٰ بغداد پہنچ گیا تو خلیفہ نے اُس کو ایک خلعت اور انعامات عطا فرمائے اور ابن الجارود کو بغداد میں مقید رکھا۔ ہرثمہ نے شہر قیروان پر ربیع الاول کے مہینے میں قبضہ کر لیا اور اب اس صوبہ میں پھر ایک بار امن وامان ہو گیا۔

ہرثمہ نے افریقہ کے لوگوں کو بڑا ہی سرکش اور مفسد پایا۔ جو رات دن سرکشی و بغاوت کرتے رہتے تھے۔ آخر کار ہرثمہ نے اس صوبہ کی گورنری سے ماہ رمضان ۱۸۱ھ ہجری میں استعفا دیدیا۔

محمد ابن مقاتل

ہارون رشید نے ہرثمہ کی جگہ اپنے رضاعی بھائی محمد ابن مقاتل کو صوبہ افریقہ کا حاکم مقرر کیا محمد نے اپنی فوج کو اسقدر ناراض رکھا کہ فوج نے باشندوں کے ساتھ سازش کر کے محمد کی حکومت کے برخلاف بغاوت کر دی اور مخلد ابن مرۃ کو اپنا حاکم بنا لیا۔ ابن مرۃ کو شکست ہوئی اور اُسنے ایک مسجد میں پناہ لی لیکن وہ وہاں سے گرفتار ہوا اور مار ڈالا گیا۔ اب اہل تونس نے محمد کی حکومت

کے برخلاف بغاوت کردی اور تمام ابن تمیم کو اپنا سردار مقرر کرکے قیروان پر ۷۹۹ء میں حملہ کردیا اور تمام نے یہ شہر فتح کرکے محمد کو یہاں سے بلامزاحمت روانہ ہونے کی اس شرط سے اجازت دیدی کہ وہ افریقہ سے چلاجاوے

ابراہیم ابن اغلب اور گورنری افریقہ کا موروثی ہوجانا

ابراہیم بن اغلب جو صوبہ زاب کا عامل تھا اس نے تمام کو شکست دیکر بھگادیا اور محمد کو واپس بلوالیا لیکن ابراہیم بن اغلب نے محمد کو دوبارہ جو بلوایا یہ اس کا فریب تھا چونکہ اسنے خلیفہ ہارون رشید سے یہ ظاہر کیا کہ محمد کی حکومت سے عوام الناس سخت ناراض ہیں اور خلیفہ کو اس بات کی ترغیب دی کہ اگر آپ مجکو افریقہ کا گورنر مقرر کردینگے تو میں خزانہ شہنشاہی میں چالیس ہزار دینار خراج سالانہ دیاکروں گا۔ حالانکہ وہ اور سب گورنر صوبہ افریقہ سے ایک لاکھ دینار وصول کیا کرتے تھے۔

ہارون رشید نے یہ خیال کرکے کہ اگر یہ ابراہیم بھی وہاں دشمنوں سے ملجاویگا تو صوبہ افریقہ ہمیشہ بغیر بہت سی خونریزی کے قبضہ میں نہیں رہ سکیگا صرف ابراہیم کی یہ تجویز قبول اور منظور ہی نہیں کرلی بلکہ اس عہدۂ گورنری کو خاندان اغلب میں موروثی کردیا۔

خاندان بنی ادریس

مغربی افریقہ کے بربری باشندے بدعتی مسلمان تھے یعنی وہ ابتک پرانے زمانے کے خیالات اور باتوں میں یقین رکھتے تھے اور مثل ایرانیوں کے اس طرح کے مذہب اسلام کے حامی تھے جو پکے مذہب کے سخت حدود عائد نہ کرے۔ پس وہ بھی انہیں وجوہات کے باعث جیسے کہ ایرانیوں نے کیا تھا اولاد علیؓ کے مطیع ہونے جانتے تھے۔ چونکہ علوی اپنے مذہب کو آزادانہ رکھتے تھے اس سے پیشتر ۷۸۶ء میں خلیفہ المہدی کے زمانے میں ادریس ابن علی جو امام حسنؓ کی اولاد میں سے تھے اور مکہ شریف میں انھوں نے خروج کیا تھا اس میں ناکامیاب ہوکر وہ افریقہ میں بھاگ کر چلے آئے تھے اور وہاں دو برس کے بعد انھوں نے اپنے تئیں امام مشتہر کردیا اور بربری قوم کی ایک بڑی تعداد نے انکو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انھوں نے تمام ملک مغرب پر قبضہ پالیا اور شہر تلمسان کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ یہ سنکر یحییٰ برمکی سے ہارون رشید نے مشورہ کیا اور یحییٰ نے ایک عرب سلیمان نامی کو اس جوان شہزادہ کے قتل کرنیکے لیے روانہ

کیا۔ سلیمان نے اپنے تئیں علی کے بڑے طرفداروں میں ظاہر کیا اور اسی وجہ سے امام ادریس نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کر لیا۔ اس سلیمان نے موقع پاکر انکو ایک زہر کی شیشی سنگھادی جسکی وجہ سے امام ادریس ۷۹۱ ہ میں فوت ہوگئے قاتل بھاگ گیا مگر اسکے سر پر بھی ایک سخت زخم آیا اور امام ادریس کے دوست و اتالیق رشید نامی نے اسکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس جرم کے ارتکاب سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ چونکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد امام ادریس کی بیویوں میں سے ایک کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ اپنے باپ کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ اور شہر فیض جس کو ۸۰۸ ع میں اسی خاندان میں سے ایک نے آباد کیا تھا دارالخلافہ مقرر ہوا۔ ابراہیم بن اغلب نے اول اول تو یہ خیال کیا کہ ادریس ثانی ابھی نابالغ ہے۔ اس لیے اس کی سلطنت بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلینی چاہیئے لیکن پھر اس نے لڑائی کرنے سے اجتناب کیا۔ غالبًا اس کام کا یہ سبب ہوا کہ اس نے خیال کیا کہ بنی امیہ کی سلطنت جو اسپین "اندلس" میں قائم ہوگئی ہے اسکے اسقدر قریب ایک علوی خاندان کی سلطنت ہونے سے بحالت ناراضگی خلیفہ بغداد مجکو بہت فائدہ ہوگا۔

بیٹا اور فرانس انتح ہونا

علاوہ اپنی سلطنت کے صوبجات کے فتنہ و فساد رفع کرنے اور مسلمان دشمنوں سے جنگ میں مصروف رہنے کے۔ خلیفہ ہارون رشید کو سلطنت روم (بزنطاین) یا خوزار کی غیر مہذب اقوام ترکمانوں سے ہمیشہ لڑائیاں کرنی پڑتی تھیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک دشمن کے مقابلہ کیلئے وہ اپنی نذر رکنے والی مسلمانوں کی تمام فوج کو نہیں بھیج سکتا تھا۔ کیونکہ اسکی بہت سی فوج سلطنت کے کسی نہ کسی حصہ میں بغاوت کے فرو کرنے میں مصروف رہتی تھی۔ لیکن تاہم ہارون رشید یونانیوں کی سلطنت روم پر ہر سال حملہ کرتا رہتا تھا اور جس سال خود نہ جاتا اپنے ایک نہ ایک نائب کو جہاد پر بھیجتا تھا اور ہر دفعہ فتحیاب ہو کر غنیمت میں بہت سا مال و دولت اور لونڈی غلام لایا کرتا تھا۔ ۸۰۶ع میں جاڑے کے موسم میں ایک بار عربوں کے لشکر کو شکست ہوئی لیکن عربوں کے بیان کے موافق کریٹ میں اور رومی (یونانی) مورخین کے بیان کے بموجب قبرس کی بحری لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور یونانی امیر البحر تھیو فیلوس گرفتار ہوا اور ہارون کے حضور میں لایا گیا خلیفہ نے اسے

کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات قبول کرو یا اسلام یا موت - اور جب اُس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

سلطنت یونان سے جنگ اور صلح کا بگڑنا

ہارون رشید نے سنہ ۱۸۱ھ میں یونانیوں کے شہر صفصاف پر قبضہ کر لیا اور ہارون رشید نے عبدالملک ابن صالح کو یونانیوں کے ملک میں اور آگے روانہ کیا۔ عبدالملک شہر اکبرا تک بڑھتے چلا گیا۔ یونانیوں کے شہنشاہ قسطنطین کو اسکی ستمگر والدہ نے اندھا کر دیا۔ اور اُسکے بعد جو واقعات یونان میں ہوگئے اُن سے یونانیوں کی ہمت اور بھی ٹوٹ گئی اور طرفین کے قیدیوں کے تبادلے کے بعد۔ اور یہ تبادلہ عباسیوں کے زمانے میں اول ہی مرتبہ تھا عرب اپنے وطن کو لوٹ گئے اور یونانیوں سے چار برس کے لیے صلح کا معاہدہ ہوگیا اور سلطنت روم کی شہنشاہ بیگم ایرینی نے خلیفہ کو ایک کثیر المقدار خراج دینا منظور کر لیا۔

اس طرف ایالیان خوزار ترکمانوں نے آرمینیا پر حملہ کرکے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ہارون اُنکو اپنی سلطنت کی حدود سے نکالنے کے لیے اُس طرف گیا ہوا تھا۔ اس لیے اس سال وہ سلطنت روم کے غیر محفوظ مقاموں کو فتح کرکے فائدہ نہیں اُٹھا سکا۔

نقفور شاہ یونان کا خط بنام ہارون رشید

سنہ ۸۰۲ء میں نائیسفورس (نقفور) نے سلطنت روم پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کی اُس سے پھر جنگ شروع ہوئی اس نئے شہنشاہ روم (یونان) نے ہارون کو یہ خط لکھا۔

نائیسفورس شاہ یونان کیجانب سے ہارون شاہ عرب کو معلوم ہو کہ مجھ سے پہلے ملکہ جو یہاں تخت نشین تھی وہ اپنے تئیں نہایت کمزور اور تم کو بڑا ہی زبردست خیال کرتی تھی اس لیے وہ تم کو خراج دیا کرتی تھی حالانکہ اُس رقم سے دوہرا خراج خود تم کو ادا کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ وہ عورت تھی یہ اسکی کمزوری و حماقت تھی۔ مرقوم ہے کہ جسقدر خراج سلطنت روم سے تم کو ابتک وصول ہو چکا ہے وہ سب اور نیز وہ رقم جو اپنے اس جرم کی معافی کے عوض ادا کرنا چاہو یہ سب میرے پاس بھیجدو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان میں تلوار سے فیصلہ ہوگا۔

جب ہارون رشید نے یہ خط پڑھا تو اُس کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا۔ اُمراء وزرا کسی میں اُسکی جانب

اٹھا کر دیکھنے کی مجال نہیں ہوئی۔ گفتگو کرنا تو درکنار رہا۔ اس لیے تمام درباری خوف زدہ ہو کر اسکے سامنے سے چلے گئے۔ تب خلیفہ نے دوات اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے نالیسفورس کے خط کی پشت پر یہ جواب لکھا

جواب نامہ نقفور

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین ہارون کی جانب سے نالیسفورس سگ رومی کو معلوم ہو کہ اے پسر کافرہ! تمھارا خط میرے پاس پونہچا اس کا جواب کانوں سے سننے کی بجائے تم آنکھوں سے دیکھ لوگے

یونان سے یونان اور ہرقلہ کی فتح

ہارون اسی دن مع فوج یونان کی جانب روانہ ہو گیا اور شہر ہرقلی (ہرقلہ) میں قیام کیا اور سکو فتح کر لیا اور جلا دیا اور ویران کر ڈالا جیسا کہ ایک عرب مورخ لکھتا ہے۔ یہاں تک کہ نالیسفورس نے جو کہ ایک باغی مسمی بارڈنیس کی سرکوبی میں مصروف تھا مجبوراً صلح کے لیے التجا کی اور بہر صلح آخر کار خلیفہ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ نالیسفورس ہر ششماہی پر خراج ادا کیا کرے۔

کی بدعہدی نباہی

لیکن ہارون رشید جب واپس آ گیا اور رقہ میں پونہچ گیا اور نالیسفورس نے بارڈنیس پر فتح پائی تو یہ خیال کر کے کہ آجکل سردی نہایت سخت پڑتی ہے اس لیے خلیفہ واپس آ کر اب میرے ملک پر حملہ نہیں کر سکے گا۔ معاہدہ فسخ کر دیا۔

جبکہ اس امر کی اطلاع رقہ میں پہنچی تو ہارون سے یہ واقعہ کہنے کی کسی میں ہمت نہ پڑی۔ اس خیال سے کہ ایسے سخت موسم میں کہیں خلیفہ اسی کو لڑائی پر نہ بھیجدے۔

آخر کار ایک شاعر نے اس امر کی آگاہی خلیفہ کو اشعار کے ذریعے سے دی جن کا مطلب یہ تھا کہ نالیسفورس نے وہ معاہدہ فسخ کر ڈالا ہے جو امیر المومنین نے اس سے کیا تھا لیکن امید ہے کہ اس نقض معاہدہ سے وہی برباد ہوگا۔ امیر المومنین کو خوشخبری دینی چاہیے کہ اللہ تعالے تم کو ایک بڑی فتح عنایت کریگا اور وہ ایسی فتح ہوگی جو ہمارے زمانہ کی تمام فتوحات سے زیادہ شان و شوکت والی ہوگی۔ جبکہ ہارون رشید کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ کیا نالیسفورس نے معاہدہ منسوخ کر دیا ہے؟ اور وزیروں سے بہت ناراض ہوا کہ انھوں نے اس امر کی اطلاع بھی نہ دی اور مجکو دھوکہ میں رکھا۔ خلیفہ اسی وقت سرحد یونان کی جانب روانہ ہوا اور اگرچہ سردی نہایت سخت تھی اور مسلمانوں کو بڑی سخت مصیبت برداشت کرنا پڑی لیکن ہارون نے نالیسفورس کو شکست دی

اور اُسکی چالیس ہزار فوج قتل ہوئی۔ آخرکار بعد تبادلۂ اسیرانِ طرفین پھر صلح ہوگئی لیکن علی ابن عیسیٰ نے جو بغاوت خراسان میں برپا رکھی تھی اور جس کا ہم آیندہ تذکرہ کریں گے اُس سے یونانیوں نے فائدہ اُٹھانا چاہا اور پھر دشمنی کا اظہار کیا۔ ہارون نے فوراً ایک لاکھ پینتیس ہزار فوج سے حملہ کرکے ہریکلی کو فتح کرلیا اور ہارون کے جرنیلوں نے ملک روم کے دیگر تمام قلعجات فتح کرکے منہدم کردیئے اور خلیفہ کے بیڑۂ جہازات نے جزیرۂ قبرس پر سترہ ہزار یونانیوں کو گرفتار کرکے ملکِ شام کو روانہ کردیا۔

شاہِ یونان نے جزیہ خراج دونوں کا ادا منظور کرلیا

نائسیفورس کی اب کے بار بالکل ہمت ٹوٹ گئی اور وہ شکستہ دل ہوگیا۔ اب مجبوراً اُس نے نہایت عاجزانہ شرائط منظور کرکے صلح کی التجا کی۔ اپنے اور اپنے بال بچوں اور بی بی وغیرہ کا جزیہ دینا منظور کیا۔ اور اقرار کیا کہ ہریکلی کو اب کبھی آباد نہ کرونگا۔ جونہی کہ خلیفہ وہاں سے واپس آیا یہ اقرارات فراموش کردیئے گئے اور ۱۸۱ھ میں یونانیوں نے یزید ابن مخلد کو شکست دی جو ہارون رشید کے حکم سے دس ہزار فوج کے ہمراہ یونانیوں کے مقابلہ کو گیا ہوا تھا۔ یزید کو یہ شکست شہر طرطوس کے نزدیک ہوئی

ہرثمہ کی روانگی بجانب خراسان اور یونانیوں کی بدعہدی

ہرثمہ بن اعین جو تیس ہزار فوج کی جمعیت سے قلعہ طرطوس اور سرحد کی حفاظت کے لیے متعین تھا وہ بھی اچھی طرح کامیاب نہ ہوسکا اور اُسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہرثمہ کو خراسان کی بغاوت رفع کرنے کے لیے خلیفہ نے اُدھر بھیجدیا۔ اس لیے رومی (یونانی) کچھ عرصے کے لیے اس قابل ہوگئے کہ مسلمانوں کی حکومت کو اُن سے خوف پیدا ہوگیا۔

حضرت عمرؓ خلیفہ کا معاہدہ عیسائیان ساکنین بیت المقدس

ہارون رشید نے اپنا غصہ اُن عیسائیوں پر کہ جو اُسکی سلطنت میں رہا کرتے تھے اس طور سے اُتارا کہ عمرؓ خلیفہ دوم نے بیت المقدس کے فتح کرنے کے وقت ذمی عیسائیوں کے لیے جو قواعد اور

سلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اُس سے بڑھکر کوئی عہد نامہ آسان اور بہتر التعمیل معاہدہ غیر قوموں کی حفاظت جان و مال اور آزادی کے لیے ہو نہیں سکتا۔ اس بات کو سب مورخوں نے تسلیم کیا ہے لیکن تعجب ہے کہ مسٹر بام جیسا فاضل شخص یوں تحریر کرتا ہے کہ ہارون رشید نے اپنے غصہ کے جوش میں عیسائیوں کے ستانے کے لیے اپنے ملک میں یہ معاہدہ پھر جاری کردیا۔ بادی النظر میں تو اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس بادشاہ کو مسٹر بام ظالم اور سفاک ثابت کرنا چاہتے ہیں یعنی ہارون الرشید کو۔ تو اُنکی اس تحریر سے تو برعکس اُسکے ظلم کے اُس کے انصاف بیحد اور عدل گستری اور نصفت پسندی اور غیر قوموں

(بقیہ صفحہ آیندہ)

ضوابط باندھ دیئے تھے اور بعد ۂ منسوخ ہو گئے تھے اُنکا اپنی سلطنت میں پھر نفاذ کر دیا اور وہ ضوابط اور قواعد

حسب ذیل ہیں۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کے ساتھ مراعات اور سلوک کی تعریف نکلتی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے معاہدے کے نفاذ پذیر ہونے سے پہلے اُس دربار (ہارون الرشید) نے عیسائیوں کے لیے نہایت ہی آسان اور سہل قوانین مقرر کر رکھے ہونگے۔

حضرت عمرؓ کا معاہدہ کچھ سخت نہ تھا بلکہ اُس سے جسقدر عیسائیوں کی جان و مال اور آزادی کی حفاظت تھی اُسکی نظیر اُس زمانہ کی کسی سلطنت اور قوم میں نہیں ملسکتی۔ مسٹر پامر نے حضرت عمرؓ کے معاہدۂ بیت المقدس کا غلط ترجمہ لکھا ہے اس لیے ہم ناظرین کی آگاہی کے لیے اُس معاہدہ کا صحیح ترجمہ تاریخ ابو جعفر جریر طبری (فتح بیت المقدس) سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

بیت المقدس کا معاہدہ حضرت عمرؓ کی موجودگی میں ہوا تھا اسمیں خود اُنھیں کے الفاظ ہیں اور وہ معاہدہ یہ ہے کہ

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی۔ یہ امان انکی جان۔ مال۔ گرجا۔ صلیب۔ تندرست۔ بیمار۔ اور اُنکے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔ اس طرح پر کہ اُنکے گرجاؤں میں نہ سکونت کیجاویگی نہ وہ گرائے جاوینگے۔ نہ اُنکو یا اُنکے احاطہ کو کچھ نقصان پونہچایا جاوے گا۔ نہ اُنکی صلیبوں اور اُنکے مال میں کچھ کمی کیجاویگی۔ مذہب کے بارے میں اُن پر جبر نہ کیا جاویگا۔ نہ اُن میں سے کیکو نقصان پونہچایا جاویگا۔ ایلیا میں اُنکے ساتھ یہودی نہ رہنے پاینگے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہر والوں کی طرح جزیہ دیں۔ اور یونانیوں کو نکالدیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اُسکی جان و مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے تو اُسکو بھی امن ہے اور اُسکو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لیکر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو اُنکو۔ اور اُنکے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہانتک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جاویں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اُس پر خدا کا۔ رسول خدا کا۔ خلفاء کا۔ مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیۂ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد ابن ولید اور عمرو بن العاص اور عبد الرحمن بن عوف اور معاویہ ابن ابی سفیان۔ اور ۱۵ھ ہجری میں لکھا گیا۔"

اِس فرمان میں صاف تصریح ہے۔ (جیسا کہ ایک فاضل محقق تحریر کرتا ہے) کہ عیسائیوں کے جان و مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جسقدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہیں تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

گرجے اور عبادتگاہوں کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ وہ توڑے جاوینگے نہ اُنکی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جاویگا نہ اُنکے احاطوں میں دست اندازی کیجاویگی۔ مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح کہ لا یکرہون علی دینہم۔ عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسے کو یہودیوں نے صلیب دیکر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا اسلیے اُنکی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پاوینگے۔ یونانی باوجودیکہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور حقیقت میں وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے تاہم اُنکے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں بسنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل کر جا سکتے ہیں دونوں حالتوں میں اُنکو امن حاصل ہوگا اور اُنکے گرجا اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ بیت المقدس کے عیسائی اگر چاہیں کہ وطن سے نکلکر رومیوں سے جا ملیں تو اُسپر بھی اُنسے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

عیسائیوں کی جان اور مال کی پورے طور سے حفاظت کیجاویگی۔ اور اُنکے گرجاؤں کی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ اُنکے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں سب محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم مفتوح ملک کے ساتھ اس سے بڑھکر انصافانہ برتاؤ کر سکتی ہے۔؟

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو حضرت عمرؓ فوراً اُسکے بدلے اُس مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ امام شافعیؒ نے روایت کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دیدیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا اور اُس نے اُسکو قتل کر ڈالا (الدرایہ فی تخریج الہدایہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۴۰) مال اور جائداد کے متعلق اُنکے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھکر کیا ہوسکتی ہے؟ کہ جسقدر زمینیں اُنکے قبضہ میں تھیں وہ اُسی حیثیت سے بحال رکھی گئیں کہ جس حیثیت سے فتح سے پہلے اُنکے قبضہ میں تھیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو اُن زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا۔ ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہوسکتا ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں اُنکو حصہ دیا جائے حضرت عمرؓ ہمیشہ اُن انتظامات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورے اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے عراق کا بندوبست جب پیش تھا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ میں بلا کر مالگذاری کے حالات دریافت کیے۔ مصر میں جو انتظام کیا انہیں مقوقس (عیسائی حاکم مصر از جانب سلطنت الکبرے قبل فتح مصر) سے اکثر رائے لی (مقریزی جلد اول صفحہ ۷۴) جان و مال اور جائداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اُنکی پابندی کیجاتی تھی۔ شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اُسکی زراعت کو پامال کردیا۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال سے دس ہزار درہم اُسکو معاوضہ میں دیئے (کتاب الخراج صفحہ ۶۸)

اور یہ جو بعض رسوم اور عادات کے متعلق بعض احکام تھے مثلاً ذمی مسلمانوں کے ساتھ وضع قطع۔ لباس سواری میں مشابہت نکریں اور لمبی ٹوپیاں اوڑھیں اور اُنکی زین کے آگے گول لکڑی ہو۔ اور اُنکی جوتیوں کے تسمے دوہرے ہوں اور اُنکی عورتیں کجاووں پر نہ سوار ہوں۔ اُسکی وجہ خود حضرت عمرؓ نے یہ ظاہر کی تھی کہ یہ سب باتیں اس لیے مقرر کیجاتی ہیں تاکہ ذمیوں کی وضع مسلمانوں کی وضع سے الگ رہے۔ بلاشبہہ یہ حضرت عمرؓ کے احکام ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ احکام ذمیوں کی تحقیر کی وجہ سے صادر ہوئے تھے سخت غلطی ہے۔ بے شبہہ حضرت عمرؓ کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند کرتے تھے۔ اُنھوں نے اہل فوج کو اکثر فرمانوں میں لکھا ہے کہ وہ جاڑوں میں دھوپ کھانا نہ چھوڑیں گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں مہین کپڑے استعمال کریں جن سے مقصد یہ تھا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں اسی بنا پر اُنھوں نے اہل عجم کو جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضایع نہ ہونے دیں۔ اہل عجم زمانۂ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے اُنکے زین آجکل کے انگریزی زین کے مشابہ ہوتے تھے۔ اُنکی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں چنانچہ انہیں رسوم و عادات کی نسبت حضرت عمرؓ نے (بقیہ صفحہ آیندہ)

حفاظت کی بھی ذمہ داری کیجاتی ہے مسلمانوں کی جانب سے اُنکی مذہبی رسوم کی ادائگی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حکم دیا کہ اہل ذمہ اُنکی پابندی کریں۔ اول اول یہ حکم تھا کہ اہل ذمہ اسلامی شہروں میں اپنی عبادتگاہیں نہ بنائیں۔ لیکن اُنکا مقصد صرف اسقدر تھا کہ امن و امان میں خلل نہ ہو اور مسلمان رعایا جو اکثر عرب کی نسل سے تھی اللہ ناقوس کی صداؤں سے اُنکے کان آشنا نہ تھے فساد پر آمادہ نہ ہوں جب یہ خوف جاتا رہا تو ذمیوں کو عام اجازت مل گئی۔ چنانچہ بغداد میں جو خاص اسلامی شہر تھا سینکڑوں ہزاروں چرچ اور گرجے تعمیر ہوئے۔ اضلاع کے حکام کو تاکیدی فرمان بھیجتے تھے کہ ذمیوں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے اور خود بالمشافہ لوگوں کو اسکی تاکید کرتے رہتے تھے قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج کے باب الجزیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آرہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے کئے ہیں اور اُنکے سر پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا ہے اسلیے ان کو سزا دیجاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آخر ان کا عذر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "ناداری"۔ فرمایا کہ چھوڑ دو اور ان کو تکلیف نہ دو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ "لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبہم اللہ یوم القیامۃ" یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدا تعالے قیامت میں اُنکو عذاب پہنچائے گا۔

مذہبی اُمور میں ذمیوں کو پوری آزادی حاصل تھی وہ ہر قسم کی رسوم مذہبی ادا کرتے تھے علانیہ ناقوس بجاتے تھے صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ انکے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے وہ بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک دیا دری اعظم) بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے اِدھر اُدھر مارا مارا پھرا۔ عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا تو سنہ ۲۰ ہجری میں اُسکو تحریری امان لکھکر بھیجی۔ وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اُسکو نصیب ہوئی چنانچہ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب صفحہ ۴۹۲ جلد اول میں اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے اُنکا یہ فرض تھا لیکن وہیں تک جہانتک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا اُسکو ہمیشہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے لیکن جب اُس نے انکار کیا تو فرمایا کہ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔

ذمیوں کو نئی عبادتگاہوں کو بنانے۔ شراب بیچنے صلیب نکالنے۔ ناقوس پھونکنے۔ اصطباغ دینے سے ممانعت کرنا یہ احکام جن قیدوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے دیئے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زمانہ مابعد کے مورخوں نے اُن قیدوں کا ذکر چھوڑ دیا اور اس وجہ سے تمام دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی۔ صلیب کی نسبت معاہدہ میں جو الفاظ تھے اُنمیں یہ قید تھی کہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں۔ ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی کہ ذمی رات دن میں جسوقت چاہیں ناقوس بجائیں لیکن نماز کے وقتوں میں نہ بجائیں۔ سور کی نسبت یہ الفاظ تھے کہ ذمی سور کو مسلمانوں کے احاطہ میں نہ لیجائیں۔ اصطباغ کے بارے میں

میں یا اُنکے مکانات میں یا دیگر عمارات میں کوئی مداخلت نہیں کیجاوے گی بشرطیکہ ایسے گرجا یا دیگر مذہبی
عمارت مسلمان حکام کے ملاحظہ کے لیے رات اور دن کشادہ رہیں۔ تمام اجنبی اور دیگر قوم کے شخص
کو اجازت دیجاتی ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس شہر کو چھوڑکر چلے جا سکتے ہیں لیکن جو شخص
کہ یہاں رہنا پسند کریگا۔ اسکو انھیں ضوابط کا پابند ہونا پڑے گا۔ کسی شخص سے محصول وغیرہ جبتک
کہ فصل درو شدہ جمع نکیجائے نہ لیا جاویگا مسلمانوں کا ادب ہر جگہ کرنا پڑے گا۔ عیسائیوں کو
مسلمانوں کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آنا ہوگا اور جب وہ آویں تو اونکی تعظیم کے
لیے کھڑا ہوجانا چاہیئے اور اپنی مجلسوں میں اُن کو سب سے اعلے جگہ پر بٹھانا چاہیئے۔ شہر ہذا میں
یا اُسکے باہر مسلمانوں کے ملک کے کسی حصہ میں عیسائی گرجا۔ یا خانقاہ۔ یا دیگر مذہبی عمارت
نہیں بنا سکیں گے اور وہ اپنی اولاد کو قرآن شریف نہیں پڑہا سکیں گے لیکن اگر کوئی عیسائی
مسلمان ہونا چاہے گا تو اس امر سے اُسکو ممانعت نہیں کیجاویگی۔ عیسائی مذہب کی کسی رسم کو عام
طور سے کرنے کی اجازت نہیں ہے عیسائی مسلمانوں کے لباس یا اطوار وعادات کی نقل نہ کرسکیں گے
نہ مسلمانوں کی زبان میں تحریر یا نقش ونگار کرسکیں گے نہ مسلمانوں کے نام رکھ سکیں نہ ہتھیار رکھ سکیں گے۔ نہ گھوڑوں
پر زین ڈالکر سوار ہوسکیں گے۔ نہ صلیب کو پہن سکیں گے اور نہ عوام میں اُسکو ظاہر کرسکیں گے۔
گھنٹیوں کا بھی وہ استعمال نہ کرسکیں گے۔ نہ ناقوس بجا سکیں گے۔ ہاں آہستہ آواز سے بجانا
مضایقہ نہیں ہے نہ شمع وچراغ اپنی عمارت وقف میں رکھیں گے۔ اور اپنے مردوں پر روتے
ہوئے چلا چلا کے آوازیں نہیں نکال سکیں گے اور اپنے سر کے آگے کا حصہ منڈوایا کریں گے اور
اپنی پوشاک لپیٹے رکھا کریں گے۔ اور آخری شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کے گھر میں کسی عذر وحیلہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ جنکے باپ مسلمان ہوچکے اُسکی نابالغ اولاد کو اُسکے باپ کے سپرد کیا جاوے کہ عیسائی نہ بناویں
آجکل جسقدر تاریخیں متداول ہیں انہیں غیر قوموں کی نسبت حضرت عمرؓ کے نہایت سخت احکام منقول ہیں۔ لیکن جب اس بات پر بھی غور
کیا جاوے کہ یہ اُس زمانہ کی تصنیفیں ہیں جب اسلامی گروہ میں تعصب کا مذاق پیدا ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ قدیم زمانہ کی تصنیفات
پر نظر ڈالی جاوے جنمیں اس قسم کے واقعات بالکل نہیں یا بہت کم ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر تعصب آتا گیا ہے ویسی ہی مقدس
روایتیں خود بخود تعصب کے سانچے میں ڈھلتی گئی ہیں۔ خلیفہ دوم یعنی حضرت عمرؓ کا معاہدہ جو بیت المقدس کے مفتوح عیسائیوں کے
ساتھ کیا گیا تھا اسکی عمدگی کی نسبت اور زائد نتائج اخذ کرنے کا بار ناظرین پر ڈالا جاتا ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

سے مداخلت نہ کرسکیں گے۔ ان شرائط کے علاوہ عمرؓ نے مفصلہ ذیل دفعات اور ازدیاد کر دیئے تھے کوئی عیسائی کسی مسلمان کو نہ مارے گا۔ اور اگر عیسائی مفصلہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی پابندی نہ کرینگے تو عیسائی اقرار کرتے ہیں کہ اُنکی جان کی حفاظت ضبط سمجھی جاوے۔ اور اُنکو وہی سزا دیجا دیگی جو باغی رعایا کو دیجاتی ہے۔

اب تک ہم نے ہارون رشید کے صرف اُنھیں واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جو سلطنت سے تعلق رکھتے تھے اور درحقیقت اس میں خلیفہ ہی سب سے زیادہ کارکن معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی تک اُسکے متعلق اور کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے۔ ان سب واقعات سے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے صرف ہارون رشید ہی نظم ونسق سلطنت نہیں کرتا تھا بلکہ اُس کا وزیر یحییٰ برمکی اور اُسکے بیٹے بھی کیا کرتے تھے۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے ذاتی کارنامے۔ اور تواریخ خاندان برمکی کے ساتھ ایسے وابستہ اور ملے جلے ہوئے ہیں کہ برمکیوں کے ذکر بغیر خلیفہ ہارون رشید کا حال بطور ایک عام آدمی کے تحریر کرنا بالکل ناممکن ہے۔

دعوت برمکی

جن ناظرین نے کتاب الف لیلہ دیکھی ہوگی اُنکو جعفر برمکی کے نام سے خوب آگاہی ہوگی چونکہ خلیفہ ہارون رشید جب بغداد میں بھیس بدلکر راتوں کو رعایا کا حال دریافت کرنے پھرا کرتا تھا تو جعفر ہمیشہ خلیفہ ہارون رشید کے ہمراہ ہوا کرتا تھا اور الف لیلہ کے ایک با مذاق قصہ میں جو دعوت برمکی کا ذکر ہے اسی وجہ سے یہ جملہ "دعوت برمکی" ہماری زبان "انگریزی زبان" میں ایک ضرب المثل بن گیا ہے۔ برمکیوں کا قصہ اور خاصکر جعفر برمکی کے قتل کا ذکر تمام مشرقی ممالک کی تاریخوں میں سب سے زیادہ رنج دہ اور رقت آمیز بیان ہے اور اب ہم برمکیوں کا حال بیان کرتے ہیں۔

باب سوم

زوال خاندان برمکی

یحییٰ برمکی ہارون رشید کا قدیمی محافظ اور اتالیق تھا اُسکے خاندان کے ساتھ ہارون رشید نے جو کچھ عمل کیا اور خصوصاً اپنے دوست اور رفیق جعفر کو قتل کیا۔ یہ واقعہ ہارون رشید کے عہد حکومت میں ایک سیاہ داغ ہے۔

ہارون رشید کے براکمہ سے یکلخت ناراض ہوجانے کے اسباب۔

ہارون رشید کی طبیعت کے خاندان براکمہ سے یک لخت مکدر ہوجانے کے کئی سبب تھے اور نیز براکمہ کے برخلاف بہت سے مقتدر لوگ درحقیقت ہو گئے تھے سب سے بڑا سبب تو یہ تھا کہ برمکی خاندان ایرانی النسل تھے اور سلطنت کے تمام اعلےٰ اعلےٰ عہدے اور مناصب انھیں کے خاندان میں مخصوص ہوگئے تھے اور اس طرح سے گویا سلطنت کی حکومت درحقیقت براکمہ کے ہی ہاتھ میں تھی اور یہ بات گروہ عرب کو ناگوار تھی۔ گروہِ عرب جس کا سرگروہ فضل بن الربیع تھا اور اس فضل کا باپ عہد حکومت خلیفہ الہادی میں وزیر رہچکا تھا لیکن ہارون رشید نے اُسکو موقوف کرکے یحییٰ کو اپنا وزیر مقرر کرلیا تھا۔ ہر موقعہ پر براکمہ کے خلاف ہارون رشید کی طبیعت کو مشتعل اور برہم کرتا رہتا تھا۔

جعفر کی شکایت میں گمنام منظوم عرضی

ایک مرتبہ ایک منظوم عرضی گمنام کسی نے خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں ارسال کی اُن اشعار کا مطلب حسب ذیل تھا۔

، زمین پر جو خدا کا امین ہے اور جو حل وعقد کی طاقت رکھتا ہے اُس سے کہدو کہ پسران یحییٰ تیرے مانند بادشاہ ہیں تجھ میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ تیرے حکموں کو رد کر دیتے ہیں لیکن

اسکے حکموں کی پورے طور سے تعمیل ہوتی ہے۔ جعفر نے ایک ایسا محل بنایا ہے جسکے مانند محل میں کوئی ہندوستانی یا ایرانی کبھی نہیں رہا۔ اس محل کے فرش زمین میں موتی اور لعل نصب ہیں اور اسکی چہار گیری عود و عنبر سے بنائی گئی ہے ہم کو یہ خوف ہے کہ جبکہ تو قبر میں چھپ جاویگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری سلطنت پر قابض ہو جاوے۔ سوائے نمک حرام نوکر کے اور کس کا ایسا خیال اپنے آقا کی نسبت ہو سکتا ہے۔

برمکیوں میں مذہبی پابندی بھی بہت کم تھی اور شیعوں نے مذہب اسلام میں جو بدعتیں کریں تھیں انکی جانب برامکہ کا میلان طبع علانیہ تھا اور نیز برامکہ کے محلوں میں جو مجلسیں ہوتی تھیں اُنمیں مذہبی مباحث پر آزادانہ طور سے علانیہ رائے دیجاتی تھیں۔ اُنکے دشمن یہ سب باتیں تلاش کرکے اور ڈھونڈ کرکے تاکہ اُن پر الزام آسکے ہارون رشید تک پہنچاتے تھے۔ ہارون رشید پکا سنی مسلمان تھا۔ اس کے بعد ہی ایک عرضی جس پر سینکڑوں لوگوں کے دستخط تھے ایک عالم نے ہارون رشید کے حضور میں برامکہ کی شکایت میں ایک اور عرضی پیش کی جسکا مضمون یہ تھا کہ امیرالمومنین! تو خدا کو محشر میں کیا جواب دیگا اللہ تعالےٰ کے روبرو تو اپنے کاموں کو مستحسن کیسے ثابت کر سکے گا حالانکہ تو نے یحییٰ ابن خالد اور اُسکے بیٹوں اور رشتہ داروں کو مسلمانوں کے اوپر ایک غیر محدود اختیار دے رکھا ہے اور اُنکو تمام سلطنت کی حکومت تفویض کر رکھی ہے۔ یہ لوگ زندیق اور مرتد ہیں اور زنادیق کے اصولوں پر خفیہ طور سے کاربند ہیں۔

ہارون رشید نے یہ عرضی اغلباً تنبیہ اور احتیاط کی غرض سے یحییٰ کو دکھلائی اور اُس عالم کو جس نے یہ عرضی تحریر کی تھی اور جس کا نام محمد تھا قید کر دیا۔ لیکن اس امر میں کوئی شک وشبہہ نہیں ہے کہ اس عرضی کے مضمون سے ہارون رشید کے دل پر بڑا اثر ہوا تاہم اس بات کے یقین کرنے کے لیے بہت سی دلیلیں موجود ہیں کہ خاندان برمکی پر جو ارتداد اور الحاد یا نمک حرامی اور بے انتہا لالچ کا الزام تھا ان سب باتوں سے خلیفہ ہارون الرشید چشم پوشی کر جاتا اور ان پر کچھ بھی خیال نہ کرتا۔ اگر ایک خانگی توہین یا بدنامی نہ ہوتی جسکی بابت ہارون رشید نے خیال کیا کہ یہ بدنامی اسی طرح سے رفع ہو سکتی ہے کہ جو

اشخاص اُس سے تعلق رکھتے ہیں اُن سے فوری اور سرسری طور سے عمل کیا جائے اس خانگی امر کی صرف درباریوں اور ندیموں کو ہی خبر ہوتی لیکن ہارون رشید نے اپنے خون درشتہ دار کی عزت کے بزور بچانے میں جو ظالمانہ طریقہ اختیار کیا۔ اس وجہ سے یہ بات عوام الناس کو بھی معلوم ہوگئی اور تمام آیندہ مورخیں کے لیے رائے اور تشریح مختلف کے واسطے یہ ایک جواب مضمون ہوگیا۔ یہ بات جعفر برمکی اور عباسہ خواہر ہارون الرشید کی شادی (جو مثل افسانہ کے ہے) کا واقعہ ہے۔ ہارون الرشید کو جعفر سے اسقدر محبت تھی کہ وہ اُس کا تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے پاس سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں کرتا تھا اور یہ اتحاد اور محبت اس قسم کی ایک غلطی آمیز طول پکڑ گئی تھی کہ ہارون الرشید نے ایک جُبّہ اس قسم کا بنوایا تھا کہ جس میں دو گریبان کھوائے تھے اور اس جوغہ کو خلیفہ اور جعفر ایک ساتھ اور ایک ہی وقت پہنا کرتے تھے۔ اور اسی طرح سے ہارون الرشید کو اپنی بہن عباسہ سے بھی کمال محبت تھی۔ اور چونکہ بوجہ پردہ کے جعفر کی موجودگی میں وہ ہارون الرشید کے پاس نہیں آسکتی تھی۔ اس لیے ہارون الرشید نے یہ خیال کیا کہ عباسہ اور جعفر کا نکاح کر دیا جائے۔ اس سے مروجہ قاعدے آداب (پردہ) کبھی نہ ٹوٹیں گے اور پردہ کی قید کے رفع ہو جانے کے بعد یہ دونوں آزادانہ طور سے میرے پاس آسکیں گے لیکن ہارون الرشید ہمیشہ یہ بات فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں ہی ایک خالص النسل ہاشمی صرف ایسا خلیفہ ہوں جو کہ تخت پر بیٹھا ہوں۔ پس ہارون الرشید یہ خیال ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اُسکے خاندان کا خالص خون ایک ایرانی جوان کے خون کی آمیزش سے گدلا کیا جاوے۔ اس لیے نکاح کے وقت ہارون الرشید نے جعفر اور عباسہ دونوں سے یہ عہد قسمیہ کرالیا کہ سوائے ہارون الرشید کے حضور کے اور کبھی آپس میں کہیں ملاقات نہ کریں اور نہ زناشوئی کے تعلقات رکھیں۔ بلکہ یہ یاد رکھیں کہ اُنکا نکاح صرف برائے نام کر دیا گیا ہے۔

اس طور سے نکاح ہو جانے کی وجہ سے جعفر کو حرم سلطانی میں آزادانہ طور سے آمدورفت کی اجازت ہوگئی اور اُس کو اکثر شہزادیوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ لیکن خلیفہ کی ناراضگی کے خطرناک نتیجہ سے وہ خوب آگاہ تھا۔ اس وجہ سے اُس نے ہمیشہ یہ احتیاط رکھی کہ عباسہ کیجانب نظر بھی نہیں اُٹھاتا تھا۔

لیکن عباسہ جعفر کی طرح محتاط نہ تھی اور اُس نے یہ ٹھان لی تھی کہ میں تجرد میں اپنی زندگی نہیں گزارونگی۔ علاوہ ازیں جعفر نہایت حسین اور خوبصورت تھا عباسہ کو اُس سے اعلےٰ درجہ کا تعشق ہو گیا آخر کار لالچ اور خوف سے عباسہ نے جعفر کی ماں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ جعفر اور عباسہ دونو نکی ملاقات کوشش کرکے کرادیگی۔ اس لیے اُس نے جعفر سے اوّل ہی سے یہ کہنا شروع کیا کہ ایک بڑی ہی صبیح و ملیح کنیز بکتی ہے اور وہ بڑی قابل و لایق ہے اور یہاں تک اُسکی تعریف کی کہ جعفر اُس کنیز کے نام پر غائبانہ عاشق ہوگیا اور جعفر کی ماں نے اسی کنیز کے دھوکے میں عباسہ اور جعفر کی ملاقات کرادی۔ جب صبح ہوئی اور جعفر سے شراب کا نشہ اُترا جو اُسکی ماں نے اُسکو پلائی تھی اور اُس نے عباسہ کو شناخت کیا تو جعفر خلیفہ کے خوف سے کانپنے لگا اور اپنی ماں سے شکایت کی کہ تمنے ہم دونوں کو برباد کر ڈالا۔

عباسہ اور جعفر کی ملاقات اور اُنکے اولاد ہونا

بہر حال۔ اب بچاؤ کی صرف ایک تدبیر باقی تھی اور وہ یہ تھی کہ یہ بات نہایت خفیہ رکھی جاوے اور کسی کو اسکی خبر نہ ہو۔ اب ان دونوں کی دوستی ہوگئی یہانتک کہ عباسہ کے دو لڑکے بھی ہوگئے اور جونہی کہ ان دونوں کے بچپن کا زمانہ گزر گیا تو اُن دونوں کو تعلیم کی غرض سے مکہ شریف کو بھیجدیا اور نیز اس بھیجنے سے یہ بھی غرض تھی کہ ہارون الرشید کی نظر سے وہ علیحدہ رہیں اور اُسکو اُنکا حال معلوم نہ ہووے۔ شہزادیاں حرم جعفر کو نہایت عزیز رکھتی تھیں اس وجہ سے کہ وہ اُنکے کام ہمیشہ کرادیا کرتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے جعفر نے مغرور زبیدہ کو رضامند رکھنے میں کوتاہی کی زبیدہ ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اُسکی نہایت ہی عزیز بیوی تھی اور اسی وجہ سے آخر کار راز افشا ہوگیا۔

خلیفہ کی برامکہ سے ناراضگی کے وجوہات

یہ واقعہ اور نیز دیگر واقعات بھی ایسے موجود ہوگئے کہ جنکی وجہ سے خاندان برامکہ پر یکایک اور کامل طور سے تباہی اور بربادی آگئی۔ بعض مورخین بیان کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کے خاندان برامکہ سے اول ہی اول ناراضگی کی یہ وجہ ہوئی (۱) کہ ہارون الرشید نے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص یحیی بن عبداللہ کو قتل کرنے کے لیے جعفر کو حکم دیا تھا لیکن

بن عبداللہ کی بغاوت کا ہم اس سے پیشتر ذکر کر چکے ہیں) جعفر نے اُنکو قتل کرنے میں تامل کیا اور اُن کو قید سے رہا کر دیا تاکہ وہ کسی طرف فرار ہو جاویں کسی نے اِس بات کی خبر ہارون الرشید کو بھی کر دی کہ جعفر نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور یحییٰ کو قید خانہ سے رہا کر دیا۔ یہ سُنکر ہارون الرشید نے جعفر کو بلایا اور اُس سے دریافت کیا کہ یحییٰ کا کیا حال ہے؟ جعفر نے کہا کہ وہ قید خانے میں قید ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم میری جان کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ وہ قید ہے؟ جعفر سمجھ گیا کہ کسی نے میری مخبری کر دی۔ تب کہا کہ امیرالمومنین! مَیں نے اُسکو چھوڑ دیا کیونکہ مجھے اُسکی بے گناہی کا یقین تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا اور مجھے بھی اس بارے میں تمہاری رائے سے اتفاق ہے۔ لیکن جونہی کہ جعفر رخصت ہوا۔ تو ہارون الرشید نے کہا کہ یا اللہ! یا تو تُو مجھے مار ڈال یا میں جعفر کو قتل کروں۔

(۲) جعفر نے ایک مکان بنایا تھا اور اُس پر بے شمار روپیہ صرف کر ڈالا تھا۔ ہارون الرشید نے ندیموں سے کہا کہ دیکھو جب جعفر نے ایک مکان پر اسقدر روپیہ صرف کیا ہے تو معلوم نہیں کہ اُسکے اور دیگر مصارف ملا کے کسقدر ہوتے ہونگے۔

(۳) بعض اشخاص کہتے ہیں کہ خاندان برمکی میں جو اسقدر بے حد خوش اخلاقی اور تواضع اور فیاضی اور سخاوت تھی در اس وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہو گئے تھے یہ بھی اُنکی بربادی کا سبب ہے

(۴) اور بعضوں کا بیان ہے کہ فضل اور جعفر کو ہارون الرشید نے غیر محدود اختیارات اور آزادی دے دی تھی۔ اُس کی وجہ سے وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے یہ وجہ بھی اُنکے استیصال کی ہے

اسمٰعیل اور خلیفہ کی گفتگو

اسمٰعیل بن یحییٰ ہارون الرشید کا ایک رشتہ دار ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں برامکہ کی جانب سے اول ہی اول غصہ کی چنگاری اس طرح روشن ہوئی کہ ہارون الرشید ایک دن شکار کھیلنے گیا جعفر مع اپنے سواروں کے پہلے ہی چلا گیا تھا اور خلیفہ کے جلو میں نہ تھا تین راستے سے خلیفہ کی جاگیر کی زمین زرخیز اور آباد آرہی تھی۔ اس پر خلیفہ نے مجھ سے مفصلہ ذیل گفتگو کی

ہارون: ان برمکیوں کو دیکھو! ہم نے ان کو تو امیر کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو غریب کر دیا ہم نے انکو بہت ڈھیل دیدی"

"اسمعیل (علیحدہ ہوکر) خدا اپنی پناہ میں رکھے! (زور سے) امیر المؤمنین! کیوں۔ کیا کوئی خطا ہوئی

ہارون۔ دیکھو! میں نے ان برامکہ کی خاطر عزیز رکھی۔ اور اپنی اولاد سے غفلت کی۔ برامکہ کی جیسی یہ جائداد ہے میرے خیال میں میرے بیٹوں میں سے کسی ایک کی بھی ایسی نہیں ہے اور جبکہ دارالخلافہ کے عین جوار میں ایسا حال ہے تو خدا جانے اور جگہ کا تو کیا حال ہوگا"

اسمعیل۔ امیر المومنین! پسران برمک آپ کے غلام ہیں۔ آپ کے نوکر ہیں۔ انکی جاگیریں اور زمینیں اور وہ خود سب آپکا ہی ہے۔

"ہارون۔ (ایک بڑی غمگین شکل بنا کے) کیا بنی عباس اسقدر غریب ہیں کہ ان کے پاس کچھ دولت نہیں ہے۔ اور نہ انکے لیے کوئی عہدہ ہے۔ اور جو کچھ ہے کیا وہ پسران برمک ہی نے انکو عطا کیا ہے؟"

"اسمعیل۔ امیر المؤمنین آپ کے دیگر ملازم بھی تو مثل برامکہ ہی کے امیر ہیں۔"

"ہارون۔ اسمعیل میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے۔ اس کا مجھے شبہہ ہے کہ تم یہ سب باتیں برامکہ سے نہ کہدو۔ اور پھر وہ اپنی حفاظت کریں۔ یاد رکھو کہ میں نے سوائے تمہارے اور کسی سے یہ تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اگر یہ بات مشہور ہوئی تو میں سمجھ جاؤنگا کہ تم نے ہی یہ راز افشا کر کے امانت میں خیانت کی ہے۔ جاؤ خدا حافظ"

اسمعیل بہت ہی پریشان و متفکر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور اس سوچ میں رہتا تھا کہ میں اپنے سے بلا ٹلنے کی کیا فکر کروں دوسرے دن وہ پھر خلیفہ کے پاس حاضر ہوا خلیفہ اس وقت اپنے محل میں جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر ہے اور بغداد کے مشرق میں ہے بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس محل کے عین مقابل میں مغربی کنارہ پر جعفر کا محل تھا ہارون نے جعفر کے محل کے دروازے پر بہت گھوڑے کھڑے دیکھ کر اسمعیل کیجانب مخاطب ہو کر کہا کہ "دیکھو میں نے جو تم سے کل ذکر کیا تھا

تو جب دیکھو تو جعفر کے دروازے پر کستعدد فوج اور غلام اور سواران فوج موجود ہیں۔ اور میرے دروازے پر کوئی بھی نہیں ٹھیرتا۔"

اسمعیل نے کہا کہ امیر المومنین۔ آپ خدارا ایسے خیالات کو دل میں جگہ نہ دیں جعفر آپ کا ملازم اور غلام ہے۔ اور آپنے اُسکو اپنا وزیر اور فوج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر فرما رکھا ہے امیر المومنین! اگر اُسکے دروازے پر فوج نہ ہو۔ تو فرمایئے کہ کس کے دروازے پر ہو؟

جعفر کا خلیفہ کی نسبت کلمات ناسزا کہنا

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جعفر بھی خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون الرشید نے اُس سے نہایت ہی محبت سے گفتگو کی۔ اور جب جعفر جانے لگا تو خلیفہ نے اُسکو از رہ مہربانی اپنے دو ہشیار غلام عطا فرمائے تاکہ وہ جعفر کی اردلی میں رہا کریں۔ ظاہرا تو یہ عطیۂ خلیفہ کی مہربانی اور عنایت کا اظہار تھا لیکن حقیقت میں یہ دونوں غلام خلیفہ کے جاسوس تھے اور ہر روز خلیفہ کو جعفر کی تمام کارروائی سے اطلاع دیا کرتے تھے۔ جعفر اس عطیۂ سے بہت خوش ہوا اور اُسکو اس بات کا ذرا بھی شبہہ نہیں ہوا کہ موت اُس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔

اسمعیل کہتا ہے کہ میں اس واقعہ کے تین دن کے بعد جعفر سے ملنے گیا اور چونکہ اُن دونوں غلاموں میں سے ایک غلام موجود تھا اس لیے میں نے جعفر سے بہت ہی احتیاط سے گفتگو کی۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ ہماری سب باتیں خلیفہ کے کان میں پونہچینگی۔ چونکہ اب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا عامل (گورنر جنرل) مقرر کردیا تھا اور اُسکو فوج و علم اور رایت اور عالیشان سازوسامان کہ جس سے اُسکے مرتبہ کے موافق شان وشوکت ظاہر ہو عطا فرمایا۔ اس لیئے اسمعیل نے جعفر سے کہا کہ اب تو آپ ایسے ملک میں تشریف لیجاتے ہیں کہ جو نہایت ہی زرخیز اور دولت سے مالامال ہے۔ اگر میں آپ کی بجائے اس طرح مقرر ہوکے جاتا تو اپنی جاگیروں میں سے ایک جاگیر امیر المومنین کے بیٹے کو دیدیتا۔ جعفر نے جواب دیا کہ اسمٰعیل تمھارا چچازاد بھائی خلیفہ ہارون الرشید میری ہی بخشش اور عنایت سے زندہ بھی ہے۔ اور یہ ہمارے ہی خاندان کی وجہ سے ہے کہ خلیفہ کا خاندان ابتک زندہ اور قائم ہے۔ کیا خلیفہ کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میں نے

ہیں لیے اُس نے اور بھی کسی قسم کی دقت یا کسی قسم کی [illegible] نہیں [illegible]
کو اپنا فکر کرنا پڑتا ہے نہ اپنے بیٹوں یا ملازمین یا کسی رعایا برایا کا۔ اور میں نے اُس کا [illegible]
اور مالامال کر دیا ہے۔ اور خلیفہ کے لیے دولت کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ باوجود میری اس
سب جانفشانی کے اب خلیفہ کی آنکھیں اُس پر لگی ہوئی ہیں۔ کہ جو کچھ میں نے اپنے بیٹے
اور میرے بعد میری اولاد کے لیے بچا رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے حسد اور تکبر کا اثر
اُس میں آ گیا ہے۔ اور کیا اب خلیفہ اسقدر طامع ہو گیا ہے؟ اسمعیل نے کہا کہ جناب خدا را ایسا
خیال نہ کریئے خلیفہ نے اس معاملہ میں مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ جعفر نے کہا کہ پھر ایسی بیہودہ
باتوں کا مجھ سے تذکرہ کرنے میں کیا مطلب ہے۔ خدا کی قسم! اگر خلیفہ نے مجھ سے ان جاگیروں
میں سے ایک جاگیر بھی مانگی۔ تو یہ بات اُس کے لیے بڑی خرابی کی ہو گی''

اسمعیل کہتا ہے کہ اسکے بعد نہ تو میں جعفر کے پاس جاتا نہ خلیفہ کے پاس حاضر ہوتا کیونکہ
وہ دونوں مجھ پر مخبری کا شبہ کرتے تھے۔ اور میں نے دل میں غور کیا کہ ایک خلیفہ ہے اور دوسرا
اس کا وزیر اعظم ہے۔ میں کیوں اُنکے درمیان میں دخل دوں لیکن میں نے یہ خیال کر لیا کہ اب
برامکہ کا استیصال اور زوال قریب ہے۔

اسمعیل کہتا ہے کہ جعفر کی ماں کے ایک نوکر نے مجھے بعد ازاں اطلاع دی کہ اُس غلام نے
ہماری گفتگو کے ایک ایک لفظ سے خلیفہ کو اطلاع دی ہارون الرشید نے غلام کی یہ عرضی پڑھکر
جس میں میری اور جعفر کی گفتگو تحریر تھی اپنے تئیں تین دن تک کوٹھری میں بند رکھا۔ اور تین دن
تک کسی شخص سے ملاقات بھی نہیں کی۔ لیکن خلیفہ نے یہ تین دن جعفر سے بدلہ لینے کی تدابیر
کے سوچنے میں گزارے۔ خلیفہ کی خفگی کا دیگر ذرائع سے بھی اظہار ہوتا تھا۔

[illegible]کی سے
[illegible]فہ کی ناراضی

یحییٰ کی خدمات دیرینہ اور محبت کی وجہ سے ہارون الرشید نے اُس کو اسقدر معزز کر لیا تھا
کہ اُس کو یہ اجازت تھی کہ جس وقت چاہے خلیفہ کے پاس حاضر ہو جاوے۔ لیکن جب خلیفہ کو
برامکہ کی جانب سے شبہات ہو گئے۔ تو یحییٰ کی یہ حسب اجازت بلا روک ٹوک آمد و رفت کو خلیفہ نے

غصہ اور رنج کی وجہ سے مداخلت بیجا سمجھا اور اسکو یحیٰی کے باغیانہ ارادوں کی ایک تمہید تخیل کیا۔

بختیشوع طبیب کا بیان

ایک دن ہارون الرشید کے حضور میں بختیشوع[1] طبیب حاضر تھا۔ اتنے میں یحیٰی خلیفہ کے پاس چلا آیا اور سلام کیا۔ خلیفہ نے بمشکل سلام کا جواب دیتے ہی بختیشوع کیجانب مڑ کے اُس سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص بغیر اجازت کے تمھارے مکان میں بھی آجاتا ہے؟ حکیم نے جواب دیا کہ کوئی نہیں آتا۔ خلیفہ نے کہا تب یہ برامکہ میرے مکان میں بلا اجازت کیوں آتے ہیں؟

یحیٰی نے رنجیدگی سے جواب دیا کہ امیر المومنین! میں نے تو ابھی آنا شروع نہیں کیا ہے آپ ہی نے خاص حکم دے رکھا ہے کہ میں جسوقت چاہا کروں آپ کے پاس حاضر ہوجایا کروں چاہے آپ نے کپڑے ہی اُتار رکھے ہوں۔ یا بستر پہ آرام کرنے تشریف لے گئے ہوں مجکو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ امیر المومنین کو اب تک جو بات پسند تھی وہ اب ناپسند ہوگئی ہے۔ لیکن چونکہ اب مجھکو یہ بات معلوم ہوگئی اس لیے امیر المومنین میرے لیے جو جگہ تجویز فرمائیں گے میں وہیں تک حاضر ہوا کروں گا۔"

اس بات پہ ہارون الرشید ذرا کچھ شرمندہ ہوا اور یحیٰی کو جواب دیا کہ اس بات سے میرا مطلب تم کو رنج دینے سے نہ تھا۔ یحیٰی وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ہارون الرشید نے اپنے تمام دربانوں اور غلاموں کو حکم دیدیا کہ یحیٰی آیا کرے تو تم اب اسکی تعظیم کو کھڑے نہ ہوا کرو جیسا تمہارا اب تک قاعدہ تھا۔ اس کے بعد جب یحیٰی آیا اور غلام اسکی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تو یحیٰی اسکا سبب سمجھ گیا اور آنا کم کردیا۔ بعد اس کے جب کبھی یحیٰی آتا تو غلام ٹل جاتے اور اُس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔

بختیشوع طبیب بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں خلیفہ کے حضور میں قصر الخلد[2] میں بیٹھا ہوا تھا

[1] طبقات الاطبا میں مرقوم ہے کہ حکیم بختیشوع بن جبرئیل یونانی اطبا میں نہایت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا۔ خلفاء عباسیہ سے جسقدر دولت کے خزانے اُس کو حاصل ہوئے وہ دوسرے کو نہیں ملے۔ خلیفہ متوکل کے عہد میں اس سے اعلیٰ رتبہ کا کوئی شخص نہ تھا۔ بلکہ لباس اور دیگر سامانِ آرایش میں خلیفہ میں اور اس میں کچھ فرق نہ تھا۔ ۲۵۶ہجری میں فوت ہوا۔ ۱۲ از مصباح مترجم

[2] مشہور مدینۃ الاسلام (بغداد) میں قصر الخلد ایک اعلیٰ درجے کی شاندار عمارت اور ہارون الرشید کا محل تھا۔ یہ قصر بھی منجملہ دیگر مشہور عمارات بغداد یعنی قصر الذہب۔ ایوان خلافت اور گنبد الخضرا وغیرہ کے ایک بڑا خوبصورت محل تھا۔ ۱۲ از مصباح مترجم

اور خلیفہ دریا کے پار یحییٰ کے محل کیجانب اور جو لوگ وہاں آتے جاتے تھے انکو خود دیکھ رہا تھا خلیفہ نے کہا کہ خدا یحییٰ کا بھلا کرے کہ اُس نے مجھے کاروبار سلطنت سے بچا رکھا ہے اور میرے عیش و عشرت کے لیے مجھے خوب فرصت دے رکھی ہے لیکن بختیشوع کہتا ہے کہ جب دوسری دفعہ میں اُسی محل میں خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں حاضر ہوا تو خلیفہ اُسی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ کچھ خفا سا معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے کہا کہ در معلوم ہوتا ہے یحییٰ نے کل کاروبار سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں لاتا۔ خلیفہ تو در حقیقت وہی ہے میں نہیں ہوں۔"

خلیفہ کا زبیدہ سے مشورہ

آخر کار جعفر کا راز طشت از بام ہو گیا۔ ہارون الرشید تین دن تک کوٹھری میں بند رہا۔ چوتھے دن اپنی عزیز بیوی زبیدہ کو بُلوایا اور اس سے جعفر کی شکایت کی اور وہی عرضی دکھلائی جو اُس غلام نے ارسال کی تھی۔ جعفر اور زبیدہ میں بہت عرصے سے آپس میں دشمنی تھی۔ زبیدہ کو جعفر کا راز معلوم ہوتے ہی وہ اُس کے قتل کے درپے ہو گئی۔ خلیفہ نے زبیدہ سے جعفر کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر خراسان پر برامکہ کا ایک دفعہ بھی قبضہ ہو جاوے گا تو میرے ہاتھ سے حکومت نکل جاوے گی۔

زبیدہ نے کہا کہ امیر المومنین! آپ کی اور برامکہ کی ایسی تمثیل ہے کہ جیسے کوئی نشہ میں مدہوش ہوں اور دریا میں ڈوب رہے ہوں۔ اگر آپ کا نشہ اب اُتر گیا ہے اور آپ ڈوبنے سے بچنا چاہتے ہیں تو آپ نے جو کچھ سُنا ہے اُس سے بھی زیادہ ایک اہم امر کا آپ سے تذکرہ کرتی ہوں جسکے سننے کی آپ کو مشکل سے برداشت ہو سکے گی لیکن اگر برامکہ کے بارے میں آپ کی قوت فیصلہ اب بھی مثل سابق کے ناقص ہے تو میں آپ سے اندرین بارہ کچھ کہنا نہیں چاہتی۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہو سو کرو۔ خلیفہ نے کہا کہ میں یہ بات سمجھا نہیں ذرا اسکی تشریح اور زیادہ کرو۔ یہ سنکر اُس نے ایک غلام کو جسکا نام آرزو تھا بُلوایا اور خلیفہ سے عرض کیا کہ یہ غلام وہ سب حال جانتا ہے۔

ہارون الرشید نے آرزو سے کہا کہ اگر تو وہ حال نہ بتلاویگا۔ تو تجھے قتل کر دوں گا۔ اور اگر

صحیح صحیح بتلا دیگا تو تجھکو معاف کر دوں گا" آرزو نے جعفر اور عباسہ کی تمام حقیقت کہہ سنائی اور کہا کہ امیر المؤمنین! آپنے تو اُن دونوں کا برائے نام نکاح کر دیا تھا اور جعفر نے درحقیقت عباسہ سے نکاح کر لیا ہے اور اُنکے اولاد بھی ہو گئی ہے۔

اِس بدلہ لینے والی عورت (زبیدہ) نے خلیفہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! جعفر کو عباسہ کے پاس بیٹھنے کی اجازت دینا۔ جو ظل اللہ کی بیٹی ہے اور ہر طرح سے جعفر سے افضل اور بہتر ہے ایسی تمثیل رکھتا ہے۔ جیسے آگ اور پھوس باہم رکھے جاویں اور نتیجہ یہی ہوا جو عرض کیا گیا۔

یہ احوال سُن کر ہارون الرشید کو نہایت سخت صدمہ ہوا چونکہ جس طرح ہم اول ہی بیان کر چکے ہیں۔ ہارون الرشید میں خاندانِ ہاشمی کا تکبر (فخر) بہت تھا اور وہ اپنے اس خالص النسل شہنشاہ ہونے پر فخر کیا کرتا تھا۔ تمام قصہ سُن کر اور اپنی زبان کا پاس نکر کے خلیفہ نے آرزو کو مروا ڈالا اور زبیدہ کے پاس سے باہر جا کر خلیفہ نے اپنے خاص جلاد مسرور کو بُلایا اور ایک نہایت سخت اور بیدردی کی آواز میں اُس سے کہا کہ "مسرور آج رات کو جب اندھیرا ہو جاوے تو دس مزدور اور دو نوکر میرے پاس لیکر حاضر ہونا!"

عباسہ کا قتل

ذیل میں جو خوفناک ذکر درج کیا جاتا ہے۔ ہارون الرشید کی ایک غیر متوقع کارروائی کا اظہار کرتا ہے۔

مسرور نے حکم کی تعمیل کی اور مقررہ وقت پر جب اندھیرا ہو گیا تو مسرور نے اُن بدقسمت کاریگروں کو خلیفہ کے حضور میں حاضر کیا۔ ہارون رشید مع اُن سب مزدوروں کے اپنی بہن عباسہ کے سونے کے کمرہ میں گیا جہاں وہ سو رہی تھی اور جس حالت میں وہ تھی اُسکو معلوم کر لیا عباسہ سے ایک لفظ بولے بغیر اُسنے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ عباسہ کو قتل کر ڈالو۔ اور پھر ایک بڑے صندوق میں بند کر کے اُسی جگہ جہاں یہ سو رہی تھی دفن کر دو۔ جب عباسہ کو قتل کر کے اُسکی نعش صندوق میں بند کر دی گئی۔ تو صندوق میں قفل لگوا کر خلیفہ نے کنجی اپنے پاس رکھ لی اور مزدوروں سے کہا کہ زمین کو اتنا کھودو کہ اُس میں سے پانی نکل آوے۔ جبکہ پانی زمین میں سے

ظاہر ہو گیا تو خلیفہ نے مزدوروں سے کہا کہ صندوق اس میں ڈالدو۔ اور اُسکو مٹی سے بھردو۔ مزدوروں نے اس حکم کی تعمیل کردی اور پھر زمین کو ہموار کردیا اور فرش جیسا کہ اول تھا ویسا ہی کردیا۔ خلیفہ کُرسی پر بیٹھا ہوا اس تمام کاروائی کو خود دیکھتا رہا جب مزدور یہ سب کام کرچکے تو خلیفہ نے اُنکو باہر بھیجدیا۔ اور دروازے میں قفل لگا کر اور کنجی اپنے پاس رکھکر وہاں سے چلا آیا۔

خلیفہ نے مسرور سے مخاطب ہو کر کہا کہ ان مزدوروں کو لیجاؤ اور ابھی اجرت ان کو دیدو۔ مسرور اس حکم کا مطلب سمجھ گیا۔ اُن سب مزدوروں کو بھاری بوجھ کے ساتھ تھیلوں میں بند کر کے سی دیا اور اُن تھیلوں کو دریائے دجلہ میں پھینکدیا۔ پھر خلیفہ نے اُس مکان کی کنجی مسرور کو دیدی اور کہا کہ جب تک مَیں اِس کو تجھ سے نہ مانگوں اُسوقت تک یہ کنجی اپنے پاس رکھ اور مسرور کو یہ بھی حکم دیا کہ محل کے صحن میں ایک ترکی خیمہ نصب کروادے مسرور نے یہ خیمہ نصب کروادیا۔

مرکا گورنر خراسان مقرر ہونا

خلیفہ آفتاب نکلنے سے پہلے اُس خیمہ میں آبیٹھا اور کسی کو خلیفہ کی نیت اور ارادے کی خبر نہ تھی اُس دن جمعرات کا روز تھا اور صبح کا وقت تھا۔ خلیفہ نے دربار منعقد کیا جمعرات کے روز جعفر مع اپنے سواروں وغیرہ کے خلیفہ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا۔ خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ آج تم کہیں نہ جانا۔ میرے قریب ہی حاضر رہنا۔ دربار میں درباری آتے جاتے تھے اور خلیفہ کو سلام کر کے اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھتے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں جعفر بھی آیا خلیفہ نے نہایت ہی خاطرداری سے اُس کا استقبال کیا اور اُسکو خوش آمدید کہا ہنسا اور اُس کے ساتھ ہنسی اور دل لگی کی باتیں کریں اور اُس کو اپنے پاس بٹھالیا۔ جعفر نے تمام عرائض اور درخواستیں وغیرہ جو ہر چہار اطراف سلطنت سے آئی تھیں خلیفہ کو سُنائیں خلیفہ نے عرضیوں اور شکایتوں اور دعووں پر سب پر مناسب احکام صادر کردیے۔ تب جعفر نے عرض کیا کہ امیرالمؤمنین اگر اجازت ہو۔ تو مَیں آج خراسان چلا جاؤں۔ خلیفہ نے یہ سُنکر نجومی کو بُلایا جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور اُس سے دریافت کیا کہ اب کیا بجا ہے نجومی نے آفتاب کی بلندی

دیکھکر عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے ہیں۔ ہارون الرشید بھی علم نجوم سے آگاہ تھا اُس نے خود زائچہ کھینچا اور جعفر سے کہا کہ برادر من! یہ روز تمھارے لیے نامبارک ہے اور یہ وقت بھی نحس ہے مجھے خوف ہے کہ تمکو کچھ آفت نہ پونہچے۔ لہذا یہ بات مناسب ہوگی کہ تم کل جمعہ کی نماز کے وقت تک اُدھر کا قصد نہ کرو۔ اور سفر پر شوقت جانا جبکہ مبارک اور سعید ستارے تمھارے سامنے آجادیں اور پھر رات شہر نہروان میں بسر کرکے علی الصباح وہاں سے روانہ ہوجانا اور بہ نسبت اس وقت کے جانے کے کل تمھارا جانا بہت بہتر ہوگا۔ جعفر کا دل خلیفہ کے کہنے کے بموجب ٹھیرنے کو نہیں چاہتا تھا اس لیے جعفر نے منجم سے اصطرلاب لیکر خود اپنا زائچہ بناکر دیکھا۔ اور دیکھکر عرض کیا کہ امیرالمومنین! خدائی قسم! آپ کا فرمانا سچ ہے۔ جیساکہ زائچہ میں اسوقت ستارہ تیزی سے چل رہا ہے مَیں نے ایسا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ نہ کبھی اشکال برج میں ایسا تنگ نزراستہ دیکھا تھا جیساکہ آج نظر آرہا ہے"۔ بعدازاں جعفر رخصت ہوکر اپنے گھر گیا۔ راستہ میں ادنے و اعلےٰ سب اُسکی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے۔

جعفر قتل

آخر کار جعفر اپنے محل پر پونہچا جسکے گرداگرد فوج پڑی ہوئی تھی اور جو لوگ کہ اُسکے محل پر عرض و معروض کے لیے کھڑے تھے اُنکو جوابات دیکر رخصت کردیا۔ لوگوں کو رخصت کرکے جعفر بمشکل اپنے مکان میں گیا ہوگا کہ ہارون الرشید نے مسرور سے کہا کہ جلد جاؤ اور جعفر کو بُلا لاؤ اُس سے کہنا کہ خراسان سے ایک عرضی آئی ہے اُسکے پڑھنے کے لیے آپ کو بُلایا ہے۔ اور جب جعفر حرم سُلطانی کے اول دروازے پر آجاوے تو پھر وہاں سپاہیوں کو تعینات کردینا اور اسی طرح دوسرے دروازے پر غلاموں کو مقرر کردینا اور اُسکے ہمراہ کسی آدمی کو نہ آنے دینا بلکہ اُسکو یہاں تک تنہا لانا اور پھر اُس کو اُس ترکی خیمہ میں لیجانا جو کہ کل تم سے نصب کرایا تھا اور جب وہ خیمہ کے اندر پہنچ جاوے تب جعفر کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آنا۔ اور جو کچھ مَیں نے تم کو حکم دیا ہے اس سے خدا کی مخلوق میں سے کسی کو بھی آگاہ کرنا اور گھڑی گھڑی دریافت کرکے مجھکو تکلیف نہ دینا اگر تم نے میری ہدایتوں کے بموجب عمل نہ کیا تو پھر میں تمھارا سر بھی جعفر کے سر کے

ساتھ کٹوا منگواؤں گا۔ بس اب جلد جاؤ۔ دیکھو ابھی جعفر کو اس حال سے آگاہی ہو جائے جلد جاؤ
مسرور جعفر کے مکان پر گیا اور اس سے اپنی اطلاع کرائی۔ جعفر نے اسوقت اپنے کپڑے اُتار کر
آرام کرنا ہی چاہا تھا۔ جعفر اٹھ بیٹھا۔ اور مسرور کو اپنے پاس اندر بلا لیا مسرور نے کہا کہ خلیفہ
نے آپ کو یاد فرمایا ہے چونکہ خلیفہ نے سختی سے مجھکو جواب دیا تھا اس لیے میں اُنکا حکم نہیں ٹال سکا
جعفر نے کہا کہ مسرور! میں تو ابھی خلیفہ کے حضور میں سے آیا ہوں۔ اب اس وقت جو بلایا
ہے ایسا کیا معاملہ ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ خراسان سے کچھ عرضیاں آئی ہیں تو آپ کو اُنکے پڑھنے کے
لیے بلایا ہے۔ اس پر جعفر کو تسلی ہوگئی اور وہ اپنے کپڑے پہن اور تلوار لگا مسرور کے ہمراہ روانہ
ہوا لیکن جونہی کہ وہ اول دروازے میں داخل ہوا تو وہاں سپاہیوں کو مقیم پایا۔ اور جبکہ دوسرے
دروازے میں داخل ہوا تو وہاں غلاموں کو متعین پایا اور تیسرے دروازے میں داخل ہو کر اور
پیچھے پھر کر دیکھا۔ تو اپنے ساتھ سے کسی غلام یا خادم کو نہیں پایا۔ اور یہ دیکھا کہ میں دربار
میں تنہا ہوں۔ اس نے اپنے اس طرح آنے پر افسوس کیا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا اب پچھتانے
سے کیا ہوتا تھا۔ پھر مسرور جعفر کو اسی رومی خیمے میں لے گیا اور کہا کہ یہاں بیٹھ جائیے اور جب
جعفر نے وہاں کسی اور شخص کو نہیں دیکھا تو وہ سمجھا کہ اب میری خیر نہیں ہے اور مسرور سے
مخاطب ہو کر کہا کہ برادر من! یہ کیا بات ہے؟

مسرور نے جواب دیا کہ تم اس معاملہ کو خود خوب جانتے ہو۔ اب تمھارا وقت اخیر آپہنچا۔
امیرالمومنین نے مجھکو یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھارا سر کاٹ کر اُنکے حضور میں فوراً پیش کروں
جعفر یہ سن کر رونے لگا اور مسرور کے ہاتھ اور پیر چوم کر اس سے کہا کہ اے برادر! اے
مسرور! تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ شاہی غلاموں میں اور خاندان شاہی میں
مجھے تمھاری خاطر سب سے زیادہ منظور تھی اور تم مجھ سے جو کہا کرتے تھے میں ہمیشہ تمھارے
سب کام چاہے دن ہو یا رات ہو کرا دیا کرتا تھا تم جانتے ہو کہ میرا کیا رتبہ ہے اور امیرالمومنین

پر میرا کسقدر اقتدار ہے اور امیر المومنین اپنے راز کی تمام باتیں مجھ سے فرمادیا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امیر المومنین سے میری چغلی کھائی ہے۔ اگر تم مجھکو یہاں سے صرف چلے جانے کی اجازت دیدو تو میں تم کو دو لاکھ دینار (ایک لاکھ پونڈ) ابھی لاکے دیدوں گا۔ مسرور نے کہا کہ نہیں میں اجازت نہیں دے سکتا۔ تب جعفر نے کہا کہ اچھا مجھے خلیفہ کے سامنے ہی لے چل۔ شاید مجھے دیکھکر اُس کو رحم آجائے اور معاف کردے۔ مسرور نے کہا کہ نہیں میں یہ بھی نہیں کرسکتا میں خلیفہ کے پاس جانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ میں خوب واقف ہوں کہ اب تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ جعفر نے دوبارہ کہا کہ اچھا تم اتنا ہی کرو کہ خلیفہ کے پاس جاکر اتنا کہہ دو کہ جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل ہوگئی۔ پھر دیکھو خلیفہ کیا چاہتا ہے۔ اور پھر آکر جو تمہارا جی چاہے وہ کرنا۔ اگر تم میرا یہ کہنا مانو گے اور میری جان بچ جاویگی تو میں خدا اور فرشتوں کو گواہ کرتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے اُس میں سے آدھے کا تم کو مالک کردوں گا اور تم کو فوج کا سپہ سالار (کمانڈر۔ ان چیف) مقرر کرادوں گا۔ جعفر روتا ہوا مسرور سے یہ التجا کررہا تھا مسرور کو بھی رحم آگیا۔ اُسنے کہا اچھا میں جاتا ہوں پس اُسنے چالیس حبشی غلاموں کو خیمہ کے گرداگرد پہرہ پر کھڑا کرکے اور اپنی پیٹی اور تلوار لگاکے خلیفہ کے حضور میں گیا۔ خلیفہ بیٹھا ہوا تھا اور غصہ کی وجہ سے اُس کے چہرہ پر پسینا آرہا تھا۔ ایک لکڑی اُسکے ہاتھ میں تھی اُسکی نوک آہستہ آہستہ زمین پر مار رہا تھا۔ مسرور کو دیکھکر خلیفہ نے کہا کہ خدا کرے تیری ماں تیرا ماتم کرے۔ تونے جعفر کے معاملہ میں کیا کیا؟ مسرور نے کہا کہ جو کچھ آپنے فرمایا تھا اُسکی تعمیل کرآیا ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ جعفر کا سر کہاں ہے۔ مسرور نے عرض کیا کہ خیمے میں ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سر فوراً یہاں لے آ۔ مسرور خیمے میں واپس گیا۔ جعفر کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اُس وقت کوع میں تھا۔ مسرور نے جعفر کو نماز بھی ختم کرنے نہیں دی اور تلوار نکال کر اُسکا سر کاٹ ڈالا۔ اور پھر ڈاڑھی سے پکڑکر سر کو خلیفہ کے روبرو لیجاکر زمین پر ڈالدیا۔ تمام رستہ میں خون سر میں سے بہتا گیا۔ اور ابتک خون

بھر آتا تھا۔ خلیفہ نے سرد نکھا ایک بڑا سانس بھرا اور زار و قطار رویا۔ اور بولتا جاتا تھا۔
ایک ایک لفظ پر اپنی لکڑی سے زمین کھودتا جاتا تھا اور بعض وقت لکڑی کو اپنے دانتوں سے
کاٹتا تھا۔ پھر سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے جعفر! کیا تجھے میں نے اپنے برابر نہیں کر لیا تھا۔
اے جعفر تو نے میرا حق نمک بھلا دیا۔ تو نے میرے حقوق کو اور اپنے معاہدہ کو فراموش
کر دیا۔ تو نے میری عنایات اور مہربانیوں کو بھلا دیا اور تو نے ان سب باتوں کے نتیجہ پر خیال
نہیں کیا اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ زمانہ ایک دم میں بدلجاتا ہے اور انسان کی حالت دگرگوں
ہو جاتی ہے۔ اور قسمت ذرا سی دیر میں پلٹ جاتی ہے۔ اے جعفر تو نے مجھکو دھوکہ دیا اور
تمام آدمیوں کے سامنے مجھے کلمات ناسزا کہے۔ اے جعفر! تو نے اپنے تئیں اور مجھکو بھی
دونوں کو برباد کر دیا۔[1]

عباسہ اور جعفر کی اولاد کا قتل

اس کے بعد جعفر و عباسہ کے دونوں لڑکوں کو لانے کے یارون الرشید نے کسی شخص
کو مدینہ منورہ روانہ کیا اور اُس نے اُن دونوں کو لا کر خلیفہ کے حضور میں محل میں حاضر کیا۔ خلیفہ
نے اُن کو دیکھ کر اُنکی بہت تعریف کی۔ یہ لڑکے بہت ہی حسین تھے۔ پھر ہارون نے اُن سے
کچھ گفتگو کی۔ گفتگو میں اُسکو معلوم ہوا کہ ان لڑکوں میں اہالیان مدینہ کی سی طلاقت لسان
اور بنی ہاشم کی سی فصاحت اور بلاغت موجود ہے۔ پھر خلیفہ نے بڑے لڑکے سے مخاطب ہو کر
پوچھا کہ نورِ چشم من تمہارا کیا نام ہے؟ اُسنے جواب دیا کہ میرا نام الحسن ہے۔ پھر دوسرے سے
پوچھا کہ برخوردار من تمہارا کیا نام ہے؟ اُسنے کہا کہ مجھے الحسین کہتے ہیں۔ خلیفہ اُن دونوں کو
دیر تک دیکھتا رہا اور پھر رونے لگا اور اُسنے کہا کہ لڑکو! تمہاری خوبصورتی اور بے گناہی
کی وجہ سے میرے دل پر اثر ہوتا ہے۔ خدا اُس پر رحم نہ کرے جو تم سے بُرائی کرے اُن بچارو
کو کیا معلوم کہ خلیفہ کا ہماری بابت کیا ارادہ ہے۔ اتنے میں خلیفہ نے مسرور سے پوچھا کہ وہ کنجی
کیا ہوئی جو میں نے تجھکو احتیاط سے رکھنے کے لیے کہا تھا؟ مسرور نے کہا کہ امیرالمؤمنین! وہ
رہی۔ میرے پاس موجود ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ لا مجھے دے۔ پھر خلیفہ نے چند غلاموں اور

[1] یہ تخیلہ افسانہ ہے۔ اس میں اصلیت بالکل نہیں ہے ۱۲ مصباح

خادموں کو بُلوایا اور حکم دیا کہ جعفر کے مکان میں ایک گڑھا کھود دو۔ بعد اسکے خلیفہ نے مسرور کو حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو مار ڈال۔ اور انکی ماں کے ساتھ انکو بھی اُسی گڑھے میں دفن کردے۔ یہ کہکر خلیفہ رو پڑا۔ مسرور کہتا ہے کہ خلیفہ کو روتا دیکھکر مجھے خیال ہوا کہ شاید رحم کرکے لڑکوں کو چھوڑ دیگا۔ مگر خلیفہ نے اُنکو مروا ہی ڈالا اور اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھکر تمام حاضرین کو حکم دیا کہ خبردار۔ آج سے کوئی برامکہ کا نام تک نہ لیوے۔ جعفر کے قتل کے بعد فضل کو بھی اُسی رات بُلاکر اپنے محل میں قید کردیا۔ یحییٰ کو اُسی کے گھر میں نظربند کردیا۔ برامکہ کی تمام جائداد ضبط کرلی اور خاندان برامکہ کے ایکہزار[۵] سے زائد آدمیونکو قتل کرادیا۔

العمرانی۔ ایک مورخ۔ خاندان برامکہ کے یکلخت زوال و استیصال کی بابت ایک عجیب حکایت بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ مَیں ایک مرتبہ دفتر خزانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور میری نظر ایک بہی کے ایک اندراج پر پڑگئی جس میں تحریر تھا کہ "جعفر بن یحییٰ کی خلعت اور پوشاک کے لیے چار لاکھ دینار طلائی (دو لاکھ پونڈ) دیئے گئے"۔ چند دنوں کے بعد مَیں جب پھر خزانہ میں گیا تو اُسی بہی پر یہ تحریر تھا کہ "جعفر بن یحییٰ کی نعش کے جلانے کے لیے روغنِ نفط اور چٹائی کے لیے دس قیراط دیئے گئے"۔ اور قیراط ۱/۲۴ حصہ دینار کے مساوی ہوتا ہے۔

العمرانی مورخ

مذکورۂ بالا واقعہ ۱۸۳ھ میں ہارون الرشید کے مکہ شریف سے واپس لوٹتے ہوئے وقوع پذیر ہوا۔ اور غالبًا یہ بات خیال کیجاتی ہے کہ حج کے لیے جانے سے پہلے ہی خلیفہ کو برامکہ پر شبہات ہوگئے تھے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ان مقدس شہروں (مکہ شریف اور مدینہ منورہ) کی زیارت کے لیے خلیفہ اس لیے آیا تھا تاکہ وہ عباسہ کے لڑکوں کو خود جاکے دیکھے اور لڑکوں کو دیکھ کے پہچانے کہ جیسی کہ افواہ مشہور ہے آیا یہ صحیح ہے؟ اور عباسہ یا جعفر کسی کی شکل سے اُنکی شکل ملتی ہے یا نہیں۔ اور صحیح اور ٹھیک یہی بات ہے کہ

[۵] جن عربی کتابوں سے سٹرپامر نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ اُن میں تو صرف یہ تحریر ہے کہ ہارون نے صرف اکیلے جعفر ہی کو قتل کرایا۔ مسٹر پامر نے ایکہزار آدمی بے تامل قتل ان خدا جانے کہاں سے لکھدیے ۱۲ مترجم

جعفر کے قتل کا حکم حجاز سے لوٹتے ہوئے خلیفہ نے مقام انبار میں دیا تھا۔

خلیفہ یحییٰ برامکہ سے ناراضگی کے دیگر اسباب

جعفر نے عبدالملک بن صالح کے ساتھ جو فیاضی کی تھی (جیسا کہ ہم اول تحریر کر چکے ہیں) کہ اُسنے اُنکو خزانہ شاہی سے ایک رقم کثیر دلادی تھی اور اُسکے بیٹے کے ساتھ خلیفہ کی دختر کی شادی کرنے پر خلیفہ کو راضی کر لیا تھا۔ اگرچہ اس وقت تو یہ امور بادی النظر میں بے حقیقت معلوم ہوتے تھے۔ مگر ایسے ہی اُمور سے ہارون الرشید کے دل میں حسد پیدا ہوتا گیا۔ اور نیز یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید جعفر سے اس لیئے بھی ناراض تھا کہ اُس کا رجحان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور اولاد کی جانب زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہارون الرشید کے دل میں جب جعفر کیجانب سے ایک دفعہ رنج پڑگیا تو وہ رنج بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس کے بعد جو شخص جعفر کی شکایت کرتا تھا ہارون الرشید اُس کی بات بہت ہی مستعدی اور دل سے سُنتا تھا۔

مفصلہ ذیل بیان سے جو کہ ایک عرب مورخ نے لکھا ہے۔ یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جعفر کو پولیٹکل[1] وجوہات سے نہیں بلکہ ایک مفروضہ بدسلوکی کا بدلہ لینے کی خاطر۔ یا اپنے خاندان کے دامن پر سے دھبہ مٹانے کے لیے ہارون الرشید نے قتل کرادیا تھا۔

ہارون الرشید کی ایک بہن نے اُس سے دریافت کیا کہ آپنے خاندان برامکہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ برتاؤ کس لیے کیا ہے؟ تو خلیفہ نے جواب دیا کہ اگر میرے پیرہن کو بھی اس کا سبب معلوم ہوجائے۔ تو میں اُسکے بھی ٹکڑے ٹکڑے کرڈالوں۔

خلیفہ کے بچپن کے دانت اور بال

یحییٰ کی بیوی جو ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی جب اُسنے یہ سُنا کہ یحییٰ قید ہوگیا۔ تو ہارون الرشید سے ملنے گئی۔ اور بڑی دقتوں سے خلیفہ کے حضور میں پونہچی اور خلیفہ کو اُسکے بچپن کے دانت اور بالوں کی لٹ جو نہایت احتیاط سے ابتک رکھی تھیں دکھائیں۔ اور خلیفہ سے التجا کی کہ مجھکو تجھ سے اسقدر محبت ہے کہ تیرے بچپن کی یہ چیزیں باحتیاط رکھ چھوڑی

[1] ناظرین! عباسہ کا قتل ہونا اور اُس کا جعفر کے ساتھ شادی کا افسانہ بالکل لغو اور نادرست ہے۔ اس قصہ کو الف لیلیٰ کے دیگر فرضی قصوں سے زیادہ وقعت نہیں ہے۔ عرب مورخین نے اسکو روایت اور درایت دونوں طرح سے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ یہ واقعہ اور اُسکے متعلقات از سرتاپا بالکل سب غلط ہیں۔ درحقیقت جعفر کا قتل پولیٹکل وجوہات سے تھا اور وہ سب وجوہات اسی کتاب میں درج ہیں۔ ۱۲ از مصباح مترجم

ہیں۔ اب تو ان کا یہی عوض کر کہ یحییٰ کو قید سے چھوڑ دے۔ خلیفہ نے ان بالوں اور دانتوں کو اس سے مول لینا چاہا لیکن یحییٰ کو چھوڑ دینے کا اقرار نہیں کیا۔ اس بات پر اس عورت نے غصہ میں آکر ان چیزوں کو اپنے پاؤں میں ڈالکر مل ڈالا۔ اور کہا کیا یہ میں تجھے بطور ہدیہ کے پیش کروں اور جب اس کا مطلب حاصل نہ ہوا تو وہ چلی آئی۔

یحییٰ اور فضل کا قید ہونا

جعفر کا باپ یحییٰ اور اس کا بھائی فضل بھی قید ہو گئے تھے (جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں) لیکن قید میں اُن پر بہت سختی نہیں تھی۔ اُن کو ذاتی ملازم اور عورتیں رکھنے کی قید خانہ میں بھی اجازت تھی۔ وہ بہت دنوں تک قید خانہ میں اسی آرام سے رہے۔ مگر جب عبدالملک ابن صالح قید ہو گئے۔ جن کا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔ تب خلیفہ نے اُن سب پر قید خانہ میں بڑی سختی کی۔

یحییٰ کو قتل جعفر کی اطلاع ہونا

جب کسی نے یحییٰ کو قتل جعفر سے خبر دی کہ ہارون الرشید نے جعفر کو مار ڈالا۔ یہ سُنکر یحییٰ نے کہا کہ اسی طرح خدا بھی اُسکے بیٹے کو مار ڈالے گا۔ اُس شخص نے کہا کہ اُسنے تمہارے مکانات بھی ویران کر دیے ہیں۔ یحییٰ نے کہا کہ خدا اسی طرح اُس کا گھر بھی ویران کرے گا۔ ہارون الرشید کو جبکہ اس گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرایا اور پریشان ہوا اور کہا کہ میں نے یحییٰ کے مُنہ سے آجتک ایسی کوئی بات کبھی نہیں سُنی کہ جو سچ نہ ہوئی ہو۔

یحییٰ برمکی کی دعا کعبہ شریف میں

یحییٰ کے خاندان کے لوگوں کو اسقدر بڑے بڑے عہدے [illegible] اور جس عیش و عشرت میں اُن سب نے اسقدر عرصۂ مدید تک بسر کی اس سے یحییٰ اکثر خوف کھایا کرتا تھا چونکہ وہ اپنے آقا کی تلون المزاجی سے واقف تھا۔ اور یحییٰ ڈرا کرتا تھا کہ خلیفہ کہیں برہم ہو کر سب کو موقوف نہ کر دے۔ مورخین کا بیان ہے کہ لوگوں نے ایک روز یحییٰ کو مکہ شریف میں کعبہ کا طواف کرتے ہوے (اور یہ طواف بھی مناسک حج میں سے ہے) یہ دُعا خدا سے مانگتے ہوئے سُنا کہ اے خدا! اگر تیری مرضی اسی میں ہو کہ تو نے جو کچھ مجھکو دنیاوی جاہ و حشم دیا ہے اُس سے تو مجھکو محروم کر دے۔ اور مجھسے میری دولت اور بیوی اور سب بچے لیلے۔ تو یا اللہ میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ تو ان سب سے مجھکو محروم کر دے۔ مگر یا اللہ تو میرے بیٹے فضل کو زندہ اور

سلامت کھا۔ پھر یحییٰ کعبہ سے چلا آیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کعبہ میں آیا اور یہ دعا مانگی کہ اے میرے مالک میرے۔ مجھسے بڑی خطا ہوئی۔ اور میں بڑا نالایق ہوں جو تجھسے بھی دعا میں استثنا چاہتا ہوں۔ اے خدا تو مالک ہے تو چاہے فضل کو بھی لیلے" مسلمان مورخین اِس دعا کو مقبول مثل کلام پیغمبران سمجھتے ہیں۔ چونکہ اسکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہارون الرشید نے خاندانِ برامکہ کو نیست و نابود کر ڈالا۔

ایک اور موقع پر لوگوں نے یحییٰ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا کہ "اے خدا تو میرے گناہوں کی سزا مجھکو اسی دنیا میں دے لینا۔ اور عقبیٰ میں مجھکو سزا نہ دینا" اور یحییٰ کے خاندان کا برباد ہونا گویا اُسی کی دعا کے قبول ہونے کا اثر ہے۔

فضل برمکی کے تازیانے مارنا

ایک دفعہ ہارون الرشید نے مسرور کو فضل کے پاس قیدخانہ میں بھیجا اور حکم دیا کہ جسطرح ہوسکے فضل سے اُسکی دولت کا صحیح صحیح پتہ لگا۔ تاکہ اگر فضل نے کچھ دولت چھپادی ہو تو وہ بتلادے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اُس کے دوسو دُرّے یا تازیانہ مار لگانا مسرور نے فضل سے جاکر یہ پیغام کہا اور اُسکو صلاحاً یہی ترغیب دی کہ اپنی سلامتی اور صحتِ جسمانی پر لحاظ کرکے اپنی دولت کو اُس پر ترجیح نہ دے۔ فضل نے جواب دیا کہ اے مسرور! واللہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور امیر المومنین بھی اِس بات سے واقف ہیں کہ ایک تازیانہ لگنے کی بنسبت میں مرجانے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ اور اے مسرور اِس بات کو تو تم لوگ سب جانتے ہو کہ ہمنے ہمیشہ دولت کو صرف کرکے اپنی عزت قایم رکھی ہے۔ تو اب یہ کیونکر ممکن ہوسکتا تھا کہ ہم دولت کو چھپاکر اپنے جسموں کو تکلیف پانے دیتے ہ اور اگر تم نہیں مانتے تو خلیفہ نے جو کچھ حکم دیا ہے اُسکی تعمیل کرو۔ یہ سُنکر مسرور نے رومال میں سے ایک کوڑا نکالکر اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ فضل کے دوسو کوڑے مارو۔ غلاموں نے اسقدر بیرحمی سے فضل کو کوڑے لگائے کہ وہ اِس سزا کے ختم ہونے پر بالکل مردہ کے مانند ہوگیا۔ خوش قسمتی سے قیدخانہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا کہ جو عملِ جراحی جانتا تھا۔ اُس کو فوراً فضل کے علاج کے لیے بُلایا گیا۔

جرّاح نے فضل کی کمر دیکھ کر کہا کہ انکے تو صرف پچاس کوڑے لگے ہیں اور انکو یہ زیادہ کی تعداد جو یاد رہی یہ انکی غلطی ہے - جرّاح نے یہ بات صرف فضل کے اطمینان اور تسلّی کے لیے کہی تھی - چونکہ بعد علاج کے اُسنے کہا تھا کہ انکو دوسو کوڑوں کا اسقدر صدمہ ہوا تھا کہ ہزار کا بھی اور اُتنا ہی ہوتا - جرّاح نے فضل کو کمر کے بل ایک چٹائی پر لٹایا - اور سینے پر کھڑے ہوکر اُس کو خوب پیروں سے ملا - پھر اُس کو زمین پر کھینچنا شروع کیا - کوڑوں کے لگنے سے جسقدر فضل کی کھال پھٹ گئی تھی وہ سب اُتر کے کھینچنے کی وجہ سے گوشت نکل آیا جلاج کے اس واہیات طریق سے درحقیقت فضل کی جان بچ گئی - کیونکہ اس طرح گھسیٹنے سے خون کا دورہ پھر شروع ہوگیا اور زخم ایسے ہوگئے جن کے عرصۂ قلیل میں مندمل ہوجانے کی اُمید ہوگئی غسل صحت کے بعد فضل نے اپنے ایک دوست سے ہزار درہم قرض لیے اور اپنے کامیاب جرّاح کو پیش کیے - لیکن جرّاح نے اُنکے لینے سے انکار کردیا - فضل نے یہ خیال کرکے کہ شاید یہ حقیر رقم تھی اور اسی واسطے جرّاح نے قبول نہیں کی - اپنے دوست سے ایکہزار درہم اور قرض لیے اور یہ دوہزار درہم جرّاح کو نذر کیے - لیکن جرّاح نے اُنکے لینے سے بھی انکار کردیا اور کہا کہ مَیں نے ایسے سخی کا علاج کیا ہے کہ جو دنیا میں سب سخیوں سے زیادہ سخی اور فیاض ہے - میں اُسکے علاج کرنے کے لیے کوئی اُجرت - چاہے وہ کسیقدر رقم کثیر کیوں نہ ہو - ہرگز ہرگز نہ لونگا - چونکہ یہ ڈاکٹر درحقیقت ایک غریب آدمی تھا - اُس کی اس سخاوت نے فضل کو بہت ہی تعجب میں ڈالا - اور فضل نے اقرار کیا کہ اس جرّاح کی یہ فیاضی میری بڑی سے بڑی سخاوت سے بھی بہت ہی زیادہ ہے -

یحییٰ برمکی کی موت

یحییٰ نے ستر برس کی عمر میں ماہ نومبر ۸۰۵ء میں یکایک جیلخانہ میں قضا کی - یحییٰ کے مرنے کے بعد اُس کے بستر پر سے ایک کاغذ کا پرچہ ملا جس میں مفصلۂ ذیل الفاظ تحریر تھے مستغیث عدالت کے روبرو جاتا ہے اور مستغاث علیہ بھی اُسکے پیچھے بہت جلد آنیوالا ہے - اس عدالت کا مجسٹریٹ ایسا شخص منصف دخدائے تعالیٰ ہے - جو کبھی غلطی نہیں کرتا ہے اور نہ

اس کو گواہ اور شاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے یا یہ پرچہ ہارون الرشید کے حضور میں پیش کیا
اور اس پرچے نے ہارون الرشید پر وہی اثر کیا جو اُسکے لکھنے والے کا منشا تھا یعنے خلیفہ کو بہت
ہی رنج اور خوف ہوا۔

فضل برمکی کی موت

یحییٰ کے انتقال کے تین برس کے بعد فضل بھی قید خانہ میں زبان میں پھوڑے (ثقل اللسان)
کے نکل آنے سے مرگیا۔ یہ بات تو یاد ہی ہوگی کہ فضل خلیفہ ہارون الرشید کا رضاعی بھائی
تھا جس وقت ہارون الرشید نے فضل کی موت کا حال سُنا تو کہا کہ اب میری بھی موت قریب
ہے اور خلیفہ کے تھوڑے عرصے کے بعد فوت ہونے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ
ہارون الرشید سچ کہا کرتا تھا۔

عبدالرحمن عباسی کا چشم دید بیان

عبدالرحمن عباسی جو شاہی خاندان میں سے تھے اور خلیفہ کے رشتہ دار تھے ایک
بڑے عالم باوقار تھے۔ کہ فرمایا کرتے تھے وہ اس شریف لیکن بدقسمت خاندان برامکہ
کی گردش کا ایک عجیب رقت انگیز واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن عید الضحیٰ
کے دن میں سلام کے لیے اپنی والدہ کے پاس گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ اور معمر عورت
کے ساتھ وہ باتیں کر رہی ہیں لیکن اُس بزرگ عورت کی پوشاک بہت ہی ادنے درجے کے
کپڑے کی تھی۔ میری ماں نے مجھسے پوچھا کہ تو جانتا ہے یہ کون عورت ہیں؟
جو میری ملاقات کو آئی ہیں۔ اور میرے یہ کہنے پر کہ میں نہیں جانتا میری ماں نے مجھسے کہا
کہ یہ جعفر برمکی کی ماں ہیں۔ میں نے پھر اُنکو سلام کیا اور نہایت ہی ادب سے اُنسے گفتگو کی
اور میں نے اُنسے کہا کہ اے محترمہ اپنی ایسی سب سے زیادہ عجیب چیز کا ذکر کریئے جو کبھی آپ کی
نظر سے گزری ہو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اے برخوردار! ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب اس طرح
عید الضحےٰ کا دن آتا تھا تو میری خدمت میں چار سو لونڈیاں ہوا کرتی تھیں اور پھر بھی
میں یہی خیال کرتی تھی کہ جیسی کہ چاہیئے ویسی خدمت میرا بیٹا جعفر نہیں کرتا لیکن اب
یہ دور آیا ہے اور اب مجھکو دو بھیڑوں کی کھالوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ ایک کو میں اپنا بستر

بناؤں اور ایک کو چادر بناؤں۔ میں نے یہ سن کر اُن کو پانسو درہم نذر کیے۔ وہ نہایت خوش ہوئیں پھر وہ اکثر ہمارے مکان پر آیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ موت نے ہمکو اُنسے جدا کیا۔

ابراہیم کا قتل

برامکہ کے زوال اور استیصال کے بعد بہت سے آدمی اُنکی بدقسمتی پر دلی افسوس کیا کرتے تھے لیکن چونکہ برامکہ خلیفہ موجودۂ وقت کی ناراضگی کیوجہ سے مارے گئے تھے اِس لیے اُن پر ماتم کرنے یا اُنکے لیے رونے میں اکثر سلامتی اور حفاظت متصور نہ تھی۔ ایک شخص جس کا نام ابراہیم تھا وہ جعفر کا دوست تھا اور جعفر اُس پر بہت ہی مہربانی کیا کرتا تھا۔

جعفر کے قتل کا اُسکو ایسا رنج تھا کہ وہ جب شراب پیا کرتا تو جعفر کو یاد کرکے بہت رویا کرتا۔ اور کہا کرتا تھا کہ خدا کی قسم! جعفر کے قاتل سے مَیں اُس کا قصاص ضرور لونگا۔ ابراہیم کی یہ باتیں خود ابراہیم کے بیٹے اور غلام نے ہارون الرشید سے کہدیں خلیفہ نے ابراہیم کو بُلایا۔ اُس سے اپنی دوستی کا اظہار کیا اور اُس کو خوب شراب پلائی جبکہ اُسکو نشہ بہت ہوگیا تب خلیفہ نے جعفر کو یاد کرکے رونا شروع کیا اور کہا کہ "اب جعفر کا سا دوست کہاں ملسکتا ہے ہائے میں نے جعفر کو کیوں قتل کیا۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میری سلطنت ہی چلی جاتی۔ اور جسدن سے جعفر قتل ہوا ہے اُس دن سے ابتک مجھکو نیند نہیں آئی ہے"۔ یہ سُن کر ابراہیم خوب رویا۔ اور کہا کہ اے امیرالمؤمنین! آپنے درحقیقت یہ کام اچھا نہیں کیا جعفر کا سا آدمی ہونا اب مشکل ہے جب اس طرح ہارون الرشید نے فریب سے ابراہیم سے اُسکا راز معلوم کرلیا تو پھر وہاں سے ابراہیم پر لعنت کرتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ اُسکے کھڑے ہونے کے چند لمحہ کے بعد یہ بیوقوف ہمدرد خاندانِ برامکہ بھی قتل کر دیا گیا۔

باب چہارم

ہارون الرشید کی خلافت کا آخری زمانہ اور اُسکی وفات

شہر رقہ کا دارالخلافہ مقرر ہونا

خاندان برامکہ کے زوال و استیصال کے بعد اور اُنکے تمام آوردوں اور ماتحتوں کی بربادی سے باشندگان بغداد پر ایسا خراب اثر ہوا کہ ہارون الرشید نے بغداد کو چھوڑکر شہر رقہ کو اپنا دارالخلافہ مقرر کر لیا۔ اِس سے پہلے بھی ہارون الرشید نے بغداد سے اپنی نفرت ظاہر کی تھی اور کوفہ کو اپنی جائے سکونت مقرر کرنا چاہا تھا۔ لیکن کوفیوں کی اولادِ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طرفداری کی وجہ سے اُس نے کوفہ کو پسند نہیں کیا تھا۔ ہارون الرشید نے دارالخلافہ کی تبدیلی کے وجوہات "۔ اور جو غالباً صحیح معلوم ہوتے ہیں" یہ بتلائے تھے کہ چونکہ ملک الجزیرہ میں ہمیشہ بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور شمالی صوبجات میں بنی اُمیہ کی طرفداری میں ابتک بہت جوش باقی تھا۔ اس لیے یہی بات مناسب تھی کہ ہارون الرشید کم سے کم وہاں دالجزیرہ جاکر اپنی موجودگی سے وہاں کی غیر مطیع رعایا کے دلوں میں اپنی ہیبت اور خوف دل نشین کر دے

ایران کی بدانتظامی

صوبۂ خراسان جو ایرانی قومی فرقوں کا ہیڈکوارٹر تھا اور یہ ملک مذہب شیعہ کے نشو و نما کے لیے بہت مناسب جگہ ثابت ہوئی تھی۔ یہ صوبہ تمام سلطنت کے صوبجات میں ایک ہی پُرفتنہ و فساد اور بغاوتی صوبہ تھا۔ ہم قبل ازیں اسی کتاب میں یہ پڑھ چکے ہیں کہ خاندان اُمیہ کی خلافت کے زمانے میں ابومسلم کی ماتحتی میں یہیں سے شور و فساد شروع ہوا تھا اور بالآخر اسی بغاوت کے باعث بنی اُمیہ سے سلطنت اور تاج و تخت جاتا رہا تھا اور بظاہر اب معلوم

ہوتا تھا کہ خاندانِ عباسیہ کو بھی یہ صوبہ اسی طرح مضر ثابت ہوگا۔

حمزہ بن اترک کی بغاوت

سنہ ۱۹۶ء میں وہاں ایک بغاوت پھوٹی جس کا بانی اور سرغنہ ایک شخص مسمی حمزہ بن اترک تھا۔ اس شخص نے صوبہ کوہستان میں لوٹ مار مچادی اور وہاں کے باشندوں کو قتل کرکے آخر کار شہر بشنج میں داُسکو فتح کرکے اور قابض ہوکر، قیام کیا۔ گورنر ہرات اُس کے مقابلہ کے لیے چھ سو فوج لیکر گیا۔ لیکن اول ہی معرکہ میں شکست کھائی اور مارا گیا۔

عیسے بن علی کی فتح

یہ سُن کر علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اپنے بیٹے الحسین کو دس ہزار لشکر کا افسر مقرر کرکے باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ لیکن الحسین نے حمزہ پر حملہ کرنا نہیں چاہا۔ اس لیے الحسین موقوف کردیا گیا اور بجائے اسکے اُس کا بھائی عیسے جنرل فوج مقرر کیا گیا۔ اول اول تو عیسے ناکامیاب رہا لیکن بعد ازاں اُسنے باغی فوجوں کو شکست دیکر منتشر کردیا اور بہت سے باغیوں کو قتل کیا۔ بعد شکست کے حمزہ صرف چالیس ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ گیا اور کوہستان میں پناہ لی۔ جن جن لوگوں نے اس بغاوت میں شرکت کی تھی عیسے نے اُنسے سخت بدلہ لیا۔ تیس ہزار سے زائد آدمیوں کو قتل کرایا اور جسقدر دیہات کہ باغیوں کے طرفدار ہوگئے تھے اُن سب کو جلادیا۔

طاہر ابن حسین

حمزہ نے خود مختار بننے کی پھر دوبارہ کوشش کی لیکن شکست پائی اور اس دفعہ اُسکے چہرہ پر ایک زخم لگا اور وہ بھاگ کر شہر السفزار میں انگوروں کے باغوں میں چھپ گیا۔ اور وہاں سے پھر نکلکر اُس نے قرب وجوار کے دیہات کو ویران کرڈالا اور تمام باشندگان دیہات کو تہ تیغ بیدریغ کیا۔ حمزہ کے ظلموں کے منجملہ ایک یہ بھی ظلم تھا کہ اُسنے اور اس کے ہمراہیوں نے ایک مدرسہ پر حملہ کرکے اُستاد اور تیس طالب علموں کو بھی مار ڈالا۔ طاہر ابن حسین (یہ بعد ازیں اُس خانہ جنگی کا کہ جو بعد وفات ہارون رشید کے واقع ہوئی مشہور سرغنہ ہے) جو اُس وقت بشنج کا لفٹننٹ گورنر تھا حمزہ کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا اور اس نے باغیوں کا خوب قلع اور قمع کیا طاہر کا سزا دینے کا طریقہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ وہ دو درختوں کو باہم جھکوا کر اور اُن میں باغی

کو بند ھوا کر اُن درختوں کو کھلوا دیتا تھا اور جب وہ اپنی اصلی جگہ پر جانے لگتے تو اُنکی کشش اور زور سے بدقسمت مجرم کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے۔

حمزہ فرار ہو گیا اور بعد ازاں اُس نے خلیفہ کی اطاعت اختیار کر لی۔

علی بن عیسیٰ گورنر خراسان

علی بن عیسےٰ نے اب جبر و ظلم سے باشندگاں خراسان سے زر نقد اور روپیہ لیکر جمع کرنا شروع کر دیا اور بڑا دولتمند ہو گیا۔ اُس کا ظلم اور ناانصافی اسقدر زیادت سے اور اخذ و جبر ناجائز اتنا انتہا تھا کہ خراسان کے باشندوں نے اسکی شکایتہائے عظیم کی مہتما عرضیاں۔ اور استغاثے ہارون رشید کی خدمت میں پیش کیے۔ خلیفہ نے اِن معاملات کی تحقیقات بذات خود کرنا چاہی اور علی ابن عیسےٰ کو حکم بھیجا کہ شہر رے میں حاضر ہووے جہاں خلیفہ مع اپنے دونوں بیٹوں کے موجود تھا۔ لیکن یہ عامل خراساں خلیفہ کے حضور میں بے شمار تحائف گرانبہا لیکر حاضر ہوا۔ ہارون رشید نے بھی اُسکو خلعت گراں بہا عطا فرمایا اور اپنا اعتماد اُس پر ظاہر کر کے اسکو پھر دوبارہ خراساں کی گورنری پر مقرر کر کے بھیجدیا۔ باشندگان خراساں کی عرضیوں اور وجود پر خلیفہ نے جو یہ لاپروائی ظاہر کی اُس سے ان لوگوں کا جوش حد جنوں تک پہنچ گیا۔ اہالیان خراسان اپنے آقا اور حکام ان عربوں کو اول ہی ناپسند کرتے تھے اب ایسی نفرت ہو گئی کہ جو چھپ نہیں سکتی تھی۔

رفیع بن لیث کی بغاوت۔

خاندان برامکہ کے قتل اور استیصال سے اُن میں اور بھی زیادہ جوش اور غصہ ہو گیا تو اس دفعہ ایک اور باغی سرغنہ نے جو وہاں خروج کیا تو اُسنے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا تمام باشندگان خراساں کو مشتاق پایا۔ یہ باغی سرغنہ رفیع بن لیث تھا اور یہ نصر ابن سیار کا پوتا تھا اور نصر ابو مسلم کی بغاوت میں مارا گیا تھا۔

جس واقعہ کی وجہ سے کہ رفیع نے بغاوت پر کمر باندھی وہ مثل ایک قصہ کے ہے اور اُس سے اس وقت کے مسلمانوں کے طرز معاشرت کا احوال معلوم ہوتا ہے۔

رفیع بہت حسین اور بڑا شجاع شہسوار تھا خلیفہ کے ایک آزاد کردہ بردہ کی زوجہ پر وہ عاشق

ہو گیا اُس عورت کو اُسکے خاوند نے چھوڑ رکھا تھا اور وہ بغداد میں ایک گھر علیحدہ آباد کی پاس تھا رفیع نے اول تو اُس عورت کے خاوند کو ترغیب دی کہ تو اُسکو طلاق دیدے۔ بعد اس عورت کے ذاتی جائداد بہت تھی۔ لیکن جبکہ اُسکے خاوند نے یہ بات منظور نہ کی تو رفیع نے اُس عورت کو یہ فریب سکھایا کہ تو یہ بہانہ کرے کہ میں نے مذہب اسلام کو ترک کر دیا۔ تبدیلِ مذہب کیوجہ سے اُسکے خاوند نے اُسکو طلاق دیدی اور طلاق سے عورت اپنے خاوند کی بی بی دوبارہ نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح کرے اور وہ دوسرا شخص بھی پھر اُسکو طلاق نہ دیوے ہارون رشید نے جب اس فریب اور مکر کا حال سُنا تو وہ سخت غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ رفیع کے درے لگائے جائیں اور بعد ازاں اسکو قید کر دیا جاوے اور اُس عورت کیواسطے یہ سزا مقرر کی کہ اُس کا مُنہ کالا کیکے اور گدھے پر سوار کرکے سمرقند کے ہر کوچہ و برزن میں اُسکو تشہیر کیا جاوے۔ اِس حکم کے اول حصہ کی تعمیل ہوئی لیکن اشخاص متعلقہ نے عورت کو سزا نہ ملنے کا بندوبست کر لیا۔

اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد رفیع زندان سے پھر فرار ہو گیا اور علی ابن عیسیٰ کے پاس جاکر پناہ لی۔ لیکن جب رفیع کو یہ معلوم ہوا کہ اُسکی بی بی اب بھی اُس سے علیحدہ رکھی گئی ہے تو اُسنے بغاوت برپا کرنے کی کوشش کی۔

علی بن عیسے کی شکست

چونکہ علی ابن عیسیٰ کے برخلاف تمام باشندے اول ہی سے بغاوت کرنے پر تیار بیٹھے ہوے تھے۔ اس لیے رفیع کے علمِ بغاوت برپا کرتے ہی بڑے جوش کے ساتھ لوگ اُس کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔ علی نے اس فتنہ و فساد کے دبانے کے لیے اپنے بیٹے کو فوج دیکر روانہ کیا لیکن اُسکی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ علی مقابلہ کے لیے پھر خود میدانِ جنگ میں گیا لیکن وہ بھی پسپا ہوا۔ علی کے پسپا ہوتے ہی یہ بغاوت تعجب انگیز سرعت کے ساتھ پھیلگئی۔ بلخ کے لوگ بھی باغیوں سے مل گئے۔ اور علی کیجانب سے جو حکام مقرر تھے بلخیوں نے اُن سب کو تہِ تیغ کیا اور علی کا محل لوٹ لیا۔

چاروں جانب سے شکست پر شکست پاکر علی مرو کو بھاگ گیا اور تمام احوال کی ایک عرضی
لکھ کر خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں ارسال کی۔ اس طرف باغیوں نے شروع ہی سے اپنی تابعداری
اور خلیفہ کی اطاعت کا اظہار کر رکھا تھا اور صرف یہ کہتے تھے کہ ہماری شکایت کا مدعا تو صرف
یہ ہے کہ علی خراسان کا گورنر جنرل نہ رہے۔

ہارون رشید نے اس ناچاقی اور بدنظمی کے سبب (علی) کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن ایسے
حالات میں ایسے گورنر جنرل کی معزولی جسکے اختیار میں ہنوز خزانہ۔ زر نقد اور فوج تھی بڑی ہی
احتیاط سے عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

ہرثمہ کا گورنر خراسان مقرر ہونا

ہارون رشید نے اس مشکل کام کی انجام دہی کے لیے ایک شخص ہرثمہ کو منتخب کیا جو کہ
اُسکا ایک نہایت معتمد جنرل فوج تھا۔ ہرثمہ خود بھی ایرانی تھا اور اس لیے یہ جن لوگوں پر حکومت
کرنے کے لیے منتخب کیا گیا اُنکی عادات و اطوار سے خوب واقف تھا۔

اس مشہور افسر (ہرثمہ) کو بلا کر خلیفہ ہارون رشید نے اُس سے یہ فرمایا کہ میں تم کو ایک مہم پر
بھیجتا ہوں مگر یہ راز مناسب وقت تک پوشیدہ رکھنا اور تمہارا قمیص بھی اس راز سے
واقف ہو جائے تو تم اُس کو بھی جلا ڈالنا وہ یہ ہے کہ میں تم کو گورنر خراسان مقرر کرتا ہوں
لیکن اگر علی بن عیسیٰ کو یہ بات معلوم ہو جاویگی تو وہ فوج سے مقابلہ کرکے تم کو روکے گا۔ تم
اپنی فوج میں یہ مشہور کر دو کہ تم علی کی مدد کو جاتے ہو۔ لیکن جب تم مرو میں پہنچ جاؤ تو تم علی
کو گرفتار کر لینا اور جو کچھ مال و اسباب علی نے وہاں کے باشندوں کا بہ جبر واخذ ناواجب
لیا ہے وہ تم اُن سب کو واپس دلا دینا۔ خلیفہ نے پھر اپنا حکم باضابطہ ہرثمہ کو گورنر خراسان
مقرر کرنے کا تحریر کر دیا۔ اور ہرثمہ کو تین پروانے دیئے کہ اپنے ہمراہ لیتا جائے۔ ایک پروانہ
فوج کے نام تھا کہ وہ قیام انتظام میں اپنے نئے گورنر (ہرثمہ) کو مدد دیویں۔ دوسرا پروانہ باشندگان
خراسان کے نام تھا اُس میں اقرار تحریر تھا کہ جو کچھ تمہاری شکایتیں ہیں وہ دور کر دیجاوینگی اور نیز
اُس میں اُنکو یہ نصیحت اور ہدایت لکھی ہوئی تھی کہ وہ ہر حال میں امیر المؤمنین خلیفہ ہارون رشید کے

تھا او مطیع فرمانبردار رہیں کہ اسی میں اُنکی بہتری متصور ہے۔ تیسرا پروانہ علی بن عیسیٰ کے نام تھا
خلیفہ نے یہ پروانہ اظہار خفگی میں اور ناراضگی سے نہایت سخت و سست الفاظ میں تحریر کرایا تھا
اور علی ابن عیسیٰ کو بہت سی لعنت و ملامت لکھ رکھی تھی کہ تو نے ایسے ایسے جبر و ظلم کیے کہ اُنکی وجہ
سے لوگوں اور رعایا کے دلوں میں سے تو نے اپنے بادشاہ کی محبت کو محو کرا دیا۔

ہرثمہ بیس ہزار فوج لیکر مرو کو روانہ ہوا اور چونکہ علی کو یہ خیال تھا کہ وہ میری مدد کے لیے آیا
ہے اس لیے اُس نے شہر پناہ کے دروازے تک آکر ہرثمہ کا بڑے اعزاز سے استقبال کیا
ہرثمہ علی کے ہمراہ محل تک آیا اور جب وہ دونوں کھانا کھا چکے تب ہرثمہ نے علی کو خلیفہ کا
پروانہ دکھایا۔ اِس معزول گورنر نے پروانہ دیکھتے ہی فوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور ہرثمہ
نے اُس کو گرفتار کر کے اُس کے پیروں میں بھاری بیڑیاں ڈالیں اور مرو کی جامع مسجد میں
بیٹھکر وہ ہر روز انصاف کیا کرتا تھا۔ اور جن لوگوں سے کہ علی نے ناواجب طور سے زر نقد
لیلیا تھا اور اب اُنھوں نے ہرثمہ کے حضور میں اُسپر دعا دی کیے تھے اُنکی جوابدہی کے
لیے علی کو اسی حالت میں روزمرہ جوابدہی کے لیے جامع مسجد میں آنا پڑتا تھا۔

علی بن عیسیٰ کی گرفتاری

ہرثمہ نے علی کو ایک بے کاٹھی کے اونٹ پر سوار کرا کر خلیفہ کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے
رقہ کو روانہ کیا اور علی کے تمام رشتہ دار اور دوستوں کو گرفتار کر لیا اور علی کی جائداد جس میں
تین لاکھ پونڈ طلا دساڑھے پانچ کروڑ روپیہ۔ اور اسقدر خزانہ تھا کہ پانسو اونٹوں پر لدسکے
ضبط کر لیے۔ یہ زر نقد درحقیقت خلیفہ کے خزانے میں داخل کیا گیا اور اُن بدقسمت خراسانیوں کو
نہیں ملا جن سے کہ علی نے یہ رقم کثیر لوٹی تھی۔ مرو کے باشندوں کو کہ جن سے علی نے ناواجبی
طور پر روپیہ لوٹ لیا تھا اور جنہوں نے عدالت میں باضابطہ درخواست اُسکے واپس ملنے کے لیے
کی تھی اُس کا معاوضہ دلایا گیا۔

اس اثنا میں رافع کی بغاوت بڑھتی جاتی تھی اور جیحوں کے پار کا تمام علاقہ (ترکستان) اُسکی
بغاوت میں شریک ہو گیا۔ ہرثمہ کی فوج نے جیحون کے عبور کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تلک اور کمک

خود آجاویگی ہم چوں کو مجبور نہیں کرینگے جب یہ خبر خلیفہ کو پہنچی تو ہارون رشید نے بذات خود میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔

ہارون رشید کا بذات خود میدان جنگ میں جانا۔

١٩٢ھ ہجری میں ہارون رشید خراسان جانے کے لیے رقہ سے بغداد کو روانہ ہوا اور اپنے بیٹے القاسم کو رقہ کی حکومت اور حفاظت سپرد کی۔ ماہ شعبان کی ۵ تاریخ کو ہارون رشید بغداد سے نہروان روانہ ہوا اور اپنے دوسرے بیٹے المامون کو دار الخلافہ (سابق) بغداد کا گورنر مقرر فرمایا۔ خلیفہ کی روانگی کے وقت الفضل[1] ابن سہل نے جو ایرانی النسل تھا مامون اپنے آقا سے عرض کیا کہ خدا جانے خلیفہ ہارون رشید کو کیا اتفاق پیش آوے اس سے آپ بھی واقف نہیں ہیں اور خراسان تو آپ ہی کا صوبہ ہے اور آپ کے بھائی الامین نے آپ پر یہ فوقیت پا ہی لی ہے کہ وہ آپ سے پہلے تخت نشین ہووے۔ اور اگر آپ امین سے کچھ بھلائی کی امید کرتے ہیں تو آپ صرف یہی امید رکھیں کہ وہ آپ کو ہر طور سے حقوق تخت نشینی سے محروم کرے گا کیونکہ وہ زبیدہ کا بیٹا ہے اور اسکے تمام رشتہ دار بنی ہاشم ہیں۔ اس لیے یہ بات بہتر ہے کہ آپ سے جس طرح سے ہوسکے خلیفہ کو رضامند کر کے اُسکے ہمراہ ہی رہیئے۔ یہ نصیحت المامون نے قبول کرلی اور تھوڑی ہی وقت کے بعد خلیفہ نے اُنکی یہ درخواست منظور کرلی۔

فضل بن سہل

یہ فضل بن سہل ایرانی النسل تھا اور خاندان برامکہ کا آوردہ تھا اصلاً تو وہ مذہب کا مجوسی تھا لیکن تھوڑے عرصہ قبل ازیں وہ اسلام لے آیا تھا۔ ہارون رشید نے اُس کو المامون کا اتالیق مقرر کردیا تھا اور اس نوجوان شہزادہ (مامون) پر اُس کا پورا پورا قابو ہوگیا تھا۔

[1] فضل بن سہل نسباً و مذہباً مجوسی تھا۔ مامون کے ہاتھ پر سنہ ١٩٠ ہجری میں اسلام لایا تھا۔ جعفر برمکی نے اس کو ہارون رشید کی خدمت میں شہزادہ مامون کی مصاحبت کے لیے پیش کیا تھا۔ اُسکے ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہونے اور رعب کی وجہ سے سلام نکرنیکی حکایت مشہور ہے۔ شاہزادگی کے زمانے میں مامون کا ندیم رہا۔ مامون پر نہایت محیط ہوگیا تھا اور سوائے خود پرستی کے اسمیں سب خوبیاں تھیں۔ مامون کی خلافت میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔ تیس لاکھ درہم ماہوار کی اُسکی تنخواہ تھی اس کے بعد کسی وزیر اعظم کی اتنی بڑی تنخواہ مقرر نہیں ہوئی۔ اس کا لقب ذوالریاستین تھا سنہ ٢٠٢ ہجری میں مامون کے ایما سے ایک حمام میں قتل کیا گیا اِس کے بعد اس کا بھائی حسن بن سہل وزیر اعظم ہوا جسکی بیٹی بوران سے مامون نے شادی کی ۱۲ مصباح مترجم

ہارون رشید کے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی وجہ سے بھی وہی جنگ و جدل دونوں برادروں میں ہونے والا تھا کہ جسنے ابتدا سے زمانہ ہی سے اسلام کو بیمار رکھا تھا۔ مامون کی ماں ایک ایرانی عورت تھی۔ اور امین ہارون رشید کی عزیز بیوی زبیدہ کے بطن سے تھا۔ اور زبیدہ ہارون رشید کے چچا کی بیٹی تھی اس وجہ سے امین خالص عربی نسل سے تھا۔

خلیفہ کو ولیعہد مقرر کرنے میں سخت وقت پڑی

ہارون رشید کو بھی مثل اپنے پیشیتر خلفاؤں کے کسی بیٹے کو اپنا ولیعہد یا جانشین مقرر کرنے میں بڑی وقت ہوئی اور اس مشکل کے رفع کرنے کے لیے ہارون رشید نے جو کچھ کوششیں کیں انکا وہی نتیجہ ہوا کہ جسکو وہ رفع کرنا چاہتا تھا اور آخر کار اسی وجہ سے سلطنت کئی حصوں پر منقسم ہو گئی اور اخیر پر اسی وجہ سے سلطنت کو زوال ہوا۔

امین و مامون

ہارون رشید کے دو بڑے بیٹے تھے ایک کا نام محمد (الامین) اور دوسرے کا نام عبداللہ (المامون) تھا۔ ان میں سے امین صرف خالص عربی نسل ہی سے نہ تھا۔ بلکہ محمد صاحب پیغمبر خدا کے خاندان میں تھا یعنے بنی ہاشم تھا۔ اور اسی وجہ سے عربوں کا گروہ فطرتاً امین ہی کا ولیعہد ہونا پسند کرتا تھا امین میں عربوں کی مانند تمام خوبیاں تھیں وہ بڑا حسین اور خوبصورت شجاع اور بہادر تھا لیکن اُس میں لیاقت انتظامی بالکل نہ تھی۔ عیش و عشرت میں پڑا رہتا تھا۔ برعکس اسکے عبداللہ المامون ایک ایرانی عورت کے بطن سے تھا اور اس لیے ایرانی گروہ کی فطرتاً سب سے زیادہ خواہش یہ تھی کہ المامون ہی ولیعہد مقرر ہووے علاوہ ازیں مامون میں عقل و تمیز بہت ہی اور اُولوالعزم بھی تھا۔

ہارون رشید اس بات سے بخوبی واقف تھا کہ میرے مرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں میں ہو کے رہیگی۔ گو کہ یہ دونوں از خود لڑائی نہ کرینگے مگر لوگ انکو آپس میں ضرور لڑا دینگے۔ چونکہ عربوں کے گروہ کو بعد زوال خاندان برامکہ کے جو عروج حاصل ہو گیا ہے اس لیے وہ خلقی طور سے اپنے فریق کو اور زیادہ طاقتور اور اپنے تئیں مقتدر بنانے کے لیے ایسے شہزادہ کا تخت پر بٹھانا چاہیں گے کہ جو مانند اُنکے خالص عربی النسل ہو۔ اور برخلاف اُسکے ایرانی گروہ اپنی زائل شدہ قوت پھر حاصل کرنیکے لیے اور مقتدر بننے کی کوشش کرنے میں یہ خواہش کرینگے کہ ایسا خلیفہ

مقرر ہووے جو ایرانیوں کا بالکل طرفدار ہو۔ یہ بات اب صاف طور سے معلوم ہوتی تھی۔ کہ عرب اور
ایرانیوں میں جو دشمنی ہمیشہ سے چلی آرہی ہے وہ ان ہر دو شہزادگان کے نام سے بدیر یا جلدی
جنگ و جدل کی صورت میں ظاہر ہونے والی ہے۔

ہارون رشید کا سلطنت کو بیٹوں پر تقسیم کرنا

اِس خوفناک اندیشہ کے دفعیہ کے لیے ہارون رشید نے یہ تدبیر کی کہ اپنی سلطنت کو دو حصوں
میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا جسکی رو سے ماموں کے حصہ میں مشرقی صوبجات جہاں ایرانی عنصر
کا زیادہ زور تھا آئے۔ اور یہ بات کی قرارداد ہوگئی کہ ماموں اپنا دار السلطنت مرو کو مقرر کرے گا
اور امین کے حصہ میں عرب اور عراق شام و مصر و شمالی افریقہ کے ملک آئے جہاں کہ عربوں ہی
کا اقتدار تھا۔ ماسوا اسکے امین کے حصہ میں بغداد کی سلطنت اور مقدس شہروں (حرمین شریفین)
کی متولیت بھی آئی اور ہارون رشید کی وفات کے بعد امین کا مذہب اسلام کا دینی پیشوا (خلیفہ)
مقرر ہونا بھی قرار پا گیا۔

اور یہ بھی معاہدہ ہوگیا کہ اگر دونوں میں سے کوئی مرجاوے تو اُس کے بعد جو زندہ رہے
اُسی کو تمام سلطنت کی حکومت اور خلافت بطریق حق بازگشت کے ملے گی۔ اگر اس معاہدہ اور
قرارداد کی تمام کارروائی کو پیش بینی اور تامل اندیشی اور احتیاط سے خالی نہ کہا جاوے تو یہ آخری
شرط تو اس معاہدہ کی جسقدر خوفناک تھی اُس کا بیان فضول ہے۔ ہارون رشید نے جب اس تقسیم کا
ارادہ کرلیا تو حج کرنے کے لیے مکہ شریف گیا اور ان دونوں بیٹوں کو اپنے ہمراہ لیگیا۔ تاکہ تقسیم سلطنت
کا جو انتظام کہ اُسنے کیا ہے اُسکی پابندی کی دونوں برادروں سے اُس مقدس جگہ میں حلف لے
چنانچہ خاص کعبہ کے اندر ان دونوں نے قسم کھائی اور معاہدہ کیا کہ ہمارے والد مکرم نے جو کچھ
انتظام ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے اُس پر ہم پابند رہیں گے اور مذہبی طور سے بھی ہمیشہ ایک
دوسرے کے حقوق کے لیے پابند رہیں گے جس وثیقہ پر یہ شرائط تحریر تھیں اُس پر سلطنت کے
بڑے بڑے ارکان اور اعلیٰ افسروں اور خاندان شاہی کے دستخط بطور شاہدوں کے ثبت
کرائے گئے۔ پھر یہ وثیقہ کعبہ شریف کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا۔ جو شخص کہ در کعبہ پر یہ کاغذ آویزاں

کرنے گیا اُسکے ہاتھوں سے چھوٹ کر یہ وثیقہ زمین پر گر پڑا۔ تمام حاضرین نے اُسکو بدفالی خیال کیا گو درحقیقت اُسکے نتائج کی پیش بینی کے لیے کسی فال وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔

کسائی نحوی

یہ مسئلہ جانشینی ہارون رشید کو بہت پریشان و بےچین رکھا کرتا تھا وں کی حکایت سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

الکسائی (کسائی نحوی) جو اس زمانہ کا ایک بہت بڑا مشہور عالم و فاضل تھا ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دن خلیفہ ہارون رشید کے حضور میں حاضر ہوا۔ بعد معمولی سلام و آداب کے میں اپنے گھر جاتا ہی تھا کہ ہارون رشید نے مجکو حکم دیا کہ ذرا بیٹھے رہو۔ پھر جب تمام درباری رخصت ہو گئے صرف میں اور خلیفہ کے دو چار عزیز اور ندیم رہ گئے تو خلیفہ نے مجھ سے کہا کہ اے علی کیا تم محمد و عبداللہ (امین و مامون) سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ امیرالمومنین مجھے تو انکے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور مجھے تو یہ دیکھکر بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے امیرالمومنین کے گھر میں اُنکو پیدا کیا۔ یہ سُن کر ہارون رشید نے اُن دونوں کو بلوایا اور تھوڑی دیر میں وہ مثل دو چمکتے ہوے ستاروں کے سامنے آ گئے۔ نہایت ادب اور رعب و داب سے وہ دونوں نیچی نظریں کیے ہوے کمرہ کے وسط میں آ گئے۔ ہارون رشید نے امین کو اپنے دست راست اور مامون کو اپنے دست چپ کیجانب بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھسے فرمایا کہ قرآن شریف اور دیگر علوم میں انکا امتحان لو۔ ان دونوں نے میرے تمام سوالات کا ایسے جلدی جلدی تہذیب کے ساتھ جواب دیا کہ ہارون رشید کی طبیعت نہایت خوش اور محظوظ ہوئی اور پھر خلیفہ نے اُن دونوں کو سینہ سے لگا کے اور خوب پیار کر کے رخصت کر دیا اور جب وہ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ہارون رشید کے رخساروں پر آنسو بہ رہے ہیں۔ میرے دریافت کرنے پر خلیفہ نے فرمایا کہ مجھے اس خیال نے رلا دیا کہ ان دونوں بھائیوں میں آیندہ بڑے بڑے جھگڑے اور لڑائیاں ہونگی۔ خلیفہ کو اُس وقت بھی اُسکا آیندہ حال معلوم تھا۔ گروہ عرب نے ابتدا ہی سے ہارون رشید پر یہ زور ڈال رکھا تھا کہ وہ امین ہی کو اپنا جانشین مقرر فرماوے۔

عمانی شاعر

ایک شاعر العمانی نے اِس مضمون پر خلیفہ کے حضور میں ایک ایسی مؤثر تقریر کی کہ امین نے اُس سے فرمایا کہ اے عمانی خوش ہو کہ تیری خواہش کے مطابق میرا جانشین امین ہی ہوگا۔ اُسنے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین مَیں اب ایسا خوش ہوا ہوں کہ جیسے بارش سے سبزی اور فرزند کے ہونیسے زنِ عقیمہ۔ اور بیمار از سرِ نو صحت پانیسے خوش ہوتا ہے۔ امین ایک بے مثل لاثانی شہزادہ ہے۔ اور وہ اپنی بقائے شہرت اور عزت کے لیے سرگرم رہے گا اور اپنے علو سے اپنے پیشرو خلفاء کا نظیر ہوگا۔ ہارون رشید نے پھر اُس سے پوچھا کہ تمھارا خیال اُسکے بھائی مامون کی نسبت کیا ہے اُس نے عرض کیا کہ وہ مثل اچھی گھاس کے ہے لیکن سعدان[1] کی مانند نہیں ہے۔ ہارون رشید نے کہا کہ اللہ تعالٰے اِس گستاخی عرب کو ضائع کرے کہ یہ مجھے کس طرح رنج دیتا ہے۔ اگر مجھ سے پوچھا جاوے تو خدا کی قسم مَیں مامون کے اندر خلیفہ منصور کا عزم خلیفہ مہدی کا رحم اور خلیفہ ہادی کی شان وشوکت پاتا ہوں۔ اگر مَیں اِسکو جو تھے سے بھی تشبیہ دوں یعنی (پیغمبر خدا سے[2]) تو مامون اِس بات کا بھی مستحق ہے۔

اصمعی کی روایت

الاصمعی[3] بیان کرتا ہے کہ مَیں نے ایک دن خلیفہ ہارون رشید کو ایک غیر معمولی حالت اضطراب میں پایا۔ گاہ بیٹھ جاتا اور کبھی پلنگ پر لیٹ جاتا تھا جبکہ مَیں خلیفہ کے حضور میں داخل ہوا تو خلیفہ آبدیدہ تہا اور آہستہ آہستہ اشعار پڑھ رہا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تمام اقوام پر اُسی شخص کو حکومت کرنے دو کہ جو مستقل مزاج اور خالص دل رکھتا ہو۔ اور متلون المزاج بیوقوف شخص کو بادشاہ نہ کرو چونکہ اُسکے خیالات اور اقوال پر کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا"

یہ اشعار سُن کر مَیں نے خیال کیا کہ خلیفہ آج کسی ضروری تجویز کے سوچنے میں مشغول ہے تھوڑی

---

[1] سعدان ایک کانٹوں دار پیدا ہوتا ہے مویشی کے لیے نہایت مفید پودا ہے اسکے کہانیسے مویشی موٹے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں یہ ایام مفقود عرب میں مشہور ہے [illegible]

[2] پیغمبر صاحب نہیں بلکہ نہیں نامون کی رتیب سے ہارون رشید جو تہا خلیفہ ہوتا ہے اُسنے اپنے سے تشبیہ دینے کے لیے اشارہ کیا تہا جیسا کہ دیگر عربی تاریخوں میں موجود ہے۔ یہ لفظی غلطی غالباً مسٹر یامر سے نظر ثانی کیوقت بھی شاید بسبب نظر انداز ہونے کے درست نہ کیجا سکے ۱۲۔ از مصباح مترجم

[3] اصمعی ایک بڑا عالم بصرہ کا رہنے والا تھا۔ عربی علم لغت قریباً ایک خمس گویا ایک کا مدون ہوا ہے۔ بڑا شاعر تہا اور قسم کے اشعار ایک طرف صرف رجز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے صاحب تصنیف بھی ہے۔ ذہین بہت تہا سنہ ۱۲۲ ہجری میں پیدا ہوا اور سنہ ۲۱۶ ہجری میں مرگیا ۱۲ از مصباح مترجم

میں خلیفہ نے مسرور کو بلاکر حکم دیا کہ یحیٰی کو بُلا لا - چنانچہ اس امر سے میرے خیال کی اور تصدیق ہوگئی جب یہ بوڑھا وزیر اعظم حاضر ہوگیا تو ہارون رشید نے اُس سے کہا کہ اے ابوالفضل[۱] حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر وصیت کئے ایسے وقت میں وفات پائی جبکہ اسلام کا گویا زمانہ طفولیت ہی تہا اور مذہب تازہ تازہ تھا - آنحضرت کیوجہ سے کل عرب کی اقوام متحد اور متفق ہوگئیں - اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خطرہ اور جاہلیت کے بعد اللہ تعالےٰ نے ان عربوں پر رحمت فرماکر اُنکو عزتِ عطا فرمائی - اس کے بعد خلافت کے جھگڑے اُٹھے جن کے وہ وہ صدمے وہ نتیجے ہوئے کہ جن سے تم بھی خوب واقف ہو - لہذا میرا یہ ارادہ ہے کہ میرے بعد کے جانشینوں کے لیے میں کچھ انتظام کر جاؤں - اور خلافت اُسکو سونپوں کہ جسکا چال چلن اور عادات و اطوار مجھے پسند ہوں اور جسکی ملکداری (پولیٹیکل) کی لیاقتوں پر مجھے پورا پورا اطمینان ہو - میں عبداللہ (المامون) کو اس قابل سمجھتا ہوں - لیکن بنی ہاشم یہ چاہتے ہیں کہ میں (محمد) امین کو اپنا جانشین مقرر کروں اور اسی میں عرب اپنے لیے بہتری سمجھتے ہیں گو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امین متلون المزاج فضول خرچ ہے اور عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا ہے اور عورتوں کے کہنے میں بہت ہے - اب اگر میں عبداللہ کو امین پر ترجیح دیتا ہوں تو بنی ہاشم مجھسے نفرت کرنے لگیں گے اور اگر میں امین کو اپنا ولیعہد مقرر کرتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ سلطنت میں بڑی خرابیاں نمودار ہوجاوینگی - آخر کار بعد طول طویل مشورہ کے اُن دونوں کی یہی رائے قرار پائی کہ سلطنت منقسم کردیجائے جس کا حال اس سے پہلے تحریر ہوچکا ہے -

زبیدہ خاتون کی شکایت

زبیدہ نے بھی اپنے بیٹے کیطرف داری میں اپنے خاوند پر زور بہت ڈالا اور اس بات کی سخت شکایت کی کہ آپنے ماموں کو تو فوجی مصارف کے لیے زرِ نقد عطا فرمایا اور امین کو کچھ نہ دیا ہارون رشید نے غصہ سے جواب دیا کہ تم میرے کاموں کی چھان بین کرنے والی کون ہوتی ہو

---

[۱] عموماً مسلمانوں کا نام اپنے بڑے بیٹے کے نام پر لفظ (ابو دباپ) زیادہ کرنے سے مشہور ہوجاتا ہے مثلاً یحیٰی - ابوالفضل کے نام سے (یعنی فضل کا باپ) مشہور ہے - فضل اسکے بڑے بیٹے کا نام تھا - اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے قاسم کی وجہ سے ابوالقاسم مشہور تھے - قاسم طفولیت ہی میں فوت ہوگئے تھے - مترجم

تمھارے بیٹے کے حصے میں جو ملک آیا ہے وہ بڑا امن اور انتظام والا ملک ہے اور عبداللہ کے حصہ میں جو صوبجات آئے ہیں وہ بڑے بغاوت انگیز ہیں۔ وہاں ہمیشہ جنگ و جدل رہتا ہے اِس لیے عبداللہ کو فوج اور روپیہ کی زیادہ ضرورت ہے مجھے اِس بات کا بالکل خوف نہیں ہے کہ عبداللہ سے تمھارے بیٹے کو کسی قسم کا خوف ہوگا بلکہ مجکو بڑا خوف یہ ہے کہ تمھارے بیٹے سے عبداللہ کو بہت خطرہ ہوگا

خلیفۂ کی صحت بگڑنا اور روانگی جانب خراسان

خلیفہ ہارون رشید جب خراسان کی جانب روانہ ہوا تو اسکی صحت اچھی نہ تھی۔ اور اسلیے دونوں شہزادوں کے طرفداروں کو یہ بات ضروری ہو گئی کہ وہ اب ہوشیار رہیں اور ہر بات کی خبر دیتے رہیں۔ یہ دونوں فریق اب اپنے بادشاہ کی موت کے منتظر رہتے تھے تاکہ اُنکی علت غائی اور مقصد براری کے لیے راہ کھلے۔ اور یہ انتظار اُنکو زیادہ عرصہ تک نہ کھینچنا پڑا۔ ہارون رشید نے خراسان کیجانب ابھی دو چار ہی منزلیں طے کی ہونگی کہ اُسنے اپنے ایک ندیم سے جس کا نام الصباح الطبری

الصباح الطبری سے خلیفہ کا تخلیہ

تھا یہ کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں میں اب زیادہ عرصہ تک نہ رہوں گا اب میری موت قریب ہے۔ کیونکہ جو تکلیف مجھے ہے تم اُس سے واقف نہیں ہو۔ الصباح نے ہارون رشید کی تسلی اور طمانیت کیلیے کوشش کی۔ اس بات پر ہارون الرشید ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا اور جو خدمت گار اور ملازم کہ ہمرکاب تھے اُنکو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جاؤ اور تخلیہ کرو جب سب ہٹ گئے تو خلیفہ نے اپنے کپڑے اُتارے اور صباح کو ایک ریشم کی پٹی اپنے جسم پر بندھی ہوئی دکھائی۔ اُس پٹی سے خلیفہ نے اپنا سارا بدن کس رکھا تھا۔ پھر صباح سے مخاطب ہوکے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرے بدن میں سخت درد ہے۔ لیکن میں اپنی حالت سے کسی شخص کو آگاہ نہیں کرتا ہوں۔ چونکہ میرے تمام نوکر میرے گرد اگرد میرے بیٹوں میں سے ایک نہ ایک کے جاسوس ہیں مامون کیجانب سے مسرور میر انگراں ہے اور جبرئیل[۱] بن

جبرئیل بن بختیشوع طبیب

[۱] جبرئیل بن بختیشوع بن جارجیس یونانی ... ہارون رشید کا مشہور فاضل طبیب تھا۔ اُسکے علاج بڑے بڑے معرکے کے مشہور ہیں ۱۷۵ہجری میں جب جعفر برمکی بیمار ہوا تو خلیفہ نے اسی طبیب کو علاج کےلیے مقرر کیا تھا۔ دربار رشید میں اس کا رتبہ وزرا سے کم نہ تھا جب امین تخت نشین ہوا تو وہ بھی اُسکی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اُس کے پانی تک نہ پیتا تھا تیرہ برس ہارون رشید کی اسنے خدمت کی عہد مامون میں بمقام مدائن ۲۱۳ہجری میں فوت ہوا اور دیر مار سرجیس میں دفن ہوا۔ علاوہ طب کے دیگر فنون میں بھی اسکی تصنیفات ہیں۔ ہارون کی بے تعصبی اس حکیم کی نظیر سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ باوجودیکہ ایسا عظیم القدر شہنشاہ تھا مگر تعصب مزاج میں برائے نام بھی نہ تھا۔

[۲] جبرئیل اور بختیشوع وغیرہ عیسائی اطبا کا جو اعزاز دربار میں تھا آج جس کی نظیر سے یورپ اور ایشیا خالی ہے۔ جو عزت عیسائیوں کو دربار میں ... ویسا ہی مرتبہ ... پارسی، ہندو علما اور حکما کا بھی تھا۔ (مصباح احمد مترجم)

بن بختیشوع ابن کیجانب سے جاسوس ہے اور یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو میرے سانس نہ گنتا ہو اور اس وقت کا کہ جب تک میری زندگی ہے شمار نہ کرتا ہو۔ اس بات کی تصدیق کے لیے دیکھو۔ میں ایک گھوڑا لانے کے لیے حکم کرتا ہوں اور اب تم دیکھ لینا کہ ایک نہایت تھکا ماندہ اور اڑیل گھوڑا حاضر کرینگے تاکہ مجھے اور زیادہ سخت تکلیف ہو لیکن اس بات کا تم کسی سے ذکر نہ کرنا۔ صباح نے یہ سنکر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ احکم الحاکمین خلیفہ کی عمر دراز کرے پھر جب خلیفہ نے گھوڑا منگایا تو درحقیقت وہ گھوڑا ایسا ہی نکلا جیسے کہ خلیفہ نے اول ہی پیشین گوئی کردی تھی۔ خلیفہ نے صباح کیجانب ایک نظر اٹھا کر دیکھا۔ گویا اشارہ تھا کہ میں جیسا کہتا تھا وہی بات ہے کہ نہیں اور پھر کسی سے ایک لفظ بھی بولے بغیر سوار ہو گیا۔

عبرت

اس حکایت سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس عظیم القدر شہنشاہ ہارون رشید اعظم کی سلطنت کا آخری زمانہ کسقدر رنج اور مصیبت میں گزرا ہے۔ خود بینی اور حد اعتدال سے متجاوز فخر و تکبر کیوجہ سے اُسنے اپنے سب سے عمدہ دوستوں کو مستاصل اور اپنے رشتہ داروں کے دلوں سے اپنی محبت زائل کردی تھی۔ اور اپنی رعایا کے دلوں میں بجائے اُلفت اور محبت کے خوف اور ہیبت دلنشین کردی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ میرے بیٹے میری موت کا بڑی آرزو کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں اور میں اُنکے لیے جو ورثہ چھوڑ جاؤں گا اُس پر وہ مثل درندوں کے لڑنے جھگڑنے کے لیے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ جائے عبرت ہے کہ یہ طاقتور اور عظیم الشان خلیفہ کہ جسکے سر کے ایک اشارے سے ایک سلطنت کی سلطنت متزلزل اور ویران ہو سکتی تھی اپنے خاص طبیب سے اپنی اُس تکلیف دہ بیماری کا حال کہ جس میں وہ مبتلا تھا ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرتا نہ اپنے ملازموں سے ایک اور عمدہ گھوڑے کے حاضر کرنیکے لیے حکم دیتا ہے۔

اس مہم کے دوران میں ہارون الرشید اپنے وزراء پر ہمیشہ ناخوشی ظاہر کرتا رہا اور باوجودیکہ خود ہی اس امر کا بانی تھا مگر خاندان برامکہ کی بر موقع کاروائیاں اور عمدہ مشوروں کو یاد کر کے وہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ میں نے اُنکی قدر نہ کی۔

[illegible]

حلوان کی پہاڑیوں کو عبور کرکے ہارون رشید نے شہر کرمان شاہ میں قیام کیا اور اپنے [illegible] مخاطب ہو کر یہ کہا کہ "مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں ہمیشہ فوجی کارروائی کی ضرورت رہی۔ مغرب میں تو اب امن و امان ہے اور اب میں مشرق میں بھی بغاوتیں وغیرہ فرو کر کے امن و امان قایم کرنا چاہتا ہوں۔ گو کہ یحییٰ اور اسکے بیٹے اب مجھے اپنے مشوروں سے مدد دینے کے لیے موجود نہیں ہیں۔"

فضل بن ربیع وزیر اعظم

اس مہم میں نیا وزیر اعظم فضل بن ربیع بھی خلیفہ کے ہمرکاب تھا۔ اس فضل کا باپ خلیفہ المہدی والد ہارون رشید کے عہد میں وزیر تھا اور خلیفہ الہادی کے مختصر عہد حکومت میں یہ فضل خود بھی وزیر رہ چکا تھا۔ مگر ہارون رشید نے تخت پر جلوس فرماتے ہی اسکو موقوف کر کے یحییٰ ابکی کو اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا تھا۔ بعد ازاں یحییٰ اور اسکے بیٹوں نے اس سے اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ ان سے بہ تکبر پیش آتے تھے۔ اسلیے فضل کو برامکہ سے کچھ انس نہ تھا۔ برامکہ کے زوال و استیصال کے بعد یہ فضل وزیر اعظم مقرر ہوا اور عربوں کا سرگروہ تسلیم کیا گیا۔

خلیفہ کا طوس میں پہونچنا

طوس کے نواح میں پہونچکر ہارون رشید نے اب بھی اپنی ناطاقتی اور کمزوری کے چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن اب وہ ایسا صاحب فراش ہو گیا کہ خدام و ملازم اس کو پکڑ کر اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اسکی بیماری کی اس حالت سے تمام فوج میں بڑی گھبراہٹ پڑ گئی۔ جب اسکو یہ بات معلوم ہوئی تو ہارون رشید نے گھوڑے پر سوار ہونے کی بڑی کوشش کی تاکہ فوج اسکو بچشم خود دیکھکر تسلی اور قرار پکڑے۔ خلیفہ نے اول تو ایک بڑے عربی اسپ پر اور پھر ایک یابو پر اور بعد سب کے ایک خچر پر چڑھنے کی بار بار کوشش کی مگر وہ چڑھ نہ سکا۔ اس لیے اسنے غلاموں کو حکم دیا کہ مجکو واپس لیچلو واپس لیچلو۔ واللہ لوگ سچے ہیں۔

ہارون رشید کو [illegible] کا طوس میں دفن ہونیکی اطلاع دینا

جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی بیان کرتا ہے کہ میں ایکدن شہر رقہ میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا کہ خلیفہ بالکل چپ چاپ لیٹا ہوا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے نہ کچھ حرکت کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المومنین کیسی طبیعت ہو رہی ہے۔ ہارون رشید نے فرمایا کہ آج رات سے مجھے

ایک الہام ہوا ہے جسکی وجہ سے میری طبیعت پر صدمہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آج شب ایک ہاتھ اور ایک بازو جسکو میں پہچانتا ہوں مگر میں اُسکے مالک کا نام بھول گیا ہوں میرے بستر کے نیچے سے برآمد ہوا اور مجھے کچھ سرخ مٹی دکھائی۔ پھر اُسی وقت ہاتف غیب نے یہ آواز دی کہ یہ اُس زمین کی مٹی ہے جہاں تم دفن کیے جاؤ گے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ اُس ملک کا نام کیا ہے۔ پھر ہاتف غیب نے یہ جواب دیا کہ اُس ملک کا نام طوس ہے۔ جبرئیل کہتا ہے کہ یہ سُن کر میں نے ہارون رشید کی تشفی اور تسکین کی اور کہا کہ امیرالمؤمنین معدہ کی بُرائی کیوجہ سے یا سلطنت کے اُس حصہ میں جو بغاوت ہورہی ہے اُسکا خیال بندہ گیا ہوگا۔ اِس وجہ سے آپنے یہ خواب پریشان دیکھا ہے آپ کچھ فکر ہرگز نہ کریں خدانخواستہ یہ بات سچ کیوں ہونے لگی اب آپ آرام فرماویں اور دل کو اور باتوں میں بہلا دیں میری اِس طرح کی گفتگو سے خلیفہ کے خیالات پریشان بہت جلد تبدیل ہوگئے۔

لیکن طوس کی لال مٹی ہی میں خلیفہ کا دفن ہونا مقدر ہوچکا تھا۔

رفع ابن لیث کی بغاوت کے فرو کرنیکے دوران میں ہارون رشید نے طوس کے قریب ایک گاؤں میں قیام کیا یکایک بڑے جوش کے ساتھ اُسکے پیر کانپنے لگے اور خلیفہ سے کھڑا نہ ہوا جاسکا۔ غلام اور خدام اور ساتھی حرم مستورات اُسکے گرداگرد جمع ہوگئیں اُس وقت خلیفہ نے جبرئیل بن بختیشوع سے کہا کہ طوس کی بابت رقہ میں جو مجھے الہام ہوا تھا اور میں نے تم سے اُسکی بات ذکر کیا تھا وہ بات تمھیں یاد ہے کہ نہیں۔ پھر خلیفہ نے سر اُٹھا کر مسرور کیجانب دیکھکر اُسکو حکم دیا کہ اس باغ کی جہاں میں مقیم ہوں ذرا سی مٹی اُٹھالا۔ مسرور فوراً اُس باغ کی مٹی اپنی کھلی ہتھیلی پر لیکر حاضر ہوا اور ہارون رشید کو دکھلائی۔ خلیفہ نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہی سرخ مٹی ہے اور یہ وہی ہاتھ اور بازو ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا خلیفہ سے پھر ضبط نہ ہوسکا مثل بچوں کے رونے اور سسکیاں لینے لگا۔

ہارون رشید کی اِس قابلِ رحم حالت کے وقت بشیر برادر رفع سرغنہ باغیاں قید ہوکر کیمپ شاہی میں لایا گیا۔ ہارون رشید نے اُسکو اپنے حضور میں بلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر میری زندگی

میں صرف اتنا ہی وقفہ ہوتا کہ میں اپنے ہونٹ ہی ہلا سکتا تو اُس وقت تو میں یہ کہتا کہ اُسکو مار ڈالو۔ پھر ایک قصاب کو بُلا کر خلیفہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اِس زندہ قیدی کا ایک ایک عضو کٹوا کر ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ جب اِس خوفناک سزا کی تعمیل ہو چکی تو خلیفہ کو غش آگیا ہارون رشید اعظم کا بطور شاہنشاہ کے یہی آخری کام تھا۔

پھر جب خلیفہ کو ہوش آیا تو اُسکو معلوم ہو گیا کہ اب میرا وقت قریب آلگا بقول لیکہ

آن پہونچی سرِ گرداب فنا کشتیِ عمر ہر نفس باد مخالف کا ہے جھوکا ہم کو

ہارون رشید کا موت کیلئے تیار رہنا

ہارون رشید نے اپنے خادموں اور غلاموں کو حکم دیا کہ میں جس مکان میں بیٹھا ہوا ہوں ہیں میرے لیے ایک قبر کھود دو۔ بعد اسکے بہت سے حافظوں کو بُلوایا جنھوں نے دو دو تین پارے پڑھ کے تمام قرآن شریف اُسکو سُنایا۔ خلیفہ اس اثنا میں اپنی قبر کے کنارے ایک پلنگ پر لیٹا رہا انتقال سے پیشتر خلیفہ کو ایک اور غش آیا اور جب ہوش آیا تو اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے وزیر کی طرف دیکھکر تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے فضل! اور کیا وہ وقت آپونچا جس کا مجکو خوف تھا دیکھو حاضرین کی آنکھیں میری جانب نگراں ہیں جو لوگ گزشتہ زمانہ میں ہم پر حسد کرتے تھے وہ اب ہم کو بنظر ترحم دیکھ رہے ہیں۔ ہم سب کو صبر کرنا چاہیئے جو قسمت میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میں اب اُن دوستوں کے لیے روتا ہوں جنسے میں محبت کیا کرتا تھا۔ حقیقت میں پھر یہ سب عیش و عشرت فانی تھا جو اب پھر نہیں آویگا۔ اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں خلیفہ نے ایک موٹا کمبل لانے کے لیے حکم دیا۔

سہل بن سعد سے خلیفہ کی گفتگو

اور اُسکو اوڑھ کر اپنے ایک ملازم سہل ابن سعد کی کمر پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اِس کے بعد فوراً خلیفہ کو بیماری اور تکلیف کا دورہ شروع ہوا۔ سہل خلیفہ کے سنبھالنے کے لیے کودا خلیفہ نے اُسکو حکم دیا کہ نہیں کچھ نہیں۔ تو پھر اسی طرح آکر بیٹھ جا اور تو کہاں ہے۔ سہل نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین میں یہیں حاضر ہوں گو میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوں لیکن امیرالمؤمنین کی تکلیف دیکھکر مجکو سخت رنج ہے یہ سُن کر ہارون رشید نے بڑے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ اے سہل! یاد رکھ ایک

شاعر نے جو ذیل کے مضمون کا شعر کہا ہے اسکا مصداق مین اسوقت ہو رہا ہوں۔ اُس شعر کا مطلب یہ ہے کہ "مین ایک بہادر قوم کی نسل سے ہوں اسوجہ سے مین اس وقت سخت ترین تکلیف کو بڑے استقلال اور رضا سے برداشت کر رہا ہوں"

ہارون رشید کی وفات

ہارون رشید کی یہ آخری کوشش تھی اور اسکے تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم فضل اور مسرور اور ایک یا دو دیگر درباریوں کے سامنے خلیفہ ہارون رشید نے اپنا آخری سانس لیا اور وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہارون رشید کی وصیت

ہارون رشید نے اپنے وزیر کو آخری ہدایت اور احکام یہ دیئے تھے کہ میرے مرنیکے بعد تمام فوج اور خزانہ جو میرے ساتھ ہے وہ مامون کو دیدینا تاکہ وہ خراسان کی بغاوت بآسانی فرو کر سکے اور سلطنت میں سے اُس کا جو حصہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر امن وامان کیحالت میں قبضہ کر لے مگر اس وزیر کو اپنے فریق کے فوائد زیادہ مدنظر تھے۔ ہارون رشید کو دفناتے ہی وہ امین سے ملنے کے لیے بغداد کو روانہ ہو گیا۔ مامون نے ایک سفیر کو بھیجکر اُس کے ٹھیرنے کے لیے کہلا بھیجا مگر اس نے مامون کے اعتراضوں کی کچھ پرواہ نہ کی اور بغداد چلا آیا۔

مامون کا غصہ اور اسکے وزیر کی نصیحت

فضل ابن ربیع کی اس بغاوت پر مامون کو نہایت طیش آیا۔ مامون کی جانب اُسکا وزیر فضل ابن سہل تھا یہ ایرانیوں کا نہایت طرفدار تھا اور اپنے ہمنام یعنی امین کے وزیر فضل ابن ربیع سے اُسکی بہت دشمنی تھی اُس نے اپنے آقا (مامون) سے کہا کہ اب آپ کو ایک قطعی فیصلہ کرنیوالی لڑائی کے لیے ضرور تیار ہونا چاہیئے کیونکہ آپ کے بھائی کے وزیر نے جو آپ کو فوج اور خزانہ نہیں دیا اس سے اُس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپکے حصہ میں بطور وراثت جو سلطنت آئی ہے اُس کے حصول سے آپ کو محروم کر دے۔ اُس نے مامون کے دل میں یہ بات بھی ذہن نشین کر دی کہ ابو مسلم کے زمانہ میں ایرانیوں کے زور بازو ہی کی وجہ سے عباسیوں کو سلطنت اور عروج حاصل ہوا تھا اور اگر اب بھی آپ ایرانیوں کی دلجوئی اور تسخیر قلوب کریں گے تو آپ بہت قوت پکڑ گئے ہیں اور پھر آپ تنہا تمام سلطنت کے شہنشاہ ہو سکتے ہیں۔

مامون نے اس مشورہ کو پسند کیا اس نے خراسانی باغیوں کے ساتھ صلح کر لی۔ اور حتی الامکان ہر ایک طور سے اپنی نئی رعایا پر احسانات اور مراعات شروع کردیں۔ مامون بڑا عقلمند اور ہوشیار تھا اس نے اپنے بھائی سے علانیہ تو بگاڑ نہ کی لیکن اس بات کا منتظر رہا کہ امین ہی علی روس الاشہاد کوئی ایسی کارروائی کرے جو میرے جانب منتج بہ دشمنی ہو تاکہ پھر میں جو کارروائی کروں عوام اسکو بے انصافی نہ کہیں اور خود حفاظتی کی کارروائی سمجھیں۔

امین کا معاہدہ کو منسوخ کردینا

مامون کو اب بات کا بہت انتظار کرنا نہ پڑا فضل ابن ربیع کی ترغیب سے امین نے اول تو اپنے بعد مامون کا حق خلافت منسوخ کردیا اور اپنے صغیر السن بیٹے موسے کو اپنا جانشین مقرر کردیا اور پھر یہ حکم دیا کہ جمعہ کی نماز کے خطبوں میں سے مامون کا نام نکالدیا جاوے اور سب سے آخر میں مامون کے پاس ایک سفارت بھیجکر یہ کہلایا کہ اپنے صوبجات میں سے تین صوبے دیدیوے۔ مامون نے اس آخری درخواست کو منظور کرنے سے بالکل انکار کردیا اور اب جنگ کا ہونا اٹل ہوگیا۔

امین کا مامون پر فوج کشی کرنا اور امین کا قتل ہونا

امین نے اپنے وزیر کی غیر سوچی سمجھی ہوئی ترغیب سے علی ابن عیسے کو رہا کردیا اور اس کو ایک لشکر کا افسر مقرر کرکے گورنر خراسان مقرر کیا اور کہا کہ جب تو مامون پر فتح پالے تو تو خراسان پر قبضہ کرلینا۔ علی کی اس تقرری سے مامون کی طاقت اور قوت اور بھی زیادہ تر مضبوط ہوگئی کیونکہ ایرانی جو اس کے طرفدار تھے وہ عربوں سے اول ہی رنجیدہ تھے اور بدلہ لینا چاہتے تھے اور جب انھوں نے یہ سنا کہ پھر وہی ظالم شخص پھر حکمراں مقرر کیا جاویگا جسکے جبر و اخذ ناجائز سے رہائی پانے کے لیے ہمنے اپنا خون ضایع کیا تھا۔ اس لیے وہ مامون کے اور بھی یاور و مددگار ہوگئے۔ ادہر امین نے علی کے زیر حکم ایک بہت بڑا لشکر متعین کیا اور امین کی ماں زبیدہ نے اس جنرل فوج کو نقرئی زنجیریں بناکر دیں کہ ان میں باندہ کر مامون کو قید کرکے لانا اور جب یہ فوج بغداد سے روانہ ہوئی تو امین اس فوج کے ہمراہ (۵) میل بغداد سے چلکر آیا اور پھر اسکو جانب خراسان کردیا۔ ہمارا ارادہ اس کتاب میں اس خانہ جنگی کو مفصلاً تحریر کرنے کا نہیں ہے کہ جسکی ابتدا کیونکر

بعد فوج بغداد سے روانہ ہوئی ہے۔ ہم صرف اسی قدر بیان کردینا کافی سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر معرکے کے بعد مامون فتحیاب ہوگیا اور پھر اس نے بغداد کا محاصرہ کرکے اسکو بھی فتح کرلیا امین گرفتار ہوکر مارا گیا اور مامون خلیفہ ہوگیا۔

ہارون رشید نے اپنے پیچھے ایک بیشمار خزانہ چھوڑا بعض مورخین کے نزدیک نوسو ملین دینار یا چارسو ملین پونڈ یا آٹھ ارب روپیہ سے کم نہ تہا۔ علاوہ ازیں جائداد اور زمین اور لونڈی اور غلام علیحدہ تھے۔ یہ کل ایک بیشمار خزانہ موجود تھا۔ باوجودیکہ ہارون رشید نہایت ہی سخی اور فیاض تھا اور کثرت سے روپیہ صرف کیا کرتا تھا۔ اس دولت کثیر کا مقابلہ اگر ہم صرف بعض رومی و یونانی شہنشاہوں کی جمع کی ہوئی دولت سے کرتے ہیں تو شہنشاہی خزانہ میں جو اسقدر کثیر التعداد روپیہ آتا تھا اُسکی بابت کئی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

اور وہ یہ ہیں کہ یہ روپیہ اکثر واجبی طور یا دیانت داری سے نہیں آتا تھا۔ اس زیادہ وصولی کی وجہ سے صرف صوبجات ہی پر اثر نہیں پڑتا تھا جہاں کہ کسی نہ کسی صوبہ میں ہمیشہ بغاوت رہا کرتی تھی بلکہ جنرلان فوج اور لفٹنٹ گورنران صوبجات بھی اکثر اس بات پر مجبور کیے جاتے تھے کہ وہ اپنا تمام جمع کیا ہوا خزانہ دیدیویں اور عوام کی جائداد کا بھی اکثر لحاظ نہیں کیا جاتا تھا[1]

---

[1] مسٹر پامر نے ہارون کے کثیر التعداد خزانہ سے بڑا تعجب کیا ہے کہ اسقدر خزانہ واجبی طور اور دیانت داری سے نہیں آتا ہوگا اور پھر اس خزانہ کا یونان (بزنطائن) بادشاہوں کے خزانہ سے مقابلہ کیا ہے اور پھر تعجب کیا ہے کہ کئی بادشاہ یونانی اسقدر خزانہ جمع نہ کرسکے جتنا ہارون رشید نے مرنے کے بعد چھوڑا۔ اس کا صاف جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب اور خیال دوڑانے کی بات نہیں ہے سلطنت (بزنطائن) کی نسبت ہارون رشید کی سلطنت آٹھ گنی زیادہ تھی اس نسبت سے آٹھ یونانی بادشاہ جتنا خزانہ جمع کرسکتے تھے اُتنا ہارون رشید اکیلا ہی کرسکتا تھا علاوہ ازیں ہارون کی سلطنت میں نہایت درجہ کا امن وامان و فارغ البالی تھی جیسا کہ خود پامر صاحب نے اس کتاب میں درج کیا ہے اور (بزنطائن) کی سلطنت میں بڑی ابتری اور فتنہ و فساد رہے جیسا کہ مسٹر سینڈرسن صاحب مورخ رومی (یونانی) (سلطنت بزنطائن) کا حال لکھتے ہیں کہ سلطنت کی وسعت تو یہ تھی کہ بحر روم کے کنارہ کے ممالک اس سلطنت میں شامل تھے مثلاً یونان اٹلی کا کچھ حصہ سپین اور کچھ افریقہ کا ملک اور انتظام کا یہ حال تھا کہ یہ سلطنت اندرونی و بیرونی حملوں کے مقابلے کیلئے بالکل کمزور تھی۔ لوٹ مار اور خواہشات نفسانی اور کوئی بھی برائی نہ تھی جو وہاں کے امراء اور رعایا میں موجود تھی۔ جنرلان فوج باغی ہوجاتے تھے بادشاہ اکثر معزول کردیئے جاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کی بیٹی اور ملکہ اپنی خود ہی بیاہتا خاوندوں کو زہر دیتی تھیں یا دیگر طور سے مار ڈالتی تھیں علم و اخلاق کچھ بھی نہ تھا جس سلطنت کا یہ حال ہو پھر وہاں خاک خزانہ جمع ہوسکتا ہے جو شخص قوت پکڑ جاتا ہوگا وہی خزانہ خوب صرف کرتا ہوگا تاکہ اپنے قیام کے لیے مفید عملی کرے اور ہارون رشید کی سلطنت ایک تو خود بڑی وسیع تھی اور دوسرے اسے بزنطائن سلطنت کا بادشاہ اسکو شاہی خراج دیا کرتا تھا جیسا کہ اسی کتاب میں پامر صاحب تحریر کرچکے ہیں اور سلطنت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے زمانے سے خزانہ جمع ہوتا چلا آتا تھا اور جیسے اس سلطنت کا کوئی بادشاہ مقتول یا معزول بھی نہیں ہوا پھر خلیفہ ہارون رشید کے پاس خزانہ اسقدر جمع ہوا تو کوئی تعجب نہیں ہے مسٹر پامر کی عبارت میں نقیض بہت پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ اس کتاب میں یہ لکھدیا ہے کہ وہ بڑا فاتح تھا علاوہ دوسری جگہ یہ لکھدیا ہے کہ ہارون رشید بڑا سخی تھا۔ اگر کثرت بیان مسٹر پامر پر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا سخی تھا فاتح اور لالچی ہرگز

اس معاملے میں ہم خلیفہ کی خود سرانہ کارروائی کی ایک تمثیل بیان کرتے ہیں اور یہ محمد بن سلیمان خلیفہ منصور کے چچازاد بھائی کا واقعہ ہے جسنے ۱۷۳ھ میں بصرہ میں انتقال کیا محمد کے انتقال پر جو اسکی بیشمار جائداد باقی رہی اُس کی ضبطی کے لیے خلیفہ نے حکم بھیجدیا۔ عمال نے جو چیز خلیفہ کے قابل سمجھی وہ ضبط کر لی اور اُس کا ساٹھ ملین زر نقد بھی ضبط کر لیا۔ ہارون رشید نے اس کثیر روپیہ کو وصول پاکر اپنے ندیموں اور مغنیوں کو خوب انعام دیئے اور باقیماندہ خزانہ میں داخل کیا۔ خلیفہ نے جس سبب سے محمد کی یہ جائداد ضبط کی وہ راز محمد کے بھائی جعفر ابن سلیمان ہی نے خلیفہ سے ظاہر کیا تہا۔ جعفر نے ازراہ حسد اپنے بھائی کی یہ چغلی کھائی تہی اور خلیفہ کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ محمد نے اپنی تمام جائداد و املاک اصلی قیمت سے زیادہ پر رہن رکھدی ہے تاکہ اسطرح سے جو روپیہ وصول ہو تو اُس روپیہ کو خود خلافت لینے کے لیے صرف کرے۔ کیونکہ اُس کا ارادہ آپ کی بجائے خلیفہ بننے کا ہے اور کہا کہ امیر المومنین ایسی حالت میں اگر آپ جائداد ضبط کرلیں گے تو آپ کا یہ فعل ناجائز اور خلاف انصاف نہ ہوگا۔ ہارون رشید نے جعفر ابن سلیمان کے تمام عرائض اور خطوط جمع کر رکھے جب محمد مرگیا تو یہ جعفر جو اُس کا بھائی علاتی تھا صرف تنہا اُسکا وارث تہا اُس کی تمام جائداد جعفر ہی کو پہنچی لیکن ہارون رشید نے اُسکے دعوے کے برخلاف اُسی کے خطوط وغیرہ استعمال کیے اور محمد کی جائداد کو ضبط کر لیا۔[۱]

(بقیہ صفحہ گزشتہ) نہ تھا۔ مگر طامع کے لفظ سے اتنا اور خیال ہوتا ہے کہ وہ مسرف اور مفسد نہ ہوگا غرضکہ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ علی الامور وسطا پر اس کا عمل تھا۔ گورنروں وغیرہ سے بعض مرتبہ روپیہ وہ بطور جرمانہ کے لیا کرتا تہا جبکہ اُسکو پوری شہادت اس بات کی ملجاتی تھی کہ انھوں نے رعایا سے جبر و ظلم سے روپیہ لیا ہے۔ بلکہ اکثر ایسے گورنر کو موقوف اور مقید کر دیتا تہا جیسا کہ علی بن عیسے کا حال اسی کتاب میں تحریر ہوا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہونے پر کہ رعایا سے جبریہ روپیہ لیا گیا اُس کا معاوضہ خزانہ سے دلایا جاتا تہا اگر ایسا نہ کرتا تو رعایا میں فارغ البالی اور امن و امان کیسے ہو سکتا تہا اور یہ بات اُسکے کمال انصاف پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ مرد کے تمام باشندوں کو جنھوں نے حسب ضابطہ اپنا ثبوت بکیفیت بہم پہونچایا تمام روپیہ اُن کا دلایا گیا۔ رعایا کی فارغ البالی اور خوشحالی اور امن و امان کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے ۱۲
[۱] مسٹر ڈامر بہی عجیب خیالات کے آدمی تہے جو بات کہ عین مصلحت ملکی اور اغراض حکمرانی کے بالکل مطابق ہوتی ہے آپ اُسکو خودسری اور ظلم سے نسبت دیکر سے بہلا وہ تو زمانہ جہل اور ابتر کا تھا یعنے اُس زمانہ میں تہذیب کو ترقی اسقدر نہیں ہوئی تہی مگر آجکل تو علے العموم زمانے میں تہذیب خیال کیجاتی ہے آجکل بہی ایسا کوئی مہذب ملک ہے کہ جہاں کامل شہادت بغاوت پر ضبطی جائداد اور قتل وغیرہ کی سزا مقرر نہ ہو۔ شہادتوں پر تمام مہذب ملک کا آجکل دار و مدار ہے جب ہارون کو ایسی شہادت کامل بغاوت کی گزر گئی یعنے محمد کے بھائی کی۔ تب اُس نے یہ کام کیا۔ مگر قرائن سے پایا جاتا ہے کہ جعفر کی تنہا شہادت پر محمد کی جائداد ضبط نہیں کیگئی بلکہ پورہ ثبوت بہم پہنچ گیا ہوگا تب حکم ضبطی کا دیا ہوگا ورنہ اگر ہارون رشید کو انصاف کرنا منظور نہ ہوتا مدنظر نہ ہوتا تو اسی وقت محمد کی جائداد ضبط کر کے محمد کو قتل کر ڈالتا بلکہ اگر درحقیقت محمد نے بغاوت نہیں کی تہی تو جعفر نے خلیفہ وقت کے روبرو خلاف مرضی کو کیے ایک شخص پر جھوٹ تہمت لگائی اور اسکے قتل کے در پے ہوا اور محمد کے بعد جعفر ہی وارث تہا اور جعفر کو معاملہ [illegible]

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت

ہارون رشید کے حسد کے ایک اور مقتول موسیٰ ابن جعفر تھے یہ فاطمہؓ کی اولاد میں سے تھے اور فاطمہؓ محمد صاحب پیغمبر خدا کی صاحبزادی تھیں۔ موسیٰ کے ایک رشتہ دار نے جو اُن سے دشمنی رکھتا تھا ہارون رشید کو یہ اطلاع دی کہ تمام لوگ موسیٰ کو جائز امام سمجھ کے اپنی پیداوار کا ایک خمس اُنکو ادا کرتے ہیں اور موسیٰ آپ سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع ہارون الرشید کو متواتر اور بار بار پہنچی آخر کار اس بات سے اُسکے دل پر بہت اثر ہوا اور خلیفہ کو بڑا ہی فکر ہو گیا۔ اس مخبر کو ایک کثیر التعداد رقم بطریق انعام عطا کی گئی اور صوبجات کی آمدنی سے اُسکو یہ انعام دیا گیا۔ مگر یہ دغاباز آدمی اپنی غداری کا پھل نہیں پاسکا کیونکہ اُسکو ایک مہلک بیماری فوراً لاحق ہو گئی جسکی وجہ سے وہ مرگیا جن لوگوں کے حاضر ہونے سے خلیفہ کو کسی قسم کا رنج یا فکر ہوتا تہا۔ ایسے لوگ یکایک بیمار ہو کر مہلک امراض میں ہمیشہ گرفتار ہو جایا کرتے تھے۔ امام موسےٰ سے ہارون الرشید کی ناراضی کا پہلا سبب تو ظاہرا یہ تہا کہ خلیفہ ایک دفعہ حج کے لیے مقدس شہروں کی زیارت کو گیا تھا جب وہ مدینہ میں گیا اور آنحضرت صلعم کے روضۂ شریف میں داخل ہوا تو کہا کہ "آپ پر درود اور اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو۔ اے رسولِ خدا! اے میرے چچازاد بھائی!" یہ آخری الفاظ اُسنے فخریہ طور سے اپنے کلام میں زائد کر دیئے تھے تاکہ تمام حاضرین پر اپنی بڑائی (عظمت) ثابت کرے۔

یہ سُن کر امام موسےٰ جو وہاں موجود تھے آگے بڑھے اور کہا کہ "رحمت کاملہ اور درود خدا کی آپ پر نازل ہو۔ اے میرے باپ!" اور کیونکہ امام موسےٰ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں تھے۔ اس طرح اس لیے خطاب کیا۔

۱۵؎ ان امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث خاندان برامکہ ہوا ہے اور یہ شیعہ مورخوں کا بیان ہے کہ انہیں (برامکہ) لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا ہے۔ علاوہ ازیں رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسنی الجزائری نے اپنی کتاب زہر الربیع میں قتل برامکہ کا سبب حسب ذیل لکھا ہے "سبب استیصال برامکہ ظاہرا وجوہات مختلف بود۔ و اما سبب حقیقی آن پس نفرین حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کہ در موقف عرفات برائے ایشاں نفرین کرد۔ بسبب آنکہ ایشاں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام را سعایت کردند و سبب شہادت آنجناب ایشاں بودند" ۱۲ اور حقیقت دروغی اور تہمت کی سزا یہی اور یہ سزا دیگر لوگونکی عبرت کیلئے ہر طرح سے عین انصاف و مصلحت کیوجہ سے دیکھی اور معاملات سلطنت و حکمت عملی کے لحاظ سے یہ امر ظلم نہیں ہو سکتا ۱۲ اردو مترجم

بقیہ صفحہ ۱۵۲

یہ بات سنکر ہارون رشید کا مونہہ غصہ سے لال ہوگیا اور کہا کہ کئے موسٰے یہ تو بڑے فخر کی بات ہے۔ بعد ازیں وہ اپنے ساتھ امام موسٰی کو عراق لیگیا اور ایک شخص مسمی السندی کے گھر میں اُنکو قید کردیا۔ پھر اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ نے اُنکو مروا ڈالا۔ یہ امر نہایت خفیہ طور سے عمل میں لایا گیا کیونکہ امام موسٰے کی ذاتی خوبیوں کیوجہ سے اور نیز اسلئے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے عوام الناس اُن سے نہایت محبت کرتے تھے اور اُنکو علانیہ قتل کرانے میں یہ خوف تہا کہ کہیں عوام الناس منحرف نہ ہوجاویں۔ خلیفہ نے علما اور معززین کی ایک جماعت (جوری) مقرر کی تاکہ امام موسٰی کی موت کا سبب دریافت کرے اور خلیفہ مارڈالنے کی تہمت سے پاک وبری ہوجاوے۔ اُن لوگوں نے اِس بات کی تصدیق کی کہ امام موسٰی خود اپنی موت سے مرے ہیں۔

عبدالملک بن صالح کی گرفتاری

عبدالملک بن صالح جو خانداں عباسیہ میں سے تھا اور اس وجہ سے خلیفہ کا قریبی رشتہ دار تھا ہارون الرشید اُس سے بھی ناراض ہوگیا۔ عبدالملک کا ایک بیٹا عبدالرحمن نام تھا اِسی وجہ سے مسلمانوں کے دستور کے بموجب وہ ابوعبدالرحمن (عبدالرحمن کا باپ) کہلاتا تھا۔ اِس ناخلف بیٹے نے اپنے باپ کے ایک منشی قمامہ نام سے سازش کرکے ہارون الرشید سے یہ مخبری کی کہ میرا باپ خلافت کا دعویدار ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے اسیلئے ہارون الرشید نے عبدالملک کو گرفتار کرالیا اور ربیع بن فضل اپنے وزیر کے گھر میں قید کردیا۔ ایک روز ہارون الرشید نے اپنے روبرو عبدالملک کو بلایا اور کہا کہ "تم بڑے احسان فراموش ہو میں نے تمہارے ساتھ جو ہمیشہ بخششیں اور احسانات کیے ہیں کیا اُنکا یہی بدلہ ہے؟ کہ اب تم میری نسبت دغا اور فریب کی کارروائی کا ارادہ کرتے ہو"

عبدالملک نے جواب دیا کہ امیرالمؤمنین! یہ بات درست نہیں ہے۔ اگر میرا ایسا ارادہ ہوتا تو میں اب بچتا کیونکہ اُس حالت میں آپ کو مجھہ سے بدلہ لینا جائز ہوجاتا۔ امیرالمومنین! آپ تو رسول اللہ کے خلیفہ ہیں۔ ہم پر آپ کی اطاعت اور آپ کو نیک مشورہ دینا فرض ہے اور آپ پر یہ فرض ہے

کہ آپ رعایا پر انصاف سے حکمرانی کریں۔ اور اُنکی خطائیں معاف کریں ہارون الرشید نے کہا کہ "تم زبان کے تو بہت منکسر ہو۔ مگر دل کے بہت طامع ہو۔ دیکھو تمہارا منشی تمامہ بھی تمہاری غداری کی تصدیق کرتا ہے" قمامہ بلوایا گیا۔ ہارون رشید نے اُس سے کہا کہ جو کچھ تم جانتے ہو بلا خوف و تامل بیان کرو۔ تمامہ نے کہا کہ عبد الملک امیر المؤمنین کے برخلاف بغاوت اور غداری کی تیاریاں کر رہا ہے۔

عبد الملک نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قمامہ نے میری غیبت میں آپ سے جھوٹ بولا ہے۔ چونکہ وہ اب میرے سامنے ہی مجھ پر تہمت لگا رہا ہے۔

پسر ناخلف

ہارون الرشید نے کہا کہ تمہارا بیٹا عبد الرحمن بھی تمہاری طامعانہ کوششوں کی تصدیق کرتا ہے اور تمہارا جرم ثابت کرنے میں اُن دونوں شخصوں کی شہادت سے زیادہ اور کسکی شہادت معتبر ہو سکتی ہے قیدی (عبد الملک) نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! میرا بیٹا تو بموجب حکم کے ایسا کہتا ہے۔ یا وہ باغی اولاد ہو گیا ہے۔ اگر وہ بموجب حکم کے یہ بات کہتا ہے تب تو وہ معذور ہے اور اگر وہ باغی ہو گیا ہے تو وہ نافرمان اور ناشکر گزار اولاد ہے۔ ایسے شخصوں سے بچنے کے لیے خدا تعالے خود متنبہ کرتا ہے کہ "تمہاری بیویوں اور اولاد میں تمہارے دشمن موجود ہیں" پس اُنسے احتیاط رکھو اور حذر کرتے رہو۔ "ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم" یہ سُنکر ہارون رشید اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ "تمہارا معاملہ تو مجھپر مثل روز روشن کے ظاہر ہو گیا ہے لیکن مجھکو جلدی منظور نہیں ہے۔ میں تمہارے اور اپنے درمیان میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں"

عبد الملک نے کہا کہ میں بھی خدا کو حکم قرار دیکے اُسکے فیصلہ پر رضامند ہوں اور امیر المؤمنین اُس کے فیصلہ کی تعمیل کرنیوالے ہیں اور مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ آپ اپنے نفسانی غصہ کو اللہ تعالے کے احکاموں پر ترجیح نہ دینگے۔

خلیفہ نے دوبارہ اِس قیدی (عبد الملک) کو اپنے حضور میں پھر بلایا۔ اُسکو مخاطب کرکے یہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "میں تو چاہتا ہوں کہ وہ زندہ رہے مگر وہ چاہتا ہے کہ میں مر جاؤں

بعض لوگ جو تجھکو تیرے دوست معلوم ہوتے ہیں اُن سے پرہیز اور ہوشیار رہ کیونکہ انھیں لوگوں کی تیری نسبت بری نیتیں اور خراب ارادے ہوتے ہیں" اور واللہ امین بادلوں میں سے خون کی بارش برستے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور اس سے پہلے خوفناک بجلی میری آنکھوں کے سامنے چمک چکی ہے۔ اور اس طوفان کے ختم ہوتے ہی مجکو یہ نظر آرہا ہے کہ بے سر بہت سے تن پڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ بغیر کلائی کے زمین پر پڑے ہوئے ہیں لیکن اے بنی ہاشم! تحمل اور حلم اختیار کرو میں نے تمھاری تکلیفوں کو رفع کرکے تمھارا گدلا چشمہ صاف اور شفاف کردیا ہے اور تمام واقعات کی زمام تمھارے اختیار میں ہے لیکن اس حادثہ کے وقوع سے قبل ہی ہوشیار رہو کہ جسکی وجہ سے ہاتھ اور پیر کٹ کر زمین پر گرنے لگیں"

عبد الملک نے کہا کہ امیر المؤمنین خدا سے خوف کریئے ایسا خیال نہ کریئے۔ اور خدا نے اپنی مخلوق کو بطور ودیعت کے آپ کو سپرد کیا ہے اُسکی امانت کے ساتھ احتیاط سے عمل کیجیے۔ اور شکر گزاری کیجگہ ناسپاسی نہ کیجیے۔ اور جو انعام کا مستحق ہو اُسکو سزا نہ دیجیے میں نے آپکو ہمیشہ اخلاصانہ مشورے دیئے ہیں اور ہمیشہ آپکی اطاعت میں سرگرم اور مدام مطیع رہا ہوں اور جہاں کہیں آپ کی سلطنت میں کمزوری اور بدنظمی نمودار ہوئی تو میں نے شل کوہ ثہلان کے آپ کی بڑے استقلال کے ساتھ مدد کی ہے اور آپ کے دشمنوں کو ہمیشہ شکست اور ہزیمت دی ہے اللہ تعالےٰ میری مدد فرماوے اور میری جانب سے آپ کے دل میں رحم ڈالے اور آپ کی جو رحم کی عادت ہے وہ عادت خدا کرے کہ میرے واسطے بھی قائم رہے اور میرے پر یہ سب آپ کا شبہ ہی شبہ ہے اور قرآن شریف میں شبہہ کرنیکا گناہ لکھ رکھا ہے کہ اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ اور واللہ یہ سب چغلی کھائی ہوئی کسی میرے دشمن کی ہے جو میرے گوشت کا بھوکا اور خون کا پیاسا ہے خدا کی قسم آپ کی تخت نشینی میں جو جو دقتیں نمودار ہوئی تھیں میں نے اُنکو رفع کرکے آپ کی کارروائی کے لیے رستہ صاف کردیا تھا اور میں نے تمام آدمیوں کے دلوں میں آپ کی اطاعت ڈالدی تھی اور آپ بھی واقف ہیں کہ کس طرح تمام تمام رات میں نے آپ کے کاموں میں صرف

کردی ہے اور کیسی کیسی مشکلات میں مَیں نے آپ کا ساتھ دیا ہے۔

عبدالملک کی اِس فصیح و بلیغ گفتگو کا ہارون رشید نے صرف یہ جواب دیا کہ واللہ اگر مجکو بنی ہاشم کا لحاظ اور اُن کا ادب مدِنظر نہ ہوتا تو میں تمھارا سر کٹوا دیتا یہ کہکر عبدالملک کو پھر قیدخانہ میں بھیجدیا۔ تھوڑے سے عرصہ کے بعد بنی عباس میں سے ایک شخص کی سفارش اِس مطلق العنان خود مختار شہنشاہ نے وہ تشدد اور سختی موقوف کردی جو عبدالملک پر قیدخانہ میں ہوتی تھی۔ عبدالملک ہارون رشید کی وفات تک نظربند رہا۔

عبدالملک کا گورنر شام مقرر ہونا۔

خلیفہ امین الرشید نے اپنی خلافت کے زمانے میں عبدالملک کو نظربندی سے رہا کرکے اُسکو شام کا گورنر مقرر کردیا۔

اپنے محسن اور آقا (امین) کی عنایت کی عوض اور شکرگزاری میں عبدالملک نے یہ حلف اُٹھالیا تھا کہ اگر خلیفہ امین میری زندگی میں قتل ہوجاوے گا تو ماموں کی اطاعت مَیں ہرگز ہرگز نکروں گا۔ لیکن عبدالملک نے امین سے پہلے ہی انتقال کیا۔

ایک موقع پر ہارون رشید نے عبدالملک سے کہا کہ تم صالح کی نسل سے ہرگز نہیں ہو عبدالملک نے کہا تو پھر میں کسکی نسل سے ہوں خلیفہ نے جواب دیا کہ مروان کی نسل سے عبدالملک نے کہا ہاں شاید ایسا ہی ہو مگر مجھے اِس بات کی اِس وقت کوئی پرواہ نہیں کہ میری رگوں میں ان دونوں بزرگوں میں سے کون سے کا خون جاری ہے۔"

عبدالملک کی ۔۔۔ یحییٰ برمکی سے ۔۔۔

برامکہ کے زوال کے بعد ہارون رشید نے ایکدن یحییٰ کے پاس ایک آدمی بھیجکر اُس سے کہلایا کہ اگر تم عبدالملک کے بغاوت انگیز خیالات کے کل حالات سے مجھکو مطلع کردو گے تو مَیں تم کو تمھارے سابقہ منصب پر بحال کردوں گا۔

یحییٰ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مَیں نے عبدالملک کے اِس قسم کے خیالات کبھی نہیں پائے اور اگر اُسکے ایسے خیالات ہوتے تو مَیں اُس سے امیرالمؤمنین کی ہر طرح حفاظت کرتا کیونکہ امیرالمؤمنین کی تمام سلطنت اور حکومت گویا میری ہی سلطنت اور حکومت تھی اور

اور میرا اقبال یا ادبار امیرالمومنین ہی کے اقبال اور ادبار ہی پر منحصر تھا۔ پھر یہ امر کس طرح ممکن تھا کہ عبدالملک اس قسم کے خیالات میں مجھ سے امداد چاہتا جیسا کہ آپنے میرے ساتھ سلوک کیا تھا۔ مجھے عبدالملک سے اس قسم کی اُمید ہو سکتی تھی (ہرگز نہیں) بلکہ اُس حالت میں تو مجھے اپنی بدتری کی اُمید ہوتی نہ کہ بہتری کی۔ برائے خدا اس قسم کی سازشوں کا ظن اور شبہ نہ کیجئے اور عبدالملک ایک بڑا لایق اور قابل شخص ہے اور ایسے شخص کو آپ کے خاندان میں دیکھنے سے مجکو خوشی حاصل ہوئی تھی اسی وجہ سے میں نے اُسکو اُسکے عہدے پر مقرر کر دیا تھا اور اُسکے اطوار و عادات سے میں بہت ہی خوش تھا۔ یہ امر کہ میں اُسپر بہت مہربان تہا اور عنایت فرماتا رہا یہ صرف اسکے علم و فضل اور قابلیت کیوجہ سے تھا۔

فضل اور یحییٰ کی عارضی جدائی

جب ہارون رشید نے یہ جواب سُنا تو اُسنے یحیٰے سے پھر یہ دھمکی کہلا بھیجی کہ اگر اس معاملہ میں سچ سچ حال نہ بتلاؤ گے تو میں تمھارے بیٹے فضل کو مروا ڈالوں گا۔ یحییٰ نے معمولی متانت سے صرف یہ جواب دیا کہ امیرالمومنین سے کہدینا کہ ہم آپکے اختیار میں ہیں آپ کا جوجی چاہے سو کیجئے اور بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سُنکر اُس آدمی نے فضل سے کہا کہ چلو امیرالمومنین نے تمھارے قتل کا حکم دیا ہے۔ یہ سُنکر باپ بیٹے میں نہایت صبر کے ساتھ مفارقت ہوئی فضل نے کہا کہ اے باپ آیا آپ مجھ سے راضی ہو۔ یحیٰی نے جواب دیا کہ ہاں میں تجھہ سے بہت راضی رہا اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ بھی تجھسے اسیطرح راضی رہے۔ پھر فضل کو گویا قتل کرنیکے لیے یحیٰی کے پاس سے لے گئے۔ لیکن خلیفہ کو یحیٰے کے برخلاف اس معاملہ میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ اس لیے بعد تین دن کے فضل کو یحیٰی کے پاس پھر بہیجدیا۔

زبیدہ خاتون

زبیدہ خاتون ہارون رشید کے چچا کی دختر اور اُسکی نہایت پیاری اور عزیز بی بی تھی۔ یہ بھی مثل ہارون رشید کے نہایت پاکدامن صاحب عفت و عصمت اور بڑی عابدہ و زاہدہ اور اعلےٰ درجے کی سخی اور فیاض تہی۔ زبیدہ کی ایکسو کنیزوں کو قرآن شریف حفظ یاد تھا اور زبیدہ کو اگر کچھ کام تھا تو وہ قرآن خوانی کا تھا۔ اُن سو کنیزوں میں سے ہر ایک تین سپارے روز پڑھا کرتی تھی

زبیدہ خاتون کا محل مثل شہد کے چھتہ کو تہا جو ہر وقت قرآن پڑھنے کی صداسے گونجتا رہتا تھا۔

زبیدہ خاتون کا فیض ابتک جاری ہے

یہ بات زبیدہ خاتون ہی کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے ہے کہ پاک شہر مکہ میں اول ہی اول
یہ پانی بہت کثرت اور بڑی اچھی طرح سے بہم پہونچایا گیا تھا اس سے پہلے پانی کی وہاں بہت
قلت تھی اور خصوصًا حج کے ایام میں جو ایک عظیم الشان سالانہ مجمع ہوتا تھا تو پانی کی ایک ایک
مشک ایک ایک دینار (یا پانچ روپیہ) میں آبا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں اس سڑک پر جو بغداد سے
مکہ شریف کو جاتی ہے زبیدہ خاتون نے بہت سے کنویں (چاہ) بنوا دیئے تھے اور حجاج
کے آرام کے لیے متعدد کاروانسرائے بنوا دیں تھیں۔

زبیدہ خاتون کا انتظام خانہ داری

زبیدہ خاتون کی خانہ داری کا انتظام بھی بڑی فیاضی اور صرف کثیر سے ہوتا تھا زبیدہ کیلیے
سونے اور چاندی کی رکابیوں اور طباقوں میں کھانا چنا جاتا تھا اس سے پہلے عرب کے دستور
کے موافق صرف سفرہ بچھایا جاتا تھا یا چمڑہ کا دسترخوان ہوتا تھا اور امیروں اور بادشاہ سب کا
یہی دستور تھا اور جس محل یا ہودہ یا تخت پر زبیدہ سوار ہوتی وہ آبنوس یا صندل کی لکڑی کا
بنا تھا اور چاندی سے مرصع اور نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

زبیدہ خاتون کا باڈی گارڈ

زبیدہ نے اپنی کنیزوں کا اپنے لیے ایک باڈی گارڈ بنایا تھا اور انکو زرق و برق زرتار
وردیاں بنوا دی تھیں اور جہاں زبیدہ جاتی یہ باڈی گارڈ اسکے ہمراہ ہوتا تھا۔ زبیدہ خاتون
کی یہ رسم پھر بغداد کے تمام دولتمندوں اور امرا اور اشرافوں نے اختیار کر لی۔

ہارون رشید کی سوانح عمری کی تحریر کیوقت اس زمانہ کی پولیٹکل مصلحتوں پر خیال کرنا لازمی و ضروری ہے

ہارون رشید کے چال چلن عادات و اطوار پر بحث کرتے ہوئے یا اسکے حالات لکھتے
ہوئے ہمکو زمانہ حال کی خوبیوں اور نیکیوں کو سند گردانکر اسکے کام ہرگز ہرگز موازنہ کرنا نہیں چاہیئے
بلکہ ہمکو یہ بات لازمی و ضروری ہے کہ ہم اس خلیفۂ عالیشان کے زمانہ کی پولیٹکل مصلحتوں پر
بھی پورا خیال دوڑالیا کریں۔

• ہارون رشید کو دینی احکام اور اپنے مذہبی حقوق میں بے نہایت یقین تھا اور یہ بات کیونکر نہ ہوتی
کیا وہ خدا کے رسول کا جانشین اور خلیفہ نہ تھا اور روئے زمین پر کیا وہ ظل اللہ نہ تھا۔

اُس کا یہ خیال تھا اور اس خیال میں تمام لوگ اُس سے متفق تھے کہ خلیفہ کو اس بات کا پورا اور جائز اختیار حاصل ہوتا ہے کہ جس کسی پر اُسکو شبہ ہو تو اُسکو قتل کر دے۔ کیونکہ اُسکے احکام میں بحث کرنا گویا اسلام کے برخلاف بغاوت کرنا ہوتا تھا اور کفر کا خوف ہو جاتا تھا۔

جعفر برمکی نے خود اپنے قتل کے حکم میں خلیفہ کے اختیار حکم قتل پر اغلباً کوئی بحث نہیں کی اور درحقیقت ایسا کوئی شخص بھی نہیں کر سکتا تھا گو عموماً حکم سزا پر لوگوں نے واویلا کیا اور ماتم برپا کیا یا اپنے دلوں میں سزا کے واجبی ہونے پر شک کیا۔

مستند اور معتبر کتابوں کا ترجمہ

مَیں نے اِس کتاب میں خلیفہ ہارون رشید کے تمام شہنشاہانہ اور پولیٹکل واقعات جو معتبر اور مستند کتابوں سے مِل سکے لکھدیئے ہیں۔ اب تک تو ہمنے خلیفہ ہارون رشید کو ویسا خوش مزاج نہیں پایا جیسا کہ ہم الف لیلہ میں پڑھا کرتے ہیں لیکن یہ بات خوب ذہن نشین اور یاد کر لینی چاہیے کہ الف لیلہ میں جو ہارون رشید کا ذکر ہے وہ صرف اُن واقعات کا ہے کہ جن میں اُسکے خوش مزاج دوست برمکیوں کا اُس پر اثر تھا۔ یا جسوقت کہ وہ سلطنت کی ذمہ واریوں اور حزم و احتیاطوں سے آزاد ہو کر سیر کو نکلا کرتا تھا اُس وقت کا ذکر ہے۔

اب ہم اِس کے متعلق چند افسانہ جات لکھکر کہ جن سے مشرقی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ہارون الرشید کے رنج کے حالات لکھیں گے۔

باب پنجم

خلیفہ ہارون رشید کی نجی کے حالات

الف لیلہ پر مختصرانہ رائے

الف لیلہ کے قصوں میں ہارون رشید کا نام اسقدر کثرت سے موجود ہے کہ اُسکے عہد کے چھوٹے چھوٹے
واقعات کی آگاہی کے لیے ہم کو اِس کتاب کی جانب فطرتاً رجوع ہونا پڑتا ہے۔ مگر اس بارہ میں یہ کتاب
ایک انگریز کے لیے کافی نہیں ہو سکتی کیونکہ کم سے کم الف لیلہ کے بہت سے افسانوں میں خلیفہ نے جو حصہ لیا ہے وہ
بالکل ماتحت حصہ ہے یعنی ہارون رشید کا تبدیل لباس کرکے بغداد کے کوچوں میں پھرنے سے صرف دوسرے لوگوں
کے قصوں کا پتہ لگتا ہے اِس کا سب سے بڑا سبب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون رشید کے متعلق جسقدر قصے
ہیں اُن کا یا تو ذو معانی الفاظ ہونے کیوجہ سے ٹھیک ترجمہ نہیں ہو سکا اور یا یہ کہ ہنسی اور مذاق کے الفاظ
کے مشتبہ و مترادف ہونے سے اُن الفاظ کا اصلی مطلب اور معانی کا لطف حاصل نہ ہوسکا۔

انگریزی زبان میں پُرانی وضع کی الف لیلہ وہ ہے جو مسٹر گیلنڈ نے فرانسیسی زبان سے ترجمہ کیا ہے اور
اُسیکو لوگ عموماً کثرت سے پڑھتے ہیں لیکن اس ترجمہ سے مثل اصل عربی کتاب کے پورا پورا لطف حاصل نہیں ہوتا
اور نہ اس کتاب سے مشرقی ممالک کی طرز زندگانی اور معاشرت کا پُورا پورا احوال معلوم ہوتا ہے۔ اِس ترجمہ کی
نسبت اُس ترجمہ سے زیادہ حالات معلوم ہوتے ہیں جو مسٹر لین نے حال میں کیا ہے۔

اوّل الذکر ترجمہ میں بعض قصہ جات میں تو نفس مطلب بھی خبط کر دیا گیا ہے۔ مثلاً اس امر کے معلوم ہونے
سے بہت سے ناظرین حیران رہجاوینگے کہ الف لیلہ کے دو سب سے عمدہ قصے یعنی الہ دین اور
اس کا عجیب وغریب چراغ، اور علی بابا یا چالیس ٹھگوں کا قصہ، یہ دونوں قصے عربی کی اصل کتاب الف لیلہ
میں موجود نہیں ہیں علی بابا کا قصہ تو میں نے خود عربی کی ایک کتاب میں دیکھا ہے گو جس طور سے الف لیلہ میں ہے
اُس سے ذرا مختلف ہے لیکن یہ بات مشتبہ ہے ابھی تحقیق نہیں ہوئی کہ آیا الہ دین کا قصہ مشرقی ممالک
کا افسانہ ہے یا نہیں کیونکہ الف لیلہ میں جو اُسکی طرز معاشرت کا حال لکھا ہوا ہے تو وہ بالکل عربوں کے شہر کے

طرز کی مانند ہیں۔ الف لیلہ کے بہت سے قصے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر زبان کی کتابوں سے اور اغلبًا ایرانی قصجات سے لیے گئے ہیں۔

…ن مشتبہ ہے … جنہیں ملا

ہمکو منجملہ الف لیلہ کے قصوں کو دوبارہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اُن سے ہر شخص واقف ہے الف لیلہ کا بڑا حصہ تو بالکل خالص افسانوں ہی سے پُر ہے۔ یا یہہ کہو کہ خلیفہ ہارون رشید کی چوراتوں کو بغداد میں پھرا کرتا تھا اسوجہ سے پُرانے زمانے کے قصے شہرت پاگئے۔ حمّال اور خاتونان بغداد اور تینوں قلندروں کے قصہ میں خلیفہ کا تو صرف یہ ذکر ہے کہ وہاں سب کا قصہ سُنتا ہے اور ختم قصہ پر ایک خاص خاتون سے شادی کرلیتا ہے۔ یہ قصہ یا یہ کہو کہ قصوں کا یہ سلسلہ بطور ایک سحر کے قصہ کے دلچسپ ہے اور اُسکے آخر میں خلیفہ کو ایک جنیہ جو مسلمان ہے خلیفہ کو مذہب اسلام کا پیشوا سمجھکر اسکو سلام کرکے خلیفہ سے ملاقات کرتی ہے

جن عفریت اور غول کی تشریح۔

ممالک مشرقی میں بھی پریوں کی بابت اُسیطرح سے فسانجات مشہور اور مروج ہیں جیسے کہ یورپ میں ہیں لیکن ان ہر دو ممالک کے قصہ میں پریوں کی طاقت اور قوت میں کچھہ اختلاف ہے۔ ایرانی لفظ پری اور انگریزی لفظ فیری دیری بلحاظ مخرج ایک ہی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ عرب کے قصوں میں یہ نظر سے پوشیدہ وجود یا تو جن ہوتا ہے یعنے بہت بڑی قوت اور طاقت والا دیو جو بجائے خاک کے آگ سے پیدا ہوا ہے لیکن اور دیگر باتوں میں انسان سے مشابہ ہوتا ہے یا عفریت ہوتا ہے جو بہت ہیبتناک اور عجیب الخلقت دیو ہوتا ہے لیکن بہت ہی شریر اور نقصان رسان ہوتا ہے۔ عربوں کے قصوں میں عجیب الخلقت مخلوقات اور بھی ہوتی ہیں مثلاً ہامہ یا صدیٰ اور یہ ایک قسم کا بھوت ہوتا ہے جو مقتول آدمی کے سر میں سے نکلتا ہے اور قصاص لینے کیلئے چلایا کرتا ہے علاوہ ازیں ایک غول ہوتا ہے جو آدم خور بھی ہوتا ہے اور آدمی کا خون بھی چوستا ہے اور الف لیلہ کے ناظرین غول کے نام سے تو خوب واقف ہونگے۔ مثل پُرانے زمانے کے قصوں کے ایک اور عجیب الخلقت جانور کا ذکر عربی قصجات میں ہوتا ہے جسکے اوپر کا نصف جسم انسان کے جسم کے مانند ہوتا ہے اور اُسکے وجود کی بابت اسدرجہ یقین کیا جاتا ہے کہ بہت سے عرب مصنفین نے تو یہی تحریر کردیا ہے کہ یمن کے لوگ اس جانور کا شکار کرکے اُسکو بطور خوراک کے کھاتے ہیں۔ عربوں کے قصجات میں ساحروں اور جادوگرنیوں کا بھی بیان ہوتا ہے جنکو بھی انسانی معمولی قوت کے علاوہ مثل جنوں کے زور و قوت حاصل ہوجاتا ہے اور تمام جادو اور سحر کا منبع شہر بابل کے ایک کوئے (چاہ) میں ہے جہاں آسمان سے پھینکے ہوئے دو فرشتے ہاروت اور

بدمعت نام اپڑیوں کے بل اوندھے لٹکے ہوئے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی لٹکے رہیں گے۔ جو شخص اُن سے سحر سیکھنے جاتا ہے تو وہ دونوں اُسکو خوشی سے جادو سکھاتے ہیں۔

تین سیب یا زن مقتولہ

الف لیلے میں تین سیبوں کا ایک قصہ ہے جس میں ذکر ہے کہ ایک ماہی گیر نے خلیفہ کی قسمت بدکر دیا میں جال پھینکا اور جب جال دریا میں سے کھینچا گیا تو اُس میں ایک جوان عورت کی نعش نکلی۔ نعش کو دیکھکر ہارون رشید نے جعفر سے کہا کہ یا تو اس مقتولہ کے قاتل کا پتا لگا ورنہ میں تجکو قتل کر دونگا۔ اس قصہ میں ایک ایسے حادثہ کا ذکر ہے جو درحقیقت واقع ہوا ہوگا لیکن ہماری اس تاریخ سے اس قصہ کا کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

نورالدین اور انیس الجلیس

نورالدین اور انیس الجلیس یا جس طرح کہ پرانے ترجموں میں ہے نورالدین اور خوبصورت کنیز ایرانی کے قصہ میں بھی خلیفہ ہارون رشید کا ذکر ہے اور وہ اس طرح ہے کہ خلیفہ ایک رات دریائے دجلہ میں اپنی شاہی کشتی میں بیٹھا ہوا سیر کر رہا تھا یکایک وہ یہ دیکھکر نہایت متعجب ہوا کہ دریائے دجلہ کے کنارے پر خلیفہ کی سیر اور خوش طبعی کیلئے جو محل بنے ہوئے تھے اُنمیں سے ایک محل میں اسقدر روشنی ہو رہی ہے کہ وہ محل روشنی کیوجہ سے بقعہ نور بن رہا ہے خلیفہ اس روشنی کا سبب دریافت کرنیکے لیے کشتی سے اُترا اور پوشیدہ طور سے وہاں گیا۔ وہاں جاکر ہارون رشید نے یہ دیکھا کہ اُس محل کا داروغہ جو ایک شیخ تھا اور علم و فضل عبادت و تقویٰ و زہد کیلئے ابتک مشہور تھا اُسکے پاس ایک نوجوان آدمی اور ایک کنیز بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ تینوں شراب کے پینے میں مشغول ہیں یہ جوان آدمی اور یہ کنیز کسی مقامی گورنر کے خوف سے بغداد بھاگ کر آئے تھے خلیفہ اور جعفر ایک درخت پر چڑھ گئے اور اُنکو دیکھنے لگے درخت پر سے خلیفہ نے دیکھا کہ شیخ ابراہیم ایک بانسری نکالکر لایا جسکو ہارون رشید اپنے دربار کے مغنی سے سُنا کرتا تھا اور شیخ نے وہ بانسری اُس کنیز کو بجانے کے لیے دی یہ دیکھکر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اگر یہ کنیز اچھا نہیں گاویگی تو خدا کی قسم میں تجھکو اور ان سب کو قتل کر دونگا۔ لیکن اگر اسنے اچھا گایا تو میں ان سب کی خطائیں معاف کر کے عدم نگرانی کی وجہ سے تجھکو پھانسی دیدونگا۔ جعفر نے کہا کہ یا اللہ یہ کنیز اچھا نہ گاوے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ یہ کیوں۔ جعفر نے جواب دیا کہ تاکہ پھر آپ ہم سب کو قتل کر ڈالیں اس لیے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد

لیکن اس کنیز نے اِس خوش الحانی سے گایا کہ ہارون رشید کا تمام غصہ وغیرہ جاتا رہا اور خلیفہ نے چاہا کہ میں بھی بھیس بدلکر انکی محفل میں شریک ہوجاؤں۔ ایک ماہی گیر خلیفہ کی ممانعت کی ہوئی جگہ میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ خلیفہ نے عارضیاً اُس سے اُسکے کپڑے لیلئے پہنے۔ اور کچھ مچھلیاں لیکر شیخ اور اُسکے دوستوں کے پاس پونہچا اور اُنکے ہاتھ کچھ مچھلیاں فروخت کین۔ ان مچھلیوں کو خلیفہ نے اپنے ہی ہاتھ سے پکایا اور کھانا کھانے میں اُن لوگوں نے اس ماہیگیر (خلیفہ) کو بھی شریک طعام کرلیا۔ پھر اُسکے آگے کا یہ قصہ کہ کس طرح یہ جوان آدمی بصرہ کے بادشاہ کے وزیر متوفی کا بیٹا نکلا اور بہت سی مسافت اور سیاحت کے بعد کہ جسکے دوران میں وہ اپنے حریف کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہوتے بال بال بچگیا۔ اور بعد ازاں خلیفہ کی ملازمت میں مع اپنی کنیز کے کیسی فارغ البالی سے زندگی بسر کی ناظرین یہ سب قصہ الف لیلہ میں معلوم کرسکتے ہیں۔

ں رشید کی
لت اور فراست

الف لیلہ کے دیگر مشہور قصوں میں ایک تو جھوٹے خلیفہ کا قصہ ہے۔ ایک شخص جعلی ہارون رشید بنکر شاہی بجرے میں رات کو دریائے دجلہ کی سیر کیا کرتا تھا۔ ہارون رشید ایک رات بھیس بدلے دریا پر جا نکلا۔ وہاں اس مصنوعی خلیفہ سے ہارون رشید کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ پھر اس وضعی خلیفہ کی سیر موقوف ہوگئی۔

ایک اور سوتے جاگتے کا قصہ ہے جو کہ اب ہر مشہور زبان میں ترجمہ ہوگیا ہے۔ دو قصے الف لیلہ میں ایسے لکھے ہوئے ہیں جنمیں ہارون رشید کی معدلت او انصاف و فراست کا ذکر ہے۔ لیکن یہ دونوں قصے ایک عیسائی آدمی کے کان کو عجیب معلوم ہونگے اور وہ یہ ہیں کہ ایک باورچی اِس جرم میں ماخوذ ہوا کہ وہ جن ٹیونیں گوشت بھر کر سموسہ بیچتا ہے وہ انسانی خوراک کے قابل نہیں ہوتی ہے وہ نانبائی خلیفہ کے حضور میں سزا کیلئے پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کا کان کاٹ کر اسکی دوکان کے دروازے پر ایک کیل میں ٹانگ دو اور اُسکے تمام سموسے شہر کے دروازہ کے باہر پھنکوا دو۔ اسی طرح ایک اور نانبائی ماخوذ ہوا وہ اپنے آٹے میں خراب آٹا ملاتا تھا اور وزن میں بھی روٹی کم تولتا تھا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسکو اُسکے تنور میں زندہ جلادو اور اُسکی دوکان گراکر زمین کے برابر ہموار کردو۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد وزیر اعظم جعفر نے جرأت کرکے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیرالمومنین! یہ سزا تو بہت ہی سخت ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہاں شاید میں نے جلدی میں اُسکو یہ سزا دیدی ہے۔ پھر جعفر کو حکم دیا کہ شہر کے

سوداگروں کی نگرانی کیلئے تم پولیس کیواسطے نئے قوانین مرتب کرو۔

ممالک مشرق میں بادشاہوں کو اپنی رعایا کی جان لینے کا جو اختیار ہوتا ہے وہ چونکا دینے والا ہے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید سے ایک یہودی نجومی نے یہ پیشینگوئی کی کہ تم ایک سال کے اندر اندر مرجاؤ گے۔ یہ سُنکر ہارون رشید کو بڑا فکر ہوا اور کھانا پینا اور سب عیش و آرام چھوڑ دیئے۔ آخر کار یحییٰ وزیر اعظم نے جو جعفر کا باپ تھا یہ ارادہ کیا کہ میں خلیفہ کا فکر دُور کر کے اُسکے دل کو مطمئن کر دونگا۔ اُسنے اِس نجومی کو خلیفہ کے حضور میں بُلوا کر اُس سے یہ دریافت کیا کہ تم خود کب تک زندہ رہو گے۔ یہودی نے جواب دیا کہ میرا نجوم تو یہ کہتا ہے کہ میری بہت بڑی عمر ہوگی۔ یحییٰ نے ہارون الرشید سے دریافت کیا کہ امیر المومنین! اگر آپ ارشاد کریں تو میں اِس نجومی کو فوراً مار ڈالوں۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں اجازت ہے۔ یحییٰ نے اُس بدقسمت کا سر اُسی وقت اور وہیں تلوار سے اُڑا دیا۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپنے اِس شخص کی پیشینگوئی کا جھوٹ اور سچ ملاحظہ فرمالیا۔ خلیفہ کا رنج و فکر جاتا رہا اور اسکو اطمینان حاصل ہوگیا۔ جن جن مورخوں نے یہ واقعہ لکھا ہے اُنھوں نے یحییٰ کے اِس کام کو ہوشیاری اور عقلمندی ہی نہیں لکھا ہے بلکہ انسانی ہمدردی اور قابل تعریف کام خیال کیا ہے۔ اسی وجہ سے مشرقی علما اور فضلا نے اپنے بادشاہوں کے دلوں میں آداب اور اخلاق کے قاعدوں کو ذہن نشین کرنیکے لیے اپنے فرائض کا ایک جزو ضروری یہ بات ہی سمجھ لی تھی کہ وہ اپنے شہنشاہ کو جس قسم کی نصیحت کرنا یا مشورہ دینا چاہتے تھے تو اُسکے مناسب حال ایک قصہ بنا کر بالواسطہ مشورہ دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی نصیحت یا مشورہ بلا واسطہ دیا جاتا تو اُس مشورہ کی عوض اُس مشیر کا سر کٹوا دیا جاتا تھا

ہارون الرشید کا نیند کا حال

ہارون الرشید کو نیند بہت کم آتی تھی۔ اِس لیے دل بہلانیکے بسبب وہ یا تو بہ تبدیل لباس بغداد کے کوچہ و برزن میں پھرا کرتا تھا اور اُسوقت اُسکے ہمراہ اُسکے معتمد ہمراہی جعفر اور مسرور ہوا کرتے تھے۔ یا وہ لیٹا ہوا دل بہلاؤ قصے اور کہانیاں یا عمدہ عمدہ نظمیں سُنا کرتا تھا۔ الف لیلہ کی تحریر کا باعث زیادہ تر یہی امر ہے۔ الف لیلہ میں بہت سے وہ قصے مندرج ہیں جو ہارون الرشید کی نیند کے نہ آنیکے وقت اُس کے حضور میں اُسکا دل بہلانے کیلئے کہے جایا کرتے تھے

جعفر یحییٰ اور مسرور کا معاملہ

ایک بار ایسے ہی موقع پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ آج مجھے نیند نہیں آتی ہے اور میرا دل پریشان ہے اور میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ یہ سُنتے ہی مسرور جو پاس کھڑا ہوا تھا بے تحاشا کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ ہارون رشید نے مسرور سے خفگی سے پوچھا کہ تو میری بات پر ہنستا ہے۔ یا تو دیوانہ ہوگیا ہے؟ خواجہ سرا نے جواب دیا کہ خدا کی

قسم یا امیر المومنین! آپ تمام پیغمبروں کے سرتاج در سول مقبول کے رشتہ میں ہیں مجھے اُسی شخص کی قسم! جب آپ کو
یہ بات نہیں ہے۔ وہ بات اور ہے کہ جسکی وجہ سے مجھے ہنسی ضبط نہو سکی اور وہ یہ ہے کہ میں نے کل ایک آدمی ابن الغربی
نام کو دجلہ کے کنارے سب لوگوں کو ہنساتے اور محظوظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت اُسکی یاد آ کر مجھے یکایک ہنسی آگئی
اور اس بات کی میں بجا عذری آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ تو ابھی جا کر اُسکو فوراً یہاں بلا لا۔ مسرور گیا
اور اس ظریف کو تلاش کر کے دربار میں لے آیا۔ لیکن خلیفہ کے حضور میں لانے سے پیشتر مسرور نے اُس ظریف سے یہ
ٹھیرا لیا کہ جو کچھ انعام امیر المومنین تجھکو دیں اُسمیں سے ⅔ دو تہائی مجھے دینا اور باقی ⅓ تو لینا۔ بہت سی بحث اور تکرار
کے بعد ابن الغربی نے یہ بات منظور کر لی اور پھر یہ دونوں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

معمولی آداب و سلام کے بعد خلیفہ نے اُس ظریف سے کہا کہ اگر تمھاری باتوں سے مجھکو ہنسی نہیں آئیگی تو
میں تمھارے یہ چمڑے کا بیگ تین بار ماروں گا۔ یہ کہہ کر ایک بیگ کیجانب اشارہ کیا جو خلیفہ کے پاس پڑا
ہوا تھا۔ ابن ظریف نے جسکو درحقیقت ایک دفعہ اول بھی ڈنڈوں سے پٹنے کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اِس بیگ سے
تین دفعہ پٹنے کو بہت ہی خفیف تصور کیا۔ مگر تاہم جسقدر اُس کے امکان میں تھا نہایت ہی لطیف و ظریف
باتیں سنائیں کہ جن کے سننے سے ایک مغموم اور دیوانہ آدمی کو بھی ہنسی آئے بغیر نہ رہ سکتی لیکن خلیفہ کے چہرہ پر مسکراہٹ
تک نہیں آئی۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ اب تم مار کھانیکے مستحق ہو گئے۔ اور بیگ اُٹھا کر خلیفہ نے ایک بیگ ظریف کو
ماری۔ اُسکے لگنے سے ایک آواز نکلی کیونکہ بیگ میں چھوٹے چھوٹے پتھر بھرے ہوئے تھے اور اس چوٹ کے
لگنے سے ظریف کو بڑی تکلیف ہوئی۔ ظریف نے خلیفہ سے عرض کیا کہ آپ ذرا صبر فرماویں۔ کیونکہ میرا اور مسرور کا
یہ معاہدہ ہو گیا تھا کہ جو کچھ امیر المومنین عنایت فرمائیں گے اُسمیں سے ⅔ حصہ مسرور کا ہوگا پس آپ باقی کے یہ دو بیگ
مسرور کے ماریئے تاکہ بموجب معاہدے کے اُس کا حصہ اُسکو پہنچ جاوے۔ یہ سنکر خلیفہ نے مسرور کو بلوایا اور اُسکے بیگ
مارنا شروع کیے۔ ایک ہی بیگ کھا کر مسرور پکارا کہ امیر المومنین مجھکو تو ایک تہائی ہی کافی ہے۔ اس ظریف ہی کو دیجیے
یہ سنکر خلیفہ کو اسقدر ہنسی آئی کہ ضبط نہو سکی۔ ہارون الرشید بہت ہی ہنسا۔ اور اُن دونوں کو انعام دیکر رخصت کیا۔

مبالغہ

الف لیلہ کے اور بہت سے دیگر چھوٹے چھوٹے قصّے اور نیز دیگر عربی مورخین کی اور بہت سی تصنیفات ہیں
جنمیں ہنسی اور دل لگی کی بے شمار باتیں ہیں جنکا یہاں بیان کرنا ناممکن ہے۔ اُن قصوں میں سے بطور مثال کے چند ایک

واہیات باتیں ہارون الرشید کے دربار کے بڑے بڑے امرا کی ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اسلئے خلیفہ اور اسکے درباریوں
اور ندما کا اخلاق بہت ہی کم درجہ کا ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ زمانہ حال کی بُرائیوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے

سلہ یہ باتیں قابل اعتماد اور معتبر نہیں ہیں جیساکہ خود بیچارے مسٹر پامر صاحب نے لکھا ہے کہ ان باتوں میں نہایت درجہ کا مبالغہ کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مسٹر پامر اور دیگر مورخین الف لیلہ کے قصوں کو باستثنائے چند خالص افسانہ ہی سمجھتے ہیں۔ پھر یہ باتیں سچ کس طرح تصور کیجاویں۔ جب ایک بیان کا طرز ہی جھوٹا مان لیا گیا تو بیہودہ بیان کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی دیگر کتابوں کا حال ہوگا مسٹر پامر نے کسی کتاب کا یا اسکے مصنف کا نام نہیں لکھا۔ ورنہ اسکی بابت بھی حق درست ہونے پر بحث کیجاتی۔ یہ دلیل مسٹر پامر کی سمجھ میں نہیں آتی کہ بفرض محال۔ اگر ان درباریوں کے خراب خصائل ہونے پر یقین بھی کر لیا جائے۔ تو انکی بُرائی سے خلیفہ ہارون الرشید کا اخلاق کم پایہ کا کیوں ہو جاتا ہے؟ یہ وہی مثل ہوئی کہ جرم کرے کوئی اور پکڑا جاوے کوئی یعنی جرم کسی کا اور الزام کسی پر۔ اگر بالواسطہ خلیفہ پر یہ حملہ اسطرح کیا گیا ہے کہ ایسے نالائق درباریوں کو اُسنے اپنے دربار میں کیوں جگہ دی اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو عقل و قیاس اس بات کو نہیں مانتے کہ ایسا بادشاہ عالم و فاضل بادشاہ اپنی صحبت میں ایسے رذیلوں کو جگہ دے۔ اور بر تقدیر اگر کوئی ندیم خفیہ طور سے ایسا ہو بھی تو خلیفہ کو غیب کا حال کس طرح معلوم ہو جاتا وہ بھی تو انسان تھا سوا خدائے تعالےٰ کے انسان غیب کب جان سکتا ہے۔ پامر صاحب نے الف لیلہ کا صرف حوالہ ہی دیا ہے۔ مگر افسوس اُن قصوں کی تشریح نہیں کر دی کہ جنسے ہارون الرشید کے درباریوں کی بُرائی زمانہ حال کی بُرائیوں سے بدتر ثابت ہوتی ہے۔ الف لیلہ ہمارے سامنے ہے۔ کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا مکرر سہ کرر کا تو کیا ذکر ہے مگر ہم کو برائیاں نہیں معلوم ہوئیں۔

یقین ہے کہ ناظرین! آپنے الف لیلہ تو کئی بار پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب قصوں کی نہایت مشہور ہے اور ہر جگہ ملسکتی ہے۔ اس امر کی زیادہ بحث آپ کیلئے چھوڑی جاتی ہے مگر ہم اسیطرح دیگر کتابوں پر اپنا قیاس دوڑاتے ہیں کہ اُنکے الزام بھی غلط ہونگے

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ کوئی زمانہ کبھی بھی برائیوں سے خالی نہیں رہا۔ دیگر ممالک کے مصنفین نے تو اپنے یا دیگر ملکوں کے بادشاہوں پر ایسے صاف صاف الفاظوں میں حملہ کیا ہے کہ جن کا بیان باعث شرم ہے۔ خیر ان بیچارے عربی مصنفین نے حسب بیان مسٹر پامر تو غنیمت ہے کہ درباریوں پر ہی حملہ کیا۔ براہ راست خلیفہ پر نکیا۔ اگر اپنی طلاقت لسان سے خلیفہ پر خراب سے خراب بُرائیاں تھوپ دیتے تو انکا کوئی کیا کر لیتا۔ مصنفین ایسے نڈر قلم کے آگے بادشاہ اور امرا کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ اس بات کی دو ایک تمثیلیں یہاں درج کیجاتی ہیں۔ چارلس ڈکنز صاحب نے اپنی کتاب ٹیل آف ٹو سٹیز میں فرانس کے شہنشاہ اور وہاں کے امرا کی واہیات باتوں زنا بالجبر قتل اور غارتگری اور لوٹ مار کا کیسا کیسا حال لکھا ہے کہ جس کے پڑھنے سے دل کانپ جاتا ہے۔ انہی صاحب نے اپنی ایک دوسری کتاب دی اولیور ٹوسٹ میں انگلستان کے غریب خاندانوں کے بچوں کے اور دیگر وغیرہ باتوں کا حال لکھتے ہوئے حکام پر غفلت کا جرم کس طرح لگایا ہے۔ اسیطرح ایک مصنفہ میری ہینٹ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب ... میں انگلینڈ کے بادشاہ ایڈورڈ چہارم اور اسکے ندما اور درباریوں پر کوئی واہیات یا بُری بات ایسی نہیں چھوڑی جس کا الزام ان بیچاروں پر نہ تھوپا ہو جیسے ایڈورڈ چہارم کا زبردستی خوبصورت عورت کو اسکے خاوند سے چھین لینا درباریوں کی سازش۔ فریب مکر و دغا۔ اور شہد پن۔ غرضکہ کوئی بُرائی ایسی نہیں چھوڑی

عذر گناہ بدتر از گناہ کی عملی تمثیل

مگر ہاں اس بات کے ساتھ ہم کو اس امر واقعہ کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ابو نواس جو ان تمام قصہ کہانیوں کا بیان کرنیوالا ہے وہ دربار کا مسخرہ تھا۔ اور اغلب یہ ہے کہ حرم سلطانی کے کسی واقعہ کا حال جسکو یا تو خود خلیفہ یا اُسکے غلام اس سے بیان کرتے تو ابو نواس اُنہیں انتہا درجہ کا مبالغہ کر لیتا تھا

ہارون الرشید اور ابو نواس کے لطائف اور ظرافت کی سینکڑوں حکایتیں موجود ہیں۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ ایک دن ابو نواس نے خلیفہ کے حضور میں یہ مقولہ بیان کیا کہ اکثر عذر گناہ بدتر از گناہ ہوتا ہے خلیفہ کہتا تھا کہ نہیں۔ عذر ہمیشہ ہی بہتر ہوتا ہے اِس پر دونوں کا بہت مباحثہ ہوا۔ آخر میں اس شاعر (ابو نواس) نے عرض کیا کہ امیر المومنین! رات ہونے سے پیشتر میں آپ پر اس مقولہ کی سچائی ثابت کر دوں گا خلیفہ خفا ہوکر یہ کہکر کھڑا ہوگیا کہ اگر تم اپنا یہ اقرار رات تک پورا نہ کروگے تو میں تمھارا سر کٹوا دوں گا۔ رات کو خلیفہ جب اپنے حرم سلطانی میں گیا تو رات کے اندھیرے میں یکا یک ایک ڈاڑھی والے چہرہ نے خلیفہ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس طرح کہ ڈاڑھی کے بال خلیفہ کے مُنہ پر چبھے جس سے خلیفہ کو تکلیف ہوئی۔ خلیفہ نے نہایت غصہ سے حکم دیا کہ شمع لاؤ۔ اور ایک جلاد کو بلاؤ جب شمع آئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ جس ذات شریف نے میرے ساتھ یہ (بقیہ صفحہ گزشتہ)

جو تیزی لگائی ہو۔ اسی طرح ایک نہایت مشہور و معروف مصنف مسٹر جے۔ ڈبلیو ایم رینالڈ صاحب نے اپنی کتاب مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن میں جسکا اردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے اور جسکا نام دربار لندن کے اسرار رکھا گیا ہے۔ انگریزی قومی زندگی کا فوٹو۔ عیاشی کی بُرائیاں۔ بدمعاشی کے نتیجے ریاکاری کی خرابیاں سیاہ کاری کی سزائیں خلق اللہ کے ساتھ بدسلوکی کا معاوضہ۔ جرائم کی پاداش وغیرہ وغیرہ یہ سب اُس وقت کے شہزادوں معززاور مقتدر امرا۔ امیر لیڈیوں کی رفتار اور گفتار کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی بارہ جلدیں بڑی بڑی ضخیم ہیں۔ اسی طرح تلاش سے ہر ملک کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ ناظرین! مصنفین کونسی بُرائی ہے جو بادشاہوں اور امیروں اور رئیسوں پر مبالغہ سے نہیں لگاتے ؟ مسٹر پامر نے عربی کتابوں کا نام نہیں لکھا۔ ورنہ ہارون الرشید کے درباریوں کی بُرائیوں کا زمانہ حال کی بُرائیوں سے مقابلہ کرکے موازنہ کرتے مگر کتابوں کی گمنامی سے مجبوری ہے۔ جس کا ہم کو بھی افسوس ہے۔ ۱۲ از مصباح مترجم

کی سب ہے وہ ابونواس ہے جو خاموش کھڑے ہوئے ہین۔ خلیفہ نے خفا ہوکر پوچھا کہ اے شریر! اس حرکت سے تیرا کیا مطلب ہو؟ ابونواس نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! مین نے تو آپ کو زبیدہ خاتون تصور کرکے یہ حرکت کی تہی۔ افسوس کہ زبیدہ خاتون کے شبہ مین مین آپسے یہ حرکت کر بیٹھا۔ مین نے جیسے آپ اپنے اس جرم کا عذر کرکے معافی چاہتا ہون ہارون الرشید یہ سنکر اور زیادہ مشتعل ہوا اور پکارا کہ یہ عذر تو گناہ سے بھی بدتر ہو۔ یہ سنکر ابونواس نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! آپ کی زبان سے یہ لفظ (عذر گناہ بدتر از گناہ) کہلا منظور تہا۔ اور مین نے اپنے اقرار کے بموجب یہ مقولہ ثابت کردیا ہو۔ یہ کہکر ابونواس رخصت ہوا۔ اسپر خلیفہ نے ہنسکر اُسکی جانب اپنا ایک جوتا پھینکا۔

مرغ اور مرغی لطیفہ

ایک مرتبہ ایسے دل لگی کے موقع پر ابونواس خلیفہ سے پھر بازی لیگیا۔ ایک روز شام کیوقت خلیفہ مع اپنے ندمار کے دیوان خانے مین بیٹھا ہوا ہنسی مذاق کی باتین کررہا تہا۔ ابونواس ابھی تک نہین آیا تہا۔ اس لیئے دیر مین آنے کی وجہ سے سزا دینے کیلیئے خلیفہ ہارون رشید نے ایک عمدہ تجویز سوچی۔ خلیفہ نے ایک کھیل نکالا جس مین یہ قاعدہ رکھا کہ جس طور سے مین عمل کرون اسیطرح سب

لہ ہارون الرشید کے متعلق بہت سے غلط افسانے شہرت پکڑ گئے ہین جنکی کچھ اصلیت نہین اور طرہ یہ کہ بعض مشہور مصنفون نے بلاتحقیق ان بے سر و پا غلط واقعات کو اپنی تالیفات مین نقل کردیا ہو جس سے عوام کو اپنے غلط خیالات کیلیئے ایک ثبوت ملگیا ہے۔ بالخصوص بعض یورپین مصنفین نے ان کو صحیح سمجھکر ایسے مضحکات کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہو ایک عام قاعدہ ہو کہ جو شخص بسبب اپنی ذاتی خوبیون کے شہرت اور نیکنامی حاصل کرتا ہو اُسکی نسبت اچھی اور بُری سینکڑون روایتین خود بخود پیدا ہوجاتی ہین اور بعض حالتون مین اسقدر شہرت ہوجاتی ہے کہ متین لوگون کو اسپر تواتر کا شک ہوجاتا ہو۔ یہ بات ہارون الرشید پر ہی کچھ منحصر نہین ہے۔
یہ حکایت عذر گناہ بدتر از گناہ یا اس سے آگے کی حکایات مرغی اور مرغ کا لطیفہ جسکو ہامر صاحب نے ہارون کے واقعات مین ذکر کیا ہے ہم اسکو تمام ہندوستان مین ناواقفون کی زبان سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے دربار کی نسبت ملا دو پیازہ اور بیربل کے نام کی شہرت سے سنتے ہین عجیب تر یہ کہ بعض ناواقفون نے ان لطائف کو اُسکے دربار کے واقعی حالات سمجھکر انکی کتابین شایع کردین۔ ہارون رشید کی مانند اکبر کی بیدار مغزی اور شائستگی کی بہی تمام ایشیائی اور یورپین مورخین پوری پوری شہادت ادا کرتے ہین۔ تواریخ مین ان بے اصل افسانون کی کچھ بہی اصلیت نہین پائی جاتی۔ اب سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے ناشائستہ اور خرفات قصے ہارون رشید جیسے بیدار مغز بادشاہون کی نسبت عقل کے نزدیک کب قابل قبول ہوسکتی ہین ۱۲ اسمٰعیل مترجم

عمل کرین - جو عمدہ طور سے عمل کریگا اُس کو ایک دینار انعام دیا جاوے گا لیکن جو شخص عمدہ طور سے عمل نہ کریگا - اُسکے بارہ ڈنڈے لگائے جاوینگے - پھر ہارون الرشید نے کچھ انڈے منگائے اُن مین سے ایک انڈا لیکر اپنی مسند کے نیچے رکھ لیا - اسیطرح اپنے درباریون کو عمل کرنے کا حکم دیا جنہون نے ایک ایک انڈا اپنے نیچے رکھ لیا - وہ یہ سب انڈے چھپا ہی رہے تھے کہ اتنے مین ابونواس بھی آموجود ہوا - اب خلیفہ نے کھیل شروع کیا اور ابونواس کو بھی اپنے کھیل مین شریک کرلیا - جب ابونواس شریک ہوگیا تو خلیفہ نے مثل مرغی کے بولنا اور چلانا (کڑکنا) شروع کیا - اور ایک انڈا اپنے نیچے سے نکالا اس طرح سے کہ گویا مرغی نے انڈا دیا ہے - اسی طرح سب درباری عمل کرتے رہے یہانتک کہ اب ابونواس کی باری آئی - اُسکے پاس کوئی انڈا نہ تھا - وہ حیران تھا کہ مین یہ عمل کیسے کرون - اگر اسیطرح عمل نہ کرونگا تو بارہ ڈنڈے کھانے پڑینگے - اور سب درباریون کی شرارت سے بھری ہوئی نگاہین اُس کی جانب لگی ہوئی تہین کہ یکایک ابونواس اپنی جگہ سے جست کرکے کودا اور کمرے کے بیچ مین جا کھڑا ہوا - اور اپنے بازو اپنی پسلیون پر پھڑ پھڑا کے مارے - اور بڑے زور سے پکارا کہ ککڑون کون گویا کہ وہان اور سب مرغیان ہین اور صرف یہی مرغ ہے - اس پر خلیفہ اور سب حاضرین ہنس پڑے اور خوش ہوگئے اور ابونواس پٹنے سے بچ گیا -

ابونواس کی ڈاڑہی کا لطیفہ

ابونواس کی ایک اور ظریفانہ حکایت مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے ابونواس کی ڈاڑہی مول لے لی - اور حکم دیا کہ "اسے اب بھی بڑھائے جاؤ تا کہ لنبی ہوجائے جب ضرورت ہوگی مین لیلونگا" ایک دن دربار مین ابونواس نے کچھ ایسی حرکت کی کہ جس سے خلیفہ ناراض ہوا اور اُس نے بطور تنبیہ ابونواس کو حکم دیا کہ اپنی ڈاڑہی کا خیال رکھو یہ سنتے ہی ابونواس نے اپنے دونون ہاتھ دعا کرنیکے طور سے اُٹھائے اور زور سے پکارا کہ الحمد للہ! والشکر للہ! یہ ڈاڑہی اب پھر میری ہوگئی - کیونکہ امیرالمومنین خود فرماتے ہین - یہ سنکر خلیفہ ہنس پڑا اور اُسکا غصہ فرو ہوگیا -

اس حکایت سے اسپین کے بادشاہ کے ایک درباری کی بعینہ نظیر یاد آتی ہے - ایک مرتبہ شاہ اسپین نے بے توجہی سے ایک اپنے درباری سے لفظ "دوست" کہدیا - یہ لفظ سنتے ہی اُس

درباری نے فوراً ٹوپی اپنے سر پر رکھ لی۔ اس پر بادشاہ اسپین نے خفگی سے اُس سے دریافت کیا کہ اس آزادی اور گستاخی کی تو نے کس سے اجازت لی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور مجھکو ضرور امرائے اسپین کے زمرہ میں داخل کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس طرح دوست کہکر مجھسے گفتگو نہ فرماتے اور اسلیئے میں نے اُنہیں حقوق کی وجہ سے جو امرا کو حاصل ہوتے ہیں اپنی ٹوپی حضور کے سامنے اپنے سر پر رکھ لی ہے۔ اِس پر درحقیقت بادشاہ نے اُسکو زمرۂ اُمرا میں داخل کیئے جانیکا حکم دیدیا۔

ابونواس کی حاضرجوابی

ابونواس اپنی ظرافت اور حاضرجوابی کیوجہ سے کئی دفعہ علاوہ مار پٹنے کے اِس سے بھی زیادہ اور سخت سزاؤں سے بچ جاتا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کو شراب[1] پینے کی بہت عادت تھی اور

[1] خلیفہ ہارون الرشید کے شراب پینے یا مے نوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن نبید کا پینا علامہ موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ یہ نبیذ کھجور کی تاڑی یعنے تازہ عرق ہوتا تھا۔ جسکو نگمین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے اور علماء عراق نے اُسکی حلت کا فتویٰ بسبب اِسکے کہ اُس میں نشہ نہیں ہوتا تھا دیدیا تھا چنانچہ ابونواس لکھتا ہے ۔ اباح العراقی النبیذ و شربہٗ۔ عراقی سے امام ابوحنیفہ مراد ہیں اس قسم کے جلسے اور مے نوشی خلفا میں عام طور سے تھی بلکہ اُسوقت کی عام معاشرت کا یہی نمونہ تھا اور مے نوشی سے ہر جگہ نبیذ کا دور مراد ہے۔ المامون میں بھی حلت نبیذ کی بابت ایسا ہی احوال مرقوم ہے۔ مسٹر پامر کی اسی حکایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید شراب یا دیگر مسکر عروق پینا تو درکنار۔ ہرگز ہرگز اُنکو چھوتا تک نہ ہوگا۔ چونکہ اگر وہ خود شراب پیتا تو ابونواس کو صرف خیالی شراب پینے یا یہ کہو کہ نظم میں شراب کا پینا باندھنے پر کیوں ماخوذ کرتا۔ و بفرض محال اگر ہارون الرشید کی ایسی عادت ہوتی تو ابونواس جواب صاف صاف گفتگو کر رہا ہے کیا یہ ممکن تھا کہ وہ خلیفہ سے اپنے بچاؤ کے لیئے یہ نہ کہتا کہ میں نے تو شعروں ہی میں شراب کا پینا خیالی باندھا ہے اور آپ تو درحقیقت پیتے ہیں۔ جو حکم مذہبی میرے اوپر صادر ہوتا ہے وہی آپ پر ہوتا ہے مگر وہ کیسے کہتا خلیفہ میں درحقیقت یہ عادت تھی ہی نہیں۔ جو شخص مذہبی احکاموں کا ایسا پابند ہو کہ شراب کے پینے تک کے خیال سے اسقدر نفرت ظاہر کرے کہ شاعر کو سخت ترین سزا (قتل) دینا پسند کرے کہ تو یہ بات عقل کب مانتی ہے کہ وہ شراب خود پیتا ہوگا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو تو نہایت نفرت ہوگی چنانچہ علامہ ابن خلدون اور دیگر معتبر اور مستند مورخ اسبات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید شراب ہرگز نہ پیتا تھا۔ بلکہ تازی کھجور کی پیتا تھا کہ جس کی حلت کا فتویٰ مذہبی پیشواؤں نے دیدیا تھا اور نیز اسی کتاب میں مسٹر پامر یہ بات متواتر ثابت کرتے آئے ہیں کہ ہارون الرشید مذہب کا بڑا پابند تھا اور بڑا ہی عالم و فاضل تھا۔ جو شخص مذہب کا پابند ہو اور عالم باعمل اور فاضل اجل ہو۔ ایسی باتوں کا کرنا جو مذہبی احکام کے خلاف ہوں روا رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور جو یہ مسٹر پامر نے لکھا ہے کہ وہ دیگر احکام قرآن کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ اول تو اُسکے لیئے بھی مفصلہ بالا جواب کافی ہے۔ اور دوسرے یہ ایک بے دلیل بات ہے اور مسٹر پامر نے اسبات کی کوئی نظیر بھی نہیں لکھی۔ اس لئے بے دلیل بات کبھی بھی صحیح نہیں مانی جا سکتی ۱۲ از مصباح مترجم

علاوہ ازین وہ قرآن شریف کے دیگر احکاموں سے بھی تجاوز کرجاتا تھا ایکدن خلیفہ نے اسی بات
کی وجہ سے یہ حکم دیدیا کہ ابونواس کو اسیوقت اور اسیجگہ قتل کرڈالو۔ ابونواس نے عرض کیا کہ اے
امیرالمومنین! کیا آپ مجھکو بے جرم اور بلا دلیل صرف متلون المزاجی سے قتل کراتے ہین۔

ہارون الرشید نے کہا نہین بلکہ تم قتل کیے جانیکے مستحق ہو۔ اس شاعر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ
بھی گنہگارون کو اول اُنکے جرائم سے مطلع فرماتا ہی اور پھر اُن کو معاف کردیتا ہے فرمایئے کہ مین قتل
کیئے جانے کا کس وجہ سے مستحق ہون؟ خلیفہ نے کہا کہ تم نے جو ایک شعر کہا ہی جس کا مطلب یہ ہے
کہ اے ساقی مجھکو شراب پینے کو دے اور مجھ سے کہہ کہ یہ شراب ہی جبکہ میرے سب افعال
علے الاعلان اور ظاہر ہین تو تو مجھسے شراب کا نام یون چھپاتا ہی" اسلیئے شراب کے پینے کی وجہ سے
تم قتل کیئے جانیکے مستحق ہوگئے ہو۔ ابونواس نے پوچھا کہ امیرالمومنین! کیا آپ واقف ہین کہ
مجھے شراب دیدی گئی تھی اور مین نے اُسکو پی تھی؟ خلیفہ نے کہا کہ ہان مجھے ایسا شبہ ہی۔ ابونواس
نے کہا کہ کیا آپ مجھو شبہ پر قتل کرانا چاہتے ہین؟ حالانکہ قرآن شریف مین یہ حکم ہی کہ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
یہ سنکر ہارون الرشید نے جواب دیا کہ تم نے اور نظمین بھی ایسی ہی لکھی ہین جس کی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہو
مثلاً تمہارے شعر مین الحاد کا مضمون ہی اور جس کا مطلب یہ ہی کہ "کوئی شخص اسبات کی اطلاع دینے کیلیئے
واپس نہین آیا کہ آیا وہ جنت مین رہا یا دوزخ مین" ابونواس نے پوچھا کہ اچھا امیرالمومنین! آپ ہی
فرمایئے کہ کیا کوئی شخص اسبات کی ہم کو اطلاع دینے واپس آیا ہی؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ نہین یہ سنکر
ابونواس نے کہا کہ اسبات کا مجھے کامل یقین ہی کہ سچ بات کہنے مین آپ مجھے قتل نہ کرا دینگے خلیفہ
نے کہا کہ ان سب باتون کے علاوہ تم نے اپنے ایک شعر مین اللہ تعالیٰ کی نسبت نعوذ باللہ
کلمات بے ادبی کا اظہار کیا ہی اور اس شعر کا مضمون یہ ہے کہ "اے محمد تو ہی ایسا شخص ہی کہ مصیبت
کے طوفان کے پیدا ہونے کیوقت ہم سب کی آنکھین تیری ہی جانب لگی رہتی ہین۔ آ۔ تشریف لا
کیونکہ مین اور تو دونون ملکے آسمان کے بادشاہ کو شکست دیسکتے ہین" ابونواس نے خلیفہ سے
پوچھا کہ کیا پھر ہم نے اُس (اللہ) کو شکست دیدی؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ مین نہین جانتا کہ تم نے کیا کیا

ابو نواس نے کہا۔ کہ امیر المومنین! جس بات کو آپ جانتے ہی نہین ہین تو اُسکے عوض آپ مجھکو قتل نہ کرینگے۔ ہارون الرشید جواب دیتے دیتے تھک گیا اور اب اُس سے زیادہ صبر نہو سکا ابو نواس سے کہا کہ تم اپنی بیہودہ گفتگو بند کرو۔ تم نے ہمیشہ اپنی نظم مین ایسی ایسی باتون کا ذکر کیا ہے کہ جن کی وجہ سے تم قتل کے مستحق ہوگئے ہو۔ ابو نواس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یہ باتین آپکے جاننے سے بھی بہت پیشتر سے جانتا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہو (الشعراء یتبعھم الغاون الم ترانھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مالا یفعلون) اور شاعرون کی باتون پر وہ لوگ چلتے ہین جو گمراہ ہین۔ تو نے نہین دیکھا کہ وہ ہر وادی اور میدان مین سر مارتے پھرتے ہین اور وہ ایسی باتین کہتے ہین جنکو وہ نہین کرتے" خلیفہ نے فرمایا کہ ابو نواس کو جانے دو قتل نہ کرو۔ یہ تو کسیطرح گرفت مین آتا ہی نہین۔ اس طرح حاضر جوابی سے ابو نواس کی جان بچی۔

حمید طوسی کی حاضر جوابی

حاضر جوابی اور ظرافت بعض وقت بہت مفید پڑتی ہی اور اسکی تصدیق مفصلہ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے حمید طوسی ایک بڑا افسر تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اُس سے ناراض ہوگیا اور حکم دیا کہ اس کو فوراً اسی جگہ قتل کر دیا جاوے۔ یہ حکم سنکر حمید نے رونا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تو کس لیے روتا ہی۔ حمید طوسی نے کہا کہ مین مرنے کے ڈر سے نہین روتا۔ موت تو تمامی ذی حیاتون کیلیے عام تقدیر ہی لیکن مجھے اس بات پر رونا آتا ہو کہ افسوس! مین اس دنیا سے امیر المومنین کی خفگی کے دوران مین روانہ ہوتا ہون۔ ہارون الرشید کو ہنسی آگئی اُسکے قتل سے درگذرا اور اُس کی جان بخشی کر دی۔

اسحٰق مغنی کی حاضر جوابی کا صلہ

اصمعی کا بیان ہی کہ ایک بار ہارون الرشید نے اسحٰق کے راگ گانے کی تعریف کی اور اسیوقت بطور انعام کے ایک رقم زرکثیر اُسکو دیے جانیکا حکم دیا۔ اس مغنی نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپکے تعریفی الفاظ میرے راگ سے بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہین پھر آپ مجھے انعام کس لیے عطا فرماتے ہین؟ اس شکر گذاری کے صلہ مین خلیفہ نے اُسکو اور زیادہ انعام دیا۔ اسپر اصمعی لکھتا ہی کہ اُسوقت مجھے معلوم ہوا کہ اسحٰق روپیہ کے پیدا کرنے مین مجھسے زیادہ ہشیار ہی"

خلیفہ اور فضیل کی حکایت

ایک حکایت جو اُس زمانہ کی خصوصیات سے ہی اور جس سے اُس طریقہ کا پتہ لگتا ہی کہ جس طور سے خلیفہ ہارون الرشید نے اسقدر دولت انتہا جمع کی تھی وہ حسب ذیل ہی۔

ایک بار سفیان بن عُیینہ جو بغداد کے قاضی القضاۃ تھے اور علم حدیث کے بڑے مشہور اور مستند اور معتبر راوی ہین مع ایک عابد گوشہ نشین کے جن کا نام فضیل تھا۔ خلیفہ کے پاس آئے جب یہ خلیفہ کے محل مین داخل ہوئے تو فضیل نے پوچھا کہ خلیفہ کون ہی سفیان نے اشارہ سے بتلا دیا کہ یہ خلیفہ ہی پھر خلیفہ کی جانب مخاطب ہوکر فضیل نے کہا کہ "اے خوبصورت چہرہ والے" تو ہی وہ شخص ہی کہ جو لوگون پر حکمرانی کرتا ہی۔ اور تو نے ہی اپنے کندھون پر اسقدر ذمہ واری لی ہی۔ درحقیقت تو نے اپنے کندھون پر بھاری بوجھ دھرا ہی"

یہ نصیحتانہ گفتگو سنکے خلیفہ کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے جب رقت سے خلیفہ کو تسکین ہوئی تو حکم دیا کہ ان دونون بزرگون کو ایک ایک تھیلی زرنقد کی دیجاوے۔ مگر فضیل نے زر نقد نہ لیا۔ پھر چند خلیفہ نے اصرار کیا کہ آپ قبول کرلین اور اگر آپ کو خود اسکی ضرورت نہین ہے تو آپ اللہ تعالی کی راہ مین اسکو خیرات کردینا۔ مگر فضیل نے اسکے لینے سے قطعی انکار کردیا سفیان نے ان سے کہا کہ آپ لے لین۔ کیون اسقدر انکار کرتے ہین؟ یہ سنکر فضیل نے قاضی القضاۃ کی ڈاڑھی غصہ سے پکڑلی اور کہا کہ تم قاضی القضاۃ ہوکے اسقدر غلطی عظیم کے کس طرح مرتکب ہوئے؟ اگر ان لوگون نے (یعنی خلیفہ اور اسکے مقرر کردہ حکام نے) یہ روپیہ جائز طور سے حاصل کیا ہوتا تو اس حال مین مجھکو اسکا قبول کرنا جائز ہوتا"

علم حدیث

حدیث وہ اقوال ہین جو حضرت محمد صاحب سے منسوب کیے جاتے ہین اور حدیثین گویا قران شریف کی ضمیمہ جات ہین۔ اُن مین ہر قسم کے قوانین (شریعت) موجود ہین یہانتک کہ زندگی کے روزمرہ کے کام بھی انھین کے مطابق کیے جاتے ہین لیکن کوئی حدیث معتبر نہین مانی جاتی جبتک کہ بلاواسطہ مختلف معتبر اشخاص (راویون) کے ذریعہ سے اُسکا سلسلہ حضرت محمد صاحب تک نہ پہنچتا ہو۔ اور حدیث کے قابلِ قبول ہونے کیلئے یہ امر ضروری ہی کہ اس حدیث کے ہر ایک راوی کا نام ظاہر کیا جاوے۔

مثلاً اگر کوئی ناواقف مسلمان کسی اہل حدیث سے یہ مسئلہ دریافت کرے کہ آیا حج کے ایام مین بھڑ (زنبور) کو مار ڈالنا جائز ہی یا نہین ؟ کیونکہ ان ایام مین مکۂ شریف مین سوائے قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کے اور جانور کا مار ڈالنا شریعت مین ممنوع ہی تو اہل حدیث اس مسئلہ کا جواب یون دیگا کہ مین نے الف رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی ہی ب نے مجھ سے اس طرح کہا کہ انہون نے ج سے یہ سنا جنہون نے د سے سنا تھا اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک آتے ہین جو پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی تھے کہ انہون نے پیغمبر صاحب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر یہ جانور (زنبور) کسی آدمی کے کاٹ لے تو اسکو مسواک سے مار ڈالنا چاہیئے۔ پیغمبر صاحب کو مسواک کے استعمال سے بہت ہی شوق تھا اوسطرح بھڑ کا مار ڈالنا جائز اور مشروع ہو گیا"

اہل حدیث کی حکایت

ایک[1] اہل حدیث کی بابت یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ اور ایک عیسائی ایک ہی کشتی مین سوار تھے۔ عیسائی کی طبیعت ناساز تھی۔ اسلیئے اُس نے ایک شراب کی بوتل نکالی۔ اور

[1] اس امر سے تمام زمانہ واقف ہی کہ مسلمان اہل سنت وجماعت چار مذہب حنفی۔ مالکی۔ شافعی حنبلی کے پیرو ہین۔ قرآن وحدیث اور اجماع اُمت وقیاس سے ان مذہبون کی حقیقت اور ان کی تقلید کا راہ رست ہونا بخوبی ثابت ہی تیسری صدی سے لیکر تیرھوین صدی کے اخیر تک سب مسلمانون کا اتفاق تھا کہ یہ چارون مذہب حق ہین۔ اور سب مسلمان ان چارون مذہبون مین سے کسی ایک کے پابند چلے آتے ہین۔ تیرہوین صدی مین نجد سے (جسکی تباحتین صحیح حدیثون سے ثابت ہین) ایک شخص عبدالوہاب نامی نکلا حنبلی مذہب کا کہلا کر اہل سنت سے بہت سے مسائل مین مختلف ہوا اور جہال غیرہم کو اپنا معتقد بنالیا۔ انکا یہ عقیدہ تہا کہ ہمارے عقیدے والے مسلمان ہین باقی سب اگلے پچھلے مسلمان مشرک اور کافر ہین۔ اور اسی خام خیال کو پختہ جانکر مسلمانان اہل سنت اور انکے علماء کے قتل اور غارت کو مباح کردیا اور حرمین شریفین پر بھی تغلب کیا۔ یہانتک کہ ۱۲۳۳ ہجری مین ان کی شوکت ٹوٹی اور گھربار اُجڑے اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی۔ جیسا کہ رد المحتار مین جو مقبول العرب والعجم کتاب ہی یہ ذکر درج ہے اور صاحب رد المحتار نے ان لوگون کو خارجیون اور باغیون مین مندرج کیا ہے۔ پھر اس گروہ کے عقاید کی کتاب جسکا نام کتاب التوحید مشہور ہے اور جسمین نبیون اور ولیون کو بت اور مسلمانانِ خدا پرست کو بت پرست لکھا ہو دہلی مین آئی اور انتشار پائی۔ معتبرین سے سنا ہی کہ مولنا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اخیر عمر مرض مین اسے دیکھ کے فرمایا تھا کہ اگر عمر نے وفا کی تو اسکا رد بلیغ تحفۂ اثنا عشریہ کے طور پر لکھونگا۔ مگر قضا الٰہی سے آپکا وصال ہوگیا۔ اور وہ کتاب دہلی مین پھیلی جس سے ہندوستان مین وہابی لوگ نکلے جو عقائد کی قباحت بیان کرتے کرتے اسلام کے نیک کامون کو بھی شرک اور بدعت کہنے لگے۔ کئی تو ان مین سے مقلد تھے اور بعضے غیر مقلد اور پھر سب غیر مقلد ہوگئے اور تقلید اماان دین مجتہدین کو شرک وحرام کہنے لگے اور لکھنے لگ گئے علماء دیندار نے بقیہ صفحہ آئندہ

ایک گلاس بھرکے اپنے پینے سے پہلے اپنے ہم سفر مسلمان کے آگے تو اُسکا پیش کیا اہلحدیث
بغیر پس وپیش اُس گلاس کو پی گیا اور بعدازان اپنے ہونٹون کو پونچھ پانچھ دریافت کیا کہ یہ کیا چیز تھی
عیسائی نے سادہ دلی سے جواب دیدیا کہ یہ شراب تھی۔ یہ سنکر وہ اہل حدیث چین بجبین ہوا۔ کیونکہ
ہر شخص واقف ہو کہ مسلمان شراب نہین پیتے ہین۔ ان کی شریعت مین شراب حرام ہو۔ اس عیسائی
سے دریافت کیا کہ کیا درحقیقت یہ شراب ہی تھی؟ عیسائی نے جواب دیا کہ بیشک شراب تھی میرا
غلام اس شراب کو ایک یہودی سوداگر سے خرید کرکے لایا تہا۔ اس فاضل اہل حدیث نے جواب دیا کہ
تم عجیب ضعیف الاعتقاد بیوقوف آدمی ہو۔ ہم اہل حدیث یزید ابن ہارون اور سفیان ابن عُیینہ جیسے

بقیہ صفحہ گذشتہ) انکے جواب لکھے۔ مگر بسبب قرب قیامت اور شیوع فتنہ وعزامت کے یہ لوگ تخریب اسلام مین دن بدن ترقی کرتے
گئے بعض ان مین سے نیچری بلکہ ضروریات دین سے منکر ہوگئے۔ اور بہتون نے اللہ تعالی کی تقدیس وتنزیہ مین فرق ڈالکر
پاک ذات جل شانہ کو جسمانی مکانی بنادیا اور اہل سنت سے اصولاً وفروعاً مخالفت مین جھگڑا کیا۔ مذہبون سے بیزار کرتے ہین اور مذہب
حنفی سے تو نہایت ہی چڑتے ہین اور اپنی نادانی یا ہوا نفسانی کی رو سے اس نامی گرامی مذہب کے اکثر مسائل کو مخالف قرآن وحدیث
بیان کرتے ہین یا بسفیکہ چارون طرف سے جواب باصواب پاتے ہین مگر اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہین آتے ہین۔ اپنا نام عامل بالحدیث
بناتے ہین اور ہوائے نفس کے تابع ہوکر یقیناً آیت وحدیث کے مخالف چلے جاتے ہین۔ حدیثون کی سند کا نام لیکر تعصب سے حرام
کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہین۔ اور اماان دین مجتہدین نے جن صحیح حدیثون سے مسائل اخذ کیے ہین اُن کو موضوع اور نہایت
ضعیف صرف اپنی زبان اور قلم سے بناتے ہین اور غور کرنے والے کے نزدیک انکا ایسا حال ہو جیسا کہ کتاب مستطرف کی
یہ حکایت ایک اہل حدیث اور عیسائی کی ہے۔ اُس مین مرقوم ہے کہ شراب پی کر اُن محدث نے یہ کہا کہ اے احمق نصرانی ہم
اہل حدیث تو جس سلسلہ مین سفیان ابن عُیینہ ویزید بن ہارون ہوتے ہین تو تہوڑے سے نسیان وغیرہ کی جرح سے اُن
کی حدیث کو رد کردیتے ہین تو جس سلسلہ روایت مین نصرانی اور اس کا غلام اور یہودی ہو۔ اس کا اعتبار ہم کب کرسکتے
ہین بجز اسکے نے ضعف اسناد کی وجہ سے اسکو پی لیا ہو۔ یہ کشتی سوار ایسے محدث تھے۔ مستطرف ایک عربی کتاب ہو اور عربی
زبان مین ہو۔ یہ کتاب مصر کے چھاپے خانے مین چھپی ہو۔
افسوس ہو کہ مسٹر پامر اسلام کے فرقون کے اصول سے ناواقف تھے اسلئے اُنہون نے سب علماء کو اہل حدیث لکھدیا یہان تک کہ
قاضی ابو یوسف جیسے عالم وفاضل اہل سنت کو بھی ان ہی اہل حدیث مین سے لکھدیا۔ حالانکہ اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہین جو
قرآن اور حدیث واجماع اُمت۔ فقہ۔ اور قیاس مجتہد کے پیرو ہین۔ اور اسی دین (مذہب) مین کثرت سے مسلمان ہین اور فرقہ
اہل حدیث وہ ہو جو صرف قرآن وحدیث پر صرف اپنے اجتہاد سے عمل کرتے ہین۔ قاضی ابو یوسف صاحب اور دیگر تمام علماء وفضلاء
اہل سنت والجماعت تھے اہل حدیث نہ تھے مسٹر پامر نے نادانی سے سبکو اہل حدیث لکھدیا ہو یہ بات درست نہین ہو پہلی غلطی

قابص کی حدیث کے مستند او معتبر ہونے پر بڑی بحث کرتے ہین اور دلیل کرتے ہین۔ تو کیا مین اب ایک غلام کے اعتبار پر جسنے ایک یہودی سے سنا ہو تیرے ایک عیسائی کی بات کا یقین کرلون؟ مجھے یقین نہین ہو کہ یہ شراب ہوگی لاؤ ایک اور گلاس بھرکے دو۔

کتاب الاغانی کی طرز تحریر

عرب مصنفین کا یہ قاعدہ کہ کسی حکایت کے راویون کے سلسلہ کو اسکے اصلی بیان کرنیوالے تک پہنچانا۔ علاوہ دینی باتون کے دنیاوی تواریخ مین بھی مروج ہو۔ مثلاً خلیفہ ہارون الرشید کے سوتیلے بھائی اور اسحٰق مغنی مین جو بحث اور جھگڑا ہوا تھا جس کا ذکر آئندہ تحریر کیا جاوے گا۔ انکا بیان کتاب الآغانی کے مصنف نے لکھا ہے۔ کتاب الآغانی ایک مشہور کتاب ہو جس مین شعرا و مغنیون کا تذکرہ ہے اُس نے یہ ذکر ایک شخص محمد نامی سے سنا تھا اور محمد نے یہ ذکر اپنے باپ احمد سے اور احمد نے اپنے باپ اسمٰعیل سے سنا تھا اور اسمٰعیل نے اپنے بھائی اسحاق سے سنا تھا جس کا خود یہ ذکر ہو۔ اس کتاب مین جسقدر حکایات ہین وہ سب اسیطرح لکھی گئی ہین اور اسلیئے ان حکایتون کو یہ تصور کرنا چاہئے کہ مختلف لوگوں کو یہ باتین معلوم تھین اور جن مختلف اشخاص کا بیان ہوتا ہو اُن کا پتہ دیگر ذرایع سے بھی بآسانی ملسکتا ہو۔ اسلیئے ان حکایتون کا صحیح اور واقعی ہونا صاف ظاہر اور ہویدا ہو۔

قاضی ابو یوسف

یہ لوگ شاہی یا اپنے مربی امرا کی خواہش کے موافق اپنے علم سے فیصلہ کر دینے سے خوب واقف تھے قاضی ابو یوسفؒ کا خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہونے اور عہدہ پہ مقرر ہونے کی نسبت ایک

سلہ سیرۃ النعمان مین مرقوم ہے کہ قاضی ابو یوسف امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ہین ۱۱۳ ہجری یا ۱۱۷ ہجری مین بمقام کوفہ پیدا ہوئے تکمیل علوم کے بعد ۱۶۶ ہجری مین خلیفہ مہدی کے زمانہ مین قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن ہارون الرشید کے زمانہ مین تمام ممالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب منصب ... مین کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر مغازی۔ اور ایام العرب کے حافظ تھے اور فقہ اُن کا ادنیٰ سا علم تھا۔ علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ فن کی خدمت مین قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعمش۔ ہشام بن عروہ۔ سلیمان تیمی۔ ابو اسحاق شیبانی۔ یحییٰ ابن سعید انصاری وغیرہ سے حدیثین روایت کین۔ محمد بن اسحٰق سے مغازی و سیر پڑھی۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے خدا نے ذہن اور حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانے مین ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاول کی پانچوین تاریخ ۱۸۲ ہجری مین وفات پائی اور مرتے وقت زبان پر یہ الفاظ تھے۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ مین نے دیدہ دانستہ

خوش خلاقی ہی۔ دربار کے ایک افسر نے ایکبار دروغ حلفی کی۔ ابو یوسف نے ایک فتویٰ سے جو بالکل مطابق شریعت تہا اسکو بے قصور ثابت کر کے رہا کرا دیا تہا۔ اس افسر نے ایک دن خلیفہ کو کسی مسئلہ مین حیران پا کے اِس فاضل شیخ کی خلیفہ سے سفارش کی اور کہا کہ ابو یوسف جھوٹ اور سچ کی تمیز مین اور فتویٰ دینے مین مثل ایک غلطی نہ کرنیوالے طبیب کے ہین۔ یہ سنکر خلیفہ نے ابو یوسف کو بلوایا جب یہ شاہی محلون کی دو طرفہ قطارون کے بیچ مین سے جا رہے تھے قاضی ابو یوسف نے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کوئی فیصلہ عمداً خلاف واقعہ نہین کیا۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو۔ قاضی صاحب بڑے دولتمند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وصیت کی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بغداد کے محتاجون کو دیئے جائین۔ قاضی صاحب پہلے شخص ہین جس نے علماء کے لئے ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک برتا جاتا ہے ورنہ اس سے پہلے تمام لوگون کا ایک لباس تہا۔ تصنیفات مین سے کتاب الخراج مشہور ہے۔ جیسا کہ مشرقی مورخین نے اُن کو زمرۂ اہل حدیث مین لکھا ہے۔ یہ اہل حدیث نہ تھے بلکہ سنت والجماعت تھے مشرقی کی تحریرین زنقیض بہت ہوتی ہین چنانچہ انہین قاضی صاحب کے بیان کے عنوان مین تو لکھدیا ہے کہ بادشاہ یا امراء کی خواہشون کے موافق فتوے دیتے تھے اور آگے چلکے بیان کرتے ہین کہ یہ فتوی اُنہون نے بالکل مطابق شریعت دیا ضدین جمع کس طرح ہو سکتی ہین۔ ہان یہ ثمرۂ تعصب ہے جو یورپین مورخین مین مذہبی امور مین خصوصاً بہت پایا جاتا ہے

قاضی صاحب کی تاریخ زندگی مین جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض اس جرأت اور آزادی سے ادا کرتے تھے جس کی مثال ایشیائی سلطنتون مین بہت کم مل سکتی ہے کتاب الخراج آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

ہارون الرشید نے خراج اور جزیہ کے متعلق قاضی صاحب سے یادداشتین طلب کی تہین۔ قاضی صاحب نے اُسکے جواب مین چند تحریرین بہیجین۔ اگرچہ اس مین اور بہت سے مضامین ہین۔ لیکن زیادہ تر خراج کے مسائل ہین اسلیئے اُس کو اس زمانہ کا قانون مالگذاری کہسکتے ہین۔ اس مین بعض موقع پر تنبیہاً ہارون الرشید کو انصاف اور حکمرانی کے طریقہ کی بابت آزادانہ بہت سخت الفاظ مین مخاطب کیا ہے۔ قاضی صاحب کے سوا کس کی جرأت تہی کہ ہارون رشید کی نسبت ایسا لکھتا۔ تعجب ہے کہ ایسا آزاد اور پاکیزہ نفس شخص بھی دشمنون کے حملہ سے نہین بچا۔ قاضی صاحب کے مخالفین نے انکو خوشامدی اور زمانہ ساز کہا ہے ہم اس مضمون کی چند سطرین بھی نقل کی ہین۔

بعض مورخین جنکو رطب و یابس سے کچھ بحث نہین اِن بیہودہ روایتون کو نقل ہی کر دیتے ہین جو کوتاہبینون کے لئے ہوتے بین بہت کا کام دیتی ہین۔ اس قسم کی بعض حکایتین تاریخ الخلفاء مین منقول ہین۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ کتاب الخراج کے مقابلے مین ان روایتون کا کس حد تک اعتبار ہو سکتا ہے ۱۲ مصباح مترجم

ایک محل کی کھڑکی مین ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جس نے انکو دیکھتے ہی اپنی مصیبت کا حال شارون سے ان سے کہا اور ان کی مدد کا خواہان ہوا جب ابو یوسف خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوے خلیفہ نے اُن سے فوراً یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی امام یا مذہبی پیشوا خود اپنی آنکھ سے کسی شخص کو ایسا جرم کرتے ہوے دیکھکر گرفتار کرے کہ اس جرم کیلیے شریعت مین سزاے تازیانہ مقرر ہو۔ تو کیا اس امام پر اس شخص کو سزا دینا لازمی ہے؟ قاضی ابو یوسف نے اپنی ہشیاری سے خیال کیا کہ جس جوان کو مین نے محل کی کھڑکی مین بیٹھا دیکھا تھا وہ ضرور خلیفہ کا رشتہ دار ہوگا۔ اور یہ فتوی شاید اسی کی بابت دریافت کیا گیا ہے۔ ابو یوسف نے فوراً اس مسئلہ کا جواب دیا کہ "نہین"۔

یہ فتوی سنکر ہارون الرشید سجدہ مین گیا اور اسد تعالیٰ کا بے نہایت شکر ادا کیا پھر قاضی ابو یوسف سے پوچھا کہ تمہارے اس فیصلہ کی کیا دلیل ہے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اسد اور اُسکے رسول ؐ کا حکم ہے کہ شبہ پر کسی کو سزا نہ دیجاے۔ ہارون الرشید نے جواب دیا کہ جب کسی شخص نے خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیا ہو تو پھر شبہ کہان رہا۔ ابو یوسف نے کہا کہ بہ نسبت جاننے کے دیکھنا بہتر نہین ہے اور نیز کسی جرم سے آگاہی ہونا بھی سزا دینے کیلیے کافی نہین ہوسکتی تاوقتیکہ باضابطہ اسکی بابت گواہی نہ گذرے ایسا ہی شریعت مین حکم ہے۔ علاوہ ازین کسی شخص کو اپنے آپ خود بغیر گواہ فیصلہ کرنے کا کب اختیار حاصل ہے۔ خلیفہ کو ان مسئلون کے سننے سے تسکین ہوگئی۔ پھر ہارون الرشید اور اسکے بیٹے دونون نے (وہی جوان آدمی جو محل مین قید تھا اور جس کو راستہ مین قاضی ابو یوسف نے دیکھا تھا۔ وہ جوان خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا) بڑی بڑی رقمین زرِ نقد کی قاضی ابو یوسف کو بطور انعام دین جو نکہ انہون نے مسئلون کا مفہوم اور مطلب مثل نہ مون کی گفتگو کے بہت ہی اچھی طرح ہشیاری اور دانائی سے خلیفہ کو سمجھایا۔[۱]

[۱] اس سے زیادہ ہارون الرشید کی دینداری۔ پابندی مذہب اور انصاف او عدلت عامہ کی اور کیا دلیل ہوگی کہ جرم کے شبہ مین اپنے عزیز بیٹے کو بھی فوراً قید کر دیا اور بیشک اگر علمار مذہب اس کی سزا کے وجوب کا فتوی دیدیتے تو وہ ضرور اسکو سزا بھی دیتا کیونکہ قید اسی لیے کیا ہی تھا اسکی صرف دو نظیرین ملسکتی ہین۔ ایک تو اسیطرح حضرت عمر رضی اسد عنہ نے اپنے بیٹے کو سزا شرعی دی تھی دوسرا ایک نوشیروان شہنشاہ ایران کی بابت بھی ایسی ہی حکایت مشہور ہے پھر بعض ناواقف مورخین تعصب سے بقیہ صفحہ آئندہ

ہارون رشید ... جنتی

ایک اور موقع پر علمانے ہارون الرشید کی بابت یہ فتوی دیدیا کہ خلیفہ بیشک جنت مین داخل ہوگا کیون کہ ہارون الرشید اپنے ایام جوانی مین ایک بار باوجود قدرت اور کام پر قادر ہونے کے اپنے تئین حرص نفسانی کے قریب مین آنے سے محترز رہا تہا اس سے ہارون الرشید کو بے انتہا خوشی ہوئی اور تھی اور اسیطرح قرآن شریف مین آیا ہی "لیکن وہ لوگ جو اپنے مالک اللہ تعالی کے مقام سے ڈرتے ہین اور اپنی ارواح کو ہوا و حرص شہوانی سے بچاتے ہین اور روکتے ہین درحقیقت جنت انہین لوگون کے رہنے کیلیے ہی"

... بن جعفر اور اسکی کنیز

قاضی ابو یوسف ہمیشہ نیک نام رہی اور خلیفہ کو اپنے علم دینی سے بہت مدد دیتے رہے۔ ایکدن ہارون الرشید نے اُن کو بلواکر اپنے اور اپنے ایک رشتہ دار مسمی عیسیٰ ابن جعفر کے درمیان فیصلہ کرنے کیلیے حکم قرار دیا۔ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس ایک کنیز تھی وہ خلیفہ کو پسند آگئی۔ اس لئے ہارون الرشید نے بطور تحفہ ہدیہ کے اُسکو لینا چاہا۔ عیسیٰ نے کنیز کے دینے سے انکار کردیا۔ اس پر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ اگر عیسیٰ کنیز نہ دیگا تو مین اُس کو قتل کردون گا اسوقت بیچارے عیسیٰ نے خلیفہ سے انکار کرنے کی تشریح اور توجیہہ مفصل بیان کی کہ مین نے حلفیہ یہ اقرار تحریر کردیا ہے کہ اگر مین کبھی بھی اس کنیز کو اپنے سے علیحدہ کرون یا فروخت کرون تو اسیوقت میری بیوی پر طلاق ہوجاوے اور میرے سب غلام آزاد ہون اور جو کچھ میری جائداد ہے وہ محتاج اور مساکین کیلیئے وقف ہوجاوے اسی وجہ سے مین نے کنیز کے دینے سے انکار کیا خلیفہ نے اس امر کا فیصلہ کرنیکے لیئے قاضی ابو یوسف کو بلوایا اور یہ سب معاملہ اُنسے کہا۔ اُنہون نے ذرا سوچکر عیسیٰ کو یہ صلاح دی کہ تو نصف کنیز کو خلیفہ کو بطور تحفہ کے دیدے اور دوسرے نصف کو خلیفہ خرید فرمالے تاکہ اُسکی قسم اُترجائے چنانچہ اسی طور سے یہ معاملہ باحسن وجوہ ختم ہوا۔

جعفر برمکی اور اسکی کنیز

اسیطرح ایک دفعہ جعفر برمکی اور خلیفہ کے درمیان فیصلہ کرنے کیلیئے یہی ابو یوسف حکم مقرر ہوئے تھے ایک رات جعفر اور ہارون الرشید دونون نے نبیذ کا جلسہ قرار دیا تہا۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ مین نے سنا ہی

بقیہ صفحہ گزشتہ یا جل سے گرکر لکھدین کہ وہ مذہبی احکام کا پابند نہین تہا۔ تو ان کا یہ بیان کسی طرح بہی قابل سند اور لائق وقعت نہین ہوسکتا اسکے علاوہ اور سیون شہادتین اسکی پابندی مذہب اور سعدات کے بارہ مین موجود ہین ۱۲۔ از مصباح مترجم

تم نے ایک کنیز خریدی ہو جسکے خریدنے کا مین مدت سے شائق تہا۔ تم اُس کنیز کو میرے ہاتھ فروخت
کرو۔ جعفر نے کہا مین تو اُس کو بیع نہین کرسکتا۔ خلیفہ نے کہا اگر بیچتے نہین تو مجھے ویسے ہی دیدو۔
جعفر نے کہا کہ مین اُس کو ہدیۃً بھی نہین دیسکتا۔ یہ سنکر ہارون الرشید غصہ مین چلا اُٹھا کہ اگر تم اُس کنیز کو
میرے ہاتھ نہ بیع کرو نہ ہدیۃً دو۔ تو زبیدہ پر طلاق بائن ہو۔ یہ الفاظ بمشکل منہ سے نکلے ہی ہونگے
کہ اُن کے مطلب پر جعفر اور خلیفہ آگاہ ہوئے اور دونون خاموش ہوگئے پھر خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک
ایسا معاملہ آپڑا ہی جس کو سوائے قاضی ابو یوسف کے اور کوئی فیصل نہین کرسکتا قاضی صاحب کو فوراً
بلوایا گیا۔ قاضی صاحب یہ سمجھکر کہ خلیفہ نے مجھکو اسوقت آدہی رات کو جو بلوایا ہے تو بیشک کوئی
بہت ضروری معاملہ رجوع ہوگا۔ اسلیئے وہ جلدی سے اُٹھے اور اپنے خچر پر سوار ہوئے اور سائیس
سے کہا کہ تو برتہ مین دانہ ڈالکر اُس کو لیتا چل۔ وہان مجھے بہت دیر لگے گی اور تو اس عرصہ مین خچر کو دانہ
کھلا دینا۔ جب قاضی صاحب وہان پہنچے تو خلیفہ ہارون الرشید تعظیم کیلیئے کھڑا ہو گیا اور اُن کا استقبال
کرکے ادب سے اپنے برابر مسند پر بٹھالیا اور پہر وہی گفتگو دوہرائی جو اُس مین اور جعفر مین ہوئی تھی۔ قاضی
صاحب نے یہ سنکر اول تو وہی ترکیب بتلائی جس کا ذکر اوپر کی حکایت مین گزرا ہی لیکن ہارون الرشید
کو اس بات سے تسکین نہین ہوئی۔ چونکہ خلیفہ اُس کنیز کو فوراً اپنے قبضہ مین بغیر اپنی قسمون کے کفارہ کے
پورا کیئے لینا چاہتا تہا ابو یوسف نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کوئی آسان حجت شرعی نہین ہوسکتی کہ اُس
کنیز کا اپنے غلامون مین سے ایک کیساتھ نکاح کردو اور پہر وہ غلام بعد نکاح اُسکو طلاق دیدے تب وہ
کنیز آپ پر جائز ہوسکتی ہی۔[۱]

خلیفہ نے ایک غلام کو بلاکر اُس کنیز کا اُس سے وہین اور اُسی وقت نکاح کردیا۔ اور پہر اُس غلام کو

[۱] بعض خاص حالتون مین جبکہ مرد اور عورت کا باہم نکاح ہونا شرعاً ممنوع ہوجاتا ہی۔ مثلاً اگر کسی خاوند نے اپنی بیوی کو تین بار
طلاق دیدی اور بعد وہ شخص اُس عورت سے پہر نکاح کرنا چاہے تو یہ شرعی ممانعت اسی طور سے رفع ہوسکتی ہی کہ وہ عورت اول کسی اور
دیگر شخص سے نکاح کرے اور بعد ازان اس شخص سے طلاق لیوے۔ تب اول خاوند سے نکاح جائز ہے۔ صرف الفاظ طلاق خاوند کے طلاق
واقع ہوجانے کیلیئے کافی ہین۔ یہ نوٹ خود مسٹر پامر کا لکھا ہوا ہی۔ ۱۲ مصلح مترجم

حکم دیا کہ تو اِس کنیز کو طلاق دیدے۔ مگر اُس غلام نے طلاق دینے سے بالکل انکار کردیا تو اُسکو لالچ بھی بہت دیا گیا مگر وہ راضی نہین ہوا۔ اس بات سے خلیفہ کو نہایت درجہ غصہ اور طیش آیا۔ قاضی صاحب اسکے زیادہ مشکل مسئلہ کی فکر مین ہوئے۔ اور پھر اُنھون نے یہ صلاح دی کہ اس کنیز کے خاوند کو بطور غلام کے اسی کنیز کو دیدیا جائے۔ جب اُنکی اس حکم کی تعمیل ہوگئی تو قاضی صاحب نے پھر فتویٰ دیا کہ اس کنیز کا نکاح اس غلام سے جو ہوا تھا وہ اب منسوخ ہوگیا اسلیئے کہ یہ غلام اب اس کنیز کی ملکیت مین آگیا ہی خلیفہ اور جعفر قاضی صاحب کی اِس ہشیاری اور آگاہیِ علوم سے اسقدر خوش ہوئے کہ جب قاضی صاحب رخصت ہوکر گھر جانے لگے تو اُن کے خچر کے توبڑے کو دونون نے سونے (طلا) سے بھر دیا۔

اس واقعہ پر عربی مؤرخ نے جو تشریح اپنی جانب سے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ "اَے فاضل ناظرین! اِس واقعہ سے کئی عمدہ نتیجے حاصل ہوتے ہین۔ اول تو یہ کہ جعفر خلیفہ ہارون الرشید کو راضی کرلیا ہوتا ہے۔ دوسرے اس حکایت سے ہارون الرشید کی نرم دلی اور رحمدلی اور انصاف اور معدلت کا حال معلوم ہوتا ہی۔ تیسرے قاضی محمد یوسف صاحب کے فضل و کمال اور تبحر علوم کا احوال ظاہر ہوتا ہی پس اللہ تعالیٰ اُن سب کی ارواح پر بطفیل اپنے حبیب پاک کے رحمت فرما وے لیکن قسم کے کفارے کا جو سوال ہی اس کو ہمارا خاص فرقہ مشکل سے یا باکراہ منظور اور جائز رکھتا ہے۔ اور قاضی ابو یوسف صاحب نے تو اس مسئلہ کا استخراج اپنے فرقہ[1] کی شریعت کے عین مطابق کیا ہے"

---

[1] قاضی ابو یوسف صاحب سنت والجماعت کے چار فرقون مین سے حنفی المذہب تھے اور یہ عربی مؤرخ باقیماندہ سنت والجماعت کے تین فرقون یعنی شافعی۔ حنبلی۔ یا مالکی مین سے کسی فرقہ مین ہونگے۔ کتاب درمختار مین وجوہایت درجہ کی باعتبار علم صر وعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض و برکت کے آثار سے نہ مرقوم ہے کہ حنفی مذہب مین ہونے کے شکریئے ہم خاکسارون بے وقارون سے کہان ادا ہو سکتے ہین جب حضرت امام یوسف قاضی المشرق و المغرب جیسے اولیا عظام یون فرما گئے ہے

حَسْبِیْ مِنَ الْخَیْرَاتِ مَا اَعْدَدْتُّہٗ ۔ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ رِضَی الرَّحْمٰنِ
دِیْنُ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْوَرٰی ۔ ثُمَّ اعْتِقَادِیْ مَذْہَبُ النُّعْمَانِ

یعنے قیامت کے دن باری تعالیٰ کے خوش کرنے کیلیئے مجکو یہ دو نیک کام کافی ہین ایک تو دین اسلام۔ دوسرا مذہب حنفی کا

لیکن اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے کہ کونسی بات راستی پر ہے۔

عاملوں اور گورنروں کی تقرری

ذیل کی حکایات سے کچھ وہ احوال معلوم ہوتا ہے جس طرح سے کہ خلیفہ ہارون الرشید صوبجات پر عامل یا گورنر مقرر کرکے بہیجا کرتا تھا۔

اسمٰعیل بن صالح کو جو عبد الملک کا بھائی تھا جن کا ذکر اس سے پیشتر کتاب ہذا میں لکھا جا چکا ہے کہ خلیفہ اُن سے ناراض ہوگیا تھا" ایک دن ہارون الرشید نے ملاقات کیلئے اپنے پاس

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مذہب امام ہمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب مصنف در مختار فرماتے ہیں کہ امام ابویوسف اسطرح کیوں نفرماتے؟ ایسا عارف کامل کب کوئی ہوا ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن حج کیے اور چالیس برس تک شب بیدار رہکر عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑہی اور تیس سال تک علی الاتصال سوائے عیدین و ایام تشریق کے روزہ دار رہے اور تمام عمر محنت شاقہ کرکے تدوین فقہ اور علم دین اسلام کو درجۂ کمال پر پہنچایا اور اخیر حج میں بیت اللہ شریف کے مجاوروں سے اجازت لیکر اندر داخل ہوئے اور دو نوں ستونوں کے درمیان میں کھڑے ہوکر دوگانہ نفل ادا کیا اور دونوں رکعتوں میں پندرہ پندرہ سیپارے پڑھکر قرآن مجید ختم کیا پھر فارغ ہوکر زاری کرکے مناجات کی کہ الٰہی مَا عَبَدْتُكَ هٰذَا الْعَبْدُ الضَّعِيفُ حَقَّ عِبَادَتِكَ لٰكِنْ عَرَفَكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی خدایا بندہ اس عاجز نے تیری بندگی کا حق ہرگز ادا نہیں کیا۔ مگر تیرے ایمان اور معرفت میں جہانتک کہ مخلوقات کا امکان ہے حق معرفت کا ادا کیا ہے پس عبادت کے نقصان کو معرفت کے کمال کی برکت سے بخشدے۔ تو بیت اللہ شریف کے اندر سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ بیشک تو معرفت میں کامل ہے اور ہماری عبادت بھی تو نے اچھی کی وَقَدْ غَفَرْنَا لَكَ وَلِمَنِ اتَّبَعَكَ مِمَّنْ كَانَ عَلٰى مَذْهَبِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ معنے یہ ہوئے کہ ہم نے تجھکو اور تیرے تابعداروں کو جو قیامت تک عبادات اور معرفت اور مجتہدات شرعیہ میں تیرے پیرو ہیں سب کو بخشا مراد یہ کہ مسائل اسلام میں یعنی تمیز حلال و حرام و ادائے فرض و واجب و سنت و مباحات وغیرہ اعمال صالح کا آپ کی تحقیق کیموافق عامل ہوا یہ نہیں کہ صرف نام کے حنفی ہونیسے بہشتی ہوسکے۔ اور قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ آن چراغِ شرع و ملت آن شمع دین و دولت آن نعمان ثابت حقایق۔ آن عمانِ جواہر معانی و دقایق۔ آن عارف عالم صوفی امام جہان ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ صفت کسیکہ ہمہ زبانہا ستودہ باشند وہمہ ملتہا مقبول کہ تواند گفتن در ریاضت و مجاہدات و خلوت و مشاہدات و نہایت نداشت و در اصول طریقت و فروع شریعت درجۂ رفیع و نظری ناقد داشت و بسیار صحابہ و مشائخ را دید و با امام صادق رضی اللہ عنہ صحبت داشت و استاد فضیل و ابراہیم ادہم و بشر حافی و داؤد طائی و غیرہم رحمۃ اللہ علیہم بود و بسر روضۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم اجمعین رفت و گفت السلام علیک یا سید المرسلین جواب مد وعلیک السلام یا امام المسلمین انتہیٰ پس الیسی شہادت تو نسی حب ثابت ہوا کہ بغفار الذنوب کے فضل سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد و سچے پیرو مغفور الآثام ہیں اور امام صاحب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسلمانوں کے پیشوا اور امام ہیں تو ہم حنفی اہل سنت و جماعت انکے اتباع پر فخر کیوں نکریں اور اس تقلید کو ذریعۂ نجات کیوں نجانیں هنيئا لارباب النعيم نعيمها ۱۲ از مصنف

بُلوایا۔ اسمٰعیل نے اپنے بہائی عبدالملک سے یہ اقرار کر لیا تہا کہ "تمہارے قید کے زمانے مین تمہارے بسر سے مین کہین نہین جاؤن گا"۔ لیکن فضل وزیر اعظم کی ترغیب سے جس نے اسمٰعیل سے کہا کہ تم عبدالملک سے یہ بہانہ کر کے اجازت لیلو کہ خلیفہ کی طبیعت ناساز ہے اسلیئے مین اُس کی عیادت کو جاتا ہون۔ اسمٰعیل خلیفہ کے حضور مین حاضر ہونے کو روانہ ہوا لیکن اُسکے روانہ ہونے سے پیشتر عبدالملک نے اسمٰعیل سے کہا کہ وہ لوگ تم کو شراب پلانا اور تم سے راگ سننا چاہتے ہین پس اگر تم وہان جا کر یہ کام کروگے تو پھر مین تم کو اپنا بہائی نہین سمجھون گا جب اسمٰعیل خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے بڑی ہی مہربانی سے اُس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا۔ بعد کھانا کھلانے کے معالج شاہی (جبرئیل بن بختیشوع عیسائی) نے خلیفہ کو تہوڑی سی شراب پینے کی صلاح دی۔ خلیفہ نے کہا خدا کی قسم اجبتک اسمٰعیل میرے ساتہ نہین پئے گا مین بہی ہرگز نہین پیون گا اسمٰعیل نے عرض کیا کہ امیرالمومنین مین نے تو اس قسم کی باتون سے توبہ کر لی ہی۔ لیکن خلیفہ نے یہ انکار قبول نہین کیا۔ اسپر دونون نے تین تین گلاس شراب کے پئے۔ بعد ازان ایک پردہ جو سامنے پڑا تہا وہ اُٹھ گیا اور کنیزون نے آکر ناچنا اور گانا شروع کیا اور فوراً بزم عیش وطرب مہیا ہوگئی۔ اسمٰعیل کو نہایت سرور ہوا۔ ہارون الرشید کے ہاتھ مین جواہرات بیش بہا کی ایک تسبیح تھی خلیفہ نے ایک کنیز سے بانسری لیکر اور وہی بیش بہا تسبیح اُٹھا کر اسمٰعیل کی گود مین پہینکدی اور اسمٰعیل سے کہا کہ کچھ اشعار اس مین پڑھ جاؤ۔ اور جواہرات بے بہا کی جو یہ تسبیح ہے اس سے اپنی توبہ کا کفارہ کر دینا۔ اسمٰعیل نے کچھ شعر سنائے جنکا مطلب حسب ذیل ہی۔

"مین نے اپنے ہاتہون کو گناہ کرنا کبہی نہین سکہایا۔ اور میرے پیر مجھکو گناہ کی جانب کبہی نہین لیگئے نہ آنکھ یا کان سے کسی گناہ کا خیال میرے دماغ مین کبہی آیا۔ اور اب مین اپنی تقدیر پر روتا ہون۔ گو مجھ سے پہلے ہی بہت سے لوگون کی ایسی تقدیر ہو چکی ہی"۔

ہارون الرشید ان اشعار کے سننے سے بہت خوش ہوا اور اسیوقت ایک نیزہ منگوا کر اُس پر مصر کا پھریرا (جھنڈا یا نشان) لگا دیا اور وہ نیزہ اُسیوقت اور وہین اسمٰعیل کو دیدیا۔ خلیفہ کے اسطرح نیزہ و نشان کے دینے سے گورنر مقرر ہو جاتے تھے۔ خلیفہ کو جس ملک کا عامل یا گورنر مقرر کرنا منظور

اسمٰعیل بن صالح کا مصر کا گورنر مقرر ہونا

ہوتا۔ اسی ملک کا نشان نیزہ پر چسپان کر دیا جاتا۔ چنانچہ اسیطرح خلیفہ نے اسمٰعیل کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔

اسمٰعیل کا بیان ہے کہ مین نے مصر مین دو سال تک بڑے ہی عدل اور انصاف اور رعایا پروری سے حکومت کی اور بہت اچھا انتظام کیا اور پھر مین وہان سے چلا آیا۔ اس وقت میرے پاس میرے ذاتی پانچ لاکھ دینار (دو لاکھ پچاس ہزار پونڈ) موجود تھے۔

ابراہیم الموصلی اور شقشوا

ابراہیم موصلی[1] بیان کرتا ہو کہ مین ایک دن سیر کیلیے نکلا۔ مین ایک جلسہ مینوشی مین شریک ہوا تھا اس کی وجہ سے چستی ہو گئی تھی تو مین نے خیال کیا کہ ہوا مین پھرنے سے ستی جاتی رہیگی جب مین سیر کو چلا یکایک ایک مکان مین سے کچھ خوشبو اور بگھار کھانا پکنے کی آئی جس سے مجھے بے اختیار فوراً بھوک لگ آئی مین نے اپنے غلام سے کہا کہ دروازہ دیکھنا کون سے مکان مین سے یہ خوشبو آرہی ہو جب مکان معلوم ہوگیا تو مین وہان گیا اور دروازے کی کنڈی کھٹ کھٹائی۔ ایک کنیز دروازہ کھولنے آئی مین نے اس سے کہا کہ تمہارے ہان جو کھانا پک رہا ہو اس مین مجھے بھی شریک کر لو مجھے بھوک لگ رہی ہو۔ یہ سنکر وہ کنیز اپنی مالکہ کے پاس اندر گئی اور اس کی اجازت حاصل کر کے ہمکو اندر لیگئی۔ ہمکو ایک جگہ بٹھا کر اس نے ایک دیگچی مین سے کچھ نمک چکھا اور پھر اس مین سے کھانا ایک قاب مین اتارا اور ہم دونون کے آگے رکھدیا۔ ابراہیم کو یہ کھانا بہت ہی عمدہ اور ذائقہ دار معلوم ہوا۔ اسنے خوب دل کھول کے کھایا اور بعد فراغت اجازت لیکر روانہ ہونیا تو تھا کہ مالکہ مکان نے یہ کہلا بھیجا کہ میرے خاوند کے اسوقت یہان نہ موجود ہونیکا افسوس ہو۔ اگر وہ اس وقت یہان ہوتا تو مجھے امید تھی کہ وہ

---

[1] ابراہیم الموصلی فن موسیقی کا مشہور استاد تھا خلیفہ ہارون الرشید کے دربار مین اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانسو روپے) ماہوار کا نوکر تھا۔ البرامکہ مین کتاب عقد الفرید حالات مغنیین کے حوالہ سے تحریر ہے کہ ابن جامع سہمی۔ زلزل۔ عمر بن بانہ۔ غزال۔ علویہ اسکے ہمعصر تھے لیکن جو لطف اسکے گانے مین تھا وہ کسی مین نہ تھا۔ ہارون الرشید نے ایک دن برصوما سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین! وہ ایسا باغ ہے جس مین ہر قسم کے پھول اور پھل موجود ہین بہت رنگینون کا مجموعہ ہے اور اسحٰق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہے ۱۲۔ از مصنف مترجم

آپ کو اور زیادہ عرصہ تک مہمان رکھنے سے خوش ہوتا اور آپکے ساتھ ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہوتا
ابراہیم روانہ ہوگیا اور اُس کو دروازہ پر ایک شخص خچر پر سوار ملا - یہ مالک مکان تھا۔ اسنے اپنی
کنیز سے تمام احوال سنکر اور خچر پر سوار ہو کے ابراہیم کو تلاش کرنا شروع کیا اور اُس سے ملاقات
کر کے بڑے اصرار سے اُس کو اپنے مکان پر پھر لایا اور ایک بڑے آراستہ کمرے مین لیجا کر
بٹھایا اور اپنے مہمان کے روبرو نہایت عمدہ عمدہ میوہ جات پھل اور مٹھائی وغیرہ اور عمدہ شراب
رکھی اور شام تک اُس کو اپنے گھر مین مہمان رکھا۔ دوسرے دن ابراہیم کے پاس یہ اطلاع پہنچی
کہ خلیفہ نے کل تم کو کئی بار بلوایا۔ یہ سنکر ابراہیم اپنے میزبان سے رخصت ہو کر فوراً خلیفہ کے
حضور مین حاضر ہوا اور اپنا تمام حال کل کی سیر اور کھانے وغیرہ کا بیان کر کے خلیفہ سے کل
کی غیر حاضری کی بابت عذر و معذرت کرتا رہا۔ اور اپنے میزبان کے گھر کے کھانے کی خلیفہ سے
بڑی ہی تعریف کی۔ خلیفہ یہ حال سنکر بہت خوش ہوا۔ ابراہیم سے پوچھا کہ آیا تمہارے میزبان
نے تم سے تمہارا نام نہین پوچھا؟ ابراہیم نے عرض کیا کہ نہین پوچھا۔ نام پوچھنے کی اُس وقت فرصت
ہی نہین ہوئی۔ ادھر اُدھر کی باتون مین وقت گزر گیا۔ ابراہیم سے اِس قدر بے انتہا تعریف
سنکر ہارون الرشید کو بھی اِس شخص کے کھانے کی تمنا ہوئی۔ ابراہیم سے کہا کہ اگر تمہارا میزبان
میرے اور تمہارے دونون کے نام و نشان پوچھے بغیر ہماری دعوت کرے تو مین بھی وہان
چلا چلون۔ اِس بات کا دوسری رات کو بآسانی انتظام ہوگیا۔ ابراہیم نے اپنے "جان
نہ پہچان" میزبان سے یہ کہا کہ میرا ایک دوست بہت مقروض ہے اور آپ سے ملاقات
کرنے کا وہ بہت مشتاق ہے۔ مگر اس خوف سے کہ اُس کے قرضخواہ اُس کو دیکھ کر گھیر لین
اِس وجہ سے دن مین آپکے پاس نہین آسکتا ہین اور وہ آپ کے پاس آج رات کو آوینگے
جب رات ہوئی تو ابراہیم اور خلیفہ دونون دو خچرون پر سوار ہو کے اُس شخص کے مکان پر
پہونچے۔ اُس نے اِن کا نہایت تواضع اور خاطرداری سے استقبال کر کے ایک کمرہ مین لیجا کے
بٹھایا اور ان کے آگے کھانا چنا۔ خلیفہ نے کہا کہ مین نے اپنی تمام عمر مین ایسا مزیدار کھانا

کبھی نہین کہایا اور جو کچھ خلیفہ نے وہان دیکھا اور سنا اُس سے بڑا ہی خوش ہوا۔ پھر اسنے میزبان سے
پوچھا کہ تمہارے گذر اوقات کی کیا صورت ہی؟ میزبان نے جواب دیا کہ جب میرے باپ کا انتقال
ہوا تو میرے ورثہ مین ایک بڑی جائداد آئی۔ اُس جائداد کا ایک بڑا حصہ تو مین نے فضولیات
اور لہو و لعب مین اُڑایا اور برباد کیا پھر مین نے اپنا خرچ کم کر دیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان
ہے کہ میری گزران مزے سے ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہین
ہوتی ہے۔ بعد ازان شراب کی خوشبوؤن اور کنیزون کے راگ گانے سے خلیفہ کو اس درجہ سرور
حاصل ہوا کہ خلیفہ نے ابراہیم سے کان مین کہا کہ اُس میزبان کو علیحدہ لیجا کر یہ بتلا دے کہ مین خلیفہ
ہارون الرشید ہون"۔ یہ سنکر ابراہیم نے میزبان سے علیحدگی مین کہا کہ تم جانتے ہو تمہارا یہ مہمان
کون شخص ہی؟ میزبان نے کہا مین نہین جانتا۔ ابراہیم نے کہا آگاہ ہو کہ یہ امیرالمومنین ہین میزبان
یہ سنکر اسقدر ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ اور کہتا رہا کہ آہا۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔ اے نادان اے سنکر
خلیفہ بھی ہنسنے لگا۔ پھر میزبان نے اپنی بیوی کو پکار کر بلایا اور کہا کہ تم نے ہمارے مہمانون کو دیکھا
یہ شراب پی کر مدہوش ہین۔ اور میرے شکر یئے مین ہنسی مذاق کی باتین کر کے میرا دل خوش کر رہے
ہین۔ ان مین سے ایک یہ کہتا ہی کہ مین امیرالمومنین ہون۔ یہ کہکر ایک گلاس مذاقاً ادب کے
انداز سے ہارون الرشید کی جانب بڑھایا اور کہا کہ امیرالمومنین! یہ نوش جان فرمایئے اس انداز
پر ہارون الرشید کو اور بھی ہنسی آئی۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ تو درحقیقت اصلی امیرالمومنین ہین۔
میزبان نے ابراہیم سے یہ لفظ پھر سنکر کہا کہ خدارا۔ اپنا یہ نشہ کا مذاق معاف رکھیئے۔ تم نے
تو ابھی صرف دو ہی گلاس پیئے ہین اور اتنے ہی نشہ مین اس شخص کو امیرالمومنین بنا دیا ہے
شاید ایک اور نصف گھنٹے مین تم اس شخص کو کہین پیغمبر ہی نہ بنا دو۔ رات یون ہی ہنسی مین گزر گئی
جب صبح ہونے لگی تو یہ دونون مہمان اپنے میزبان سے رخصت ہونے لگے۔ ابراہیم نے
اپنے میزبان کو اپنے بیان کی سچائی کا یقین کرانے مین چونکہ ناکامیاب رہا تھا اس وجہ سے
اُسنے اپنے میزبان سے وقت رخصت یہ کہا کہ صبح کو تم اپنے ہمسایون سے خلیفہ ہارون الرشید

اور ابراہیم الموصلی کی شکل وشباہت کا حال دریافت کرنا اور چلتے ہوئے میزبان کا نام دریافت کیا تو اُسنے جواب دیا کہ میرا نام اشٹو والا ہے۔ صبح کو میزبان کے ہمسایون نے اُس سے پوچھا کہ رات کو تمہارے ہان کیا غل اور شور ہو رہا تہا اور وہ تمہارے دونون مہمان کون تھے۔ جب میزبان رات کی بزم طرب کا سب حال بیان کر چکا تو ایک ہمسایہ نے اس سے دریافت کیا کہ تو بتلاؤ تمہارے مہمانون کی کیا شکل وشباہت تھی۔ اور جب میزبان نے اُن کی شکل وشباہت کا پتہ بتلایا تو اُس ہمسایہ نے کہا کہ درحقیقت وہ شخص خلیفہ ہارون الرشید ہی تہا۔

میزبان یہ سنکر ابراہیم الموصلی کے گھر گیا اور اطلاع کی کہ اشٹو والا آپ سے ملنے آیا ہے۔ ابراہیم نے فوراً اُس کو اپنے پاس بلوالیا اور اپنے ساتھ سوار کر کے اسکو خلیفہ کے محل پر لے گیا۔ یہ دونون خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے نہایت اصرار سے اشٹو والے سے کہا کہ تم ویسے ہی رات کیطرح سے اپنی حقارت آمیز گفتگو کی نقل کرو۔ اشٹو والے نے بعینہ ویسی ہی نقل کی خلیفہ ہارون الرشید ہنستے ہنستے لیٹ گیا۔ پھر خلیفہ نے اُسکو ایک کثیر التعداد زر نقد انعام دینے کیلیے حکم فرمادیا۔ اور کہا کہ تم اشٹو جس ترکیب سے پکاتے ہو وہ بتلا دو۔ اُس نے عرض کیا کہ امیر المومنین اچھی کہ ایسی بیش بہا ثابت ہوئی کہ اُس کی وجہ سے مین آپ تک پہنچا۔ اگر مین اُسکو اب بتلا دون گا تو پھر مجھے کچھہ فائدہ نہ ہوگا۔ ہان امیر المومنین کا جسوقت اشٹو کو دل چاہا کریگا مین پکا دیا کرون گا۔ ہارون الرشید اُس کے اس جواب سے خوش ہوا اور یہ خوش قسمت میزبان بعد ازان اشٹو والے کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ہارون الرشید سے لوگ اکثر بڑی سختی سے گفتگو کر لیتے تھے اور ایسے جواب دیتے تھے جس مین ذرا بھی تواضع یا خلق نہین ہوتا تہا۔ ایکبار ہارون الرشید حج کے لیئے مکہ شریف گیا اور کعبۂ شریف کا طواف کرنے کو ہی تہا کیونکہ یہ طواف بھی شریعت کے حکم کے موافق مناسک حج مین داخل ہے کہ یکایک ایک عرب نے ہارون الرشید سے آگے نکل کر کعبۂ شریف کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ اُس کی اس حرکت سے خلیفہ کو بہت تعجب ہوا۔ ندیمون نے اپنے آقا کا اشارہ پاکر اُسکو وہان سے باہر

رشید ہارون کی نخوت

عرب کو روکا جس نے فوراً جواب دیا کہ "اللہ تعالے نے امام (پیشوائے مذہب) اور رعیت کو اس جگہ مساوی کر دیا ہے جیسا کہ وہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے" اس مقدس[1] جگہ کو ہم نے سب لوگوں کے لیئے یکسان بنایا ہے چاہے کوئی اس میں رہنے والا ہو یا کوئی اجنبی یا مسافر ہو اور جو کوئی بے انصافی سے اس مقدس جگہ کی بے ادبی کریگا تو ہم اس کو دکھ کی مار دینگے"۔ جب ہارون الرشید نے یہ سُنا تو اپنے ندیمون کو حکم دیا کہ اس عرب کو جانے دو اور اس سے کچھہ نہ کہو۔ پھر خلیفہ نے جب حجر الاسود کو بوسہ دینا چاہا تو یہان بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے حجر الاسود کو بوسہ دیدیا۔ اور جب خلیفہ نے مقام ابراہیم پر (یہ وہ پتھر ہے جسپر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی) نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو وہان بھی اس عرب نے خلیفہ سے پہلے نماز پڑھ لی۔ حج کے جب تمام مناسک ادا ہو چکے تو ہارون الرشید نے ایک معتمد کو بھیجکر اس عرب کو اپنے پاس بلوایا۔ عرب نے جواب دیا کہ مجھکو تو ملنے کی ضرورت ہی نہین۔ اگر خلیفہ مجھسے ملنا چاہتا ہے تو اُس کو خود میرے پاس آنا چاہئیے۔ یہ جواب سنکے خلیفہ خود اُس عرب کے پاس گیا اور اُس کو سلام کرکے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو مین یہان بیٹھ جاؤن عرب نے جواب دیا کہ یہ میرا مکان نہین ہے اور نہ یہ مقدس جگہ میری ملک مین ہے۔ یہان تم سب مساوی اور برابر ہین۔ اگر تمہارا دل چاہے بیٹھ جاؤ۔ اگر دل نہ چاہے چلے جاؤ۔ ہارون الرشید وہان بیٹھ گیا اور کہا کہ اے اعرابی! مین تم سے تمہارے مذہبی فرائض کے بارے مین کچھہ دریافت کیا چاہتا ہون کیونکہ اگر تم اپنے مذہبی امور مین درست ہوگے تو تمہارے دیگر معاملات بھی درست ہونگے لیکن اگر تم اپنے مذہبی امور کے جواب دینے مین ٹھیک اُترے تو تمہاری دوسری باتین بھی ٹھیک نہ ہونگی۔

اعرابی نے کہا کہ تم جو کچھہ مجھسے پوچھنا چاہتے ہو وہ بطور سیکھنے کے پوچھنا چاہتے ہو یا صرف مجھے حیران کرنے اور دق کرنے کا ارادہ ہے۔ اعرابی کی اس حاضر جوابی سے ہارون الرشید

---

[1] والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواءً العاکف فیہ والباد ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم

متعجب ہوا۔ اور کہا کہ نہیں۔ حیران کرنے کیلئے نہیں سیکھنے کے لئے پوچھتا ہوں۔ اعرابی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو جس طور سے طالب علم اُستاد کے سامنے بیٹھتا ہے اسی طرح ادب سے تم بھی بیٹھ جاؤ۔ جب ہارون الرشید دوزانو مؤدب ہو کے بیٹھ گیا تو اعرابی نے کہا کہ اب جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میں تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کونسا کام فرض کیا ہے؟ اعرابی نے کہا کیا تم اُس ایک فرض کا حال پوچھنا چاہتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے مجھپر فرض کیا ہے یا پانچ یا سترہ یا چونتیس یا پچاسی کا حال یا میری تمام زندگی میں جو صرف ایک فرض ہے وہ پوچھنا چاہتے ہو؟ یہ سنکر ہارون الرشید چھوٹی ہنسی ہنسا۔ اور کہا کہ میں نے تو تم سے تمہارے فرائض کی بابت پوچھا اور تم حساب لے بیٹھے۔ اعرابی نے جواب دیا کہ اے ہارون! اگر ہمارے مذہب میں حساب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے حشر کے دن حساب نہ لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ[۱] کسی روح کو اُس دن رائی کے دانے برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ کیونکہ ہم کافی حساب دان ہیں۔ خلیفہ نے جب یہ سُنا کہ مجھکو صرف ایک سادہ لفظ ہارون ہی سے مخاطب کیا گیا ہے اور امیر المومنین نہیں کہا تو وہ غصہ سے نیلا پیلا ہو گیا۔ مگر وہ کعبہ شریف کے تقدس کا خیال کر کے ضبط کر گیا۔ اور اُس اعرابی سے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اُس کو بالتشریح اور بالتفصیل بیان کرو ورنہ میں تمہاری گردن اڑوادونگا یہ سنکر خلیفہ کا ایک ندیم بولا کہ امیر المومنین! آپ اس کو معاف فرمادیں اور اس مقدس جگہ پر اس اعرابی کی جان کو ہدیہ چڑھادیں۔ یعنی اس کو قتل نہ کریں۔ یہ گفتگو سنکر اعرابی ایک حقارت آمیز ہنسی ہنسا۔ اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں بڑا بے وقوف کون ہے؟ آیا وہ ہے کہ جو تقدیری بات کو معاف کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یا وہ شخص ہے کہ جو اس بات کی

[۱] ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا و ان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بها و کفی بنا حاسبین ۱۲ مصباح

یا بہت جلدی کرنا چاہتا ہے کہ جو بات ابھی تک تقدیر مین نہین ہے ؟ اور سنو تمہارے سوالات کے یہ جواب ہین کہ اسد تعالیٰ نے مجھپر بہت کام فرض کئے ہین مین نے جو تم سے ایک فرض کا ذکر کیا تھا اُس سے میری مراد مذہب اسلام سے تھی۔ اور مین نے جو پانچ فرضون کا ذکر کیا تھا اُس سے میرا مطلب روزانہ پنجگانہ نماز سے تھا اور سترہ سے میری غرض سترہ رکعتین فرض نماز کی تہین اور چونتیس[1] سے میری مراد سجدون سے ہے۔ اور بچاسی سے میرا مطلب لفظ "اللہ اکبر" سے ہے جس کی تعداد بچاسی[2] ہے۔ اور میری تمام زندگی مین جو مجھپر ایک فرض ہے۔ اُس سے میری مراد مکہ شریف کے حج سے ہے۔

بعدازان اُس اعرابی نے خلیفہ سے ایک مشکل مسئلہ پوچھا جس کا وہ اچھی طرح جواب نہ دیسکا اور یہ معما طلاق کے بارے مین تہا۔ ہارون الرشید اس اعرابی کے علم لیاقت۔ معرفت اور زہد سے بڑا خوش ہوا حکم دیا کہ اس اعرابی کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے۔ مگر اعرابی نے ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ہارون الرشید نے کہا کہ مین یہ دراہم اور دیگر خورونوش کا سامان آپکے واسطے مہیا کر دون ؟ اعرابی نے کہا کہ نہین کچھ ضرورت نہین جو شخص کہ تمہارے لیئے یہ سب سامان مہیا کرتا ہے وہی میرے لیئے مہیا کریگا۔ ہارون الرشید نے دریافت کیا کہ کیا تم قرضدار ہو؟ اعرابی نے جواب دیا "الحمدللہ" "مین کسی کا قرضدار نہین ہون"۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس اعرابی نے خلیفہ کو ہر بات مین قائل اور نادم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جب یہ ملاقات ختم ہو چکی تو ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ یہ بہادر شیخ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ سے ہے۔ اور چونکہ خاندان علوی جو خلافت اور سلطنت سے بے دخل ہو چکا تھا۔ اس لیئے اس علوی نے اس مقدس مہینے اور مقدس جگہ کی عام رعایتون سے فائدہ اُٹھا کر اپنا علم اور فضل و کمال اور اپنی آزادی اور غیر ماتحتی ظاہر کی۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] غالباً چونتیس سجدون سے مراد ہے جو سترہ فرض رکعت مین ہین ۱۲ [2] یہ اللہ اکبر بھی غالباً فرض رکعتون کی اللہ اکبر سے مراد ہے جسکی تعداد بچاسی سے کچھ زیادہ ہے مگر غیر یہ ایک فروعی تعداد کی غلطی ہے ۱۲ مصباح مترجم

کی معزز اولاد (ہارون الرشید) کو نادم اور قائل کیا۔

ابراہیم الموصلی اور بعض اسکی حکایات

ابراہیم الموصلی جس کی بابت چند حکایتین اس سے ماقبل مرقوم ہو چکی ہین وہ اپنے زمانہ کے سب مغنیون سے علم موسیقی مین گوے سبقت لے گیا تھا اور دربار کا بہت عزیز مغنی تھا۔ اگر ہم خود اُسی کے بیان پر یقین کرلین تو اُسکے رنگ غیر معمولی وضع کے ہوا کرتے تھے۔ ایکدن ہارون الرشید سے چھٹی لے کر ابراہیم نے وہ روز اپنے گھر مین بآرام بسر کرنا چاہا اور زنانہ مکان مین جاتے ہوے اپنے دربانون کو حکم دیا کہ چاہے کوئی شخص آوے اور کیسا ہی ضروری کام تبلاوے تم ٹال دینا۔ اور مجھسے آج کسی کی اطلاع نہ کرنا۔ مگر ابراہیم جب اپنے گھر مین داخل ہوا تو یہ دیکھکر بڑا ہی متعجب ہوا کہ زنانے مکان مین ایک بزرگ صورت شیخ اس قدر رعب و داب والا بیٹھا ہوا ہے کہ ابراہیم بجاے اسکے کہ اس کی مداخلت بیجا پر ناراض ہوتا۔ اُس نے اُس شیخ کو سلام کیا اور اُس کا خیر مقدم کیا۔ یہ بزرگ صورت شیخ بڑی ہی طلاقتِ لسان سے گفتگو کرتا تھا۔ ابراہیم نے اُس شخص کے ہمراہ کھانا کھایا۔ شراب پی اور دونون نے ملکے خوب گایا بجایا۔ اِس غیر معلوم اور اجنبی شخص نے تین لہجون کی طرز مین گایا بجایا۔ اور اسطرح کا گانا سننے سے اس کا میزبان بہت ہی خوش ہوا۔ بعدازان یہ شخص اُسی خفیہ طریقہ سے غائب ہوگیا کہ جس طور سے آیا تھا۔ اس کو یکایک غائب دیکھکر ابراہیم ننگی تلوار لیکر اپنے دربانون کے پاس دوڑا ہوا گیا اُنکو دھمکایا کہ اگر تم یہ بات صاف صاف نہین تبلاؤگے کہ یہ عرب کس طرح میرے مکان مین داخل ہوا تھا اور اب یکایک کسطرح غائب ہوگیا تو مین تم کو قتل کرا دونگا۔ اُنھون نے کہا کہ ابھی تک تو کوئی شخص دروازہ مین سے نہین گیا۔ ابراہیم اور دربانون مین ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ان کے درمیان مین سے اُس غیر معلوم مہمان کی یکایک یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم! تو کچھ فکر مت کر۔ آج تیرے پاس مین ابومرہ۔ یعنی برائی مجسم تھا اور مین نے ہی آج تیرے ہمراہ کھانا وغیرہ کھانا اور راگ گائے تھے۔ ابراہیم نے اُس شخص کا لب ولہجہ یاد رکھا اور پھر اُسی طرز سے خلیفہ کے حضور مین راگ سنائے۔ ہارون الرشید اس واقعہ کے سننے اور ان نئے لہجون کے ساتھ راگ سنکر بہت ہی خوش ہوا۔ حرم کی مستورات کے

سلسلے اگر یہ واقعہ ہوتا تو وہ اس خوبصورت اور فاضل شیخ کا غالباً بڑی ہی مختلف طرز سے بیان کرتیں۔

ہارون رشید کی عربی زوجہ

ہارون الرشید ایک دن جعفر کے ساتھ سیر کو نکلا راستہ میں خلیفہ نے کچھ عربی لڑکیاں دیکھیں ان میں سے ایک لڑکی ایک عرب سردار کی بیٹی تھی۔ خلیفہ اس کی عقلمندی اور فصاحت دیکھکر اور فی البدیہہ اشعار سنکر اس لڑکی پر فریفتہ ہوگیا اور اس عرب سردار سے اس لڑکی کا خطبہ کرکے اُس سے نکاح کرلیا۔ چند روز کے بعد یہ عرب سردار مرگیا۔ ہارون الرشید جو اپنی اس عربی بیوی سے غایت درجہ الفت اور نہایت محبت کرتا تھا یہ غم انگیز خبر خود ہی اپنی عربی زوجہ سے کہنے گیا۔ یہ لڑکی خلیفہ کو دیکھتے ہی اس کے بشرہ سے غم کے آثار پاگئی۔ اور بغیر بولے یا کچھ سنے ایک کوٹھری میں بھاگ گئی اور اپنی بیش بہا پوشاک اُتار کر ماتمی لباس پہن لیا اور چلائی کہ ہیہات ہیہات ہیہات میرا باپ فوت ہوگیا۔ وامصیبتاہ! واأسفاہ! خلیفہ بھی کوٹھری میں گیا اور اپنی بیوی کی تسکین اور دلجوئی کرنے لگا۔ اور جب وقت غم کی اول باری اس سے دور ہوئی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تو نے بغیر میرے کہے اپنے باپ کی موت کا احوال کس طرح جان لیا؟ اُس نے کہا کہ امیر المومنین! میں نے آپکے قیافہ سے یہ بات معلوم کرلی کیونکہ جب سے میری اور آپ کی دامنبندی ہوئی ہے میں نے آپ کا ایسا غمگین چہرہ آجتک نہیں دیکھا تھا اور چونکہ میں واقف تھی کہ آپ بفضلہ تا ہنوز بقید حیات ہیں تو سوائے میرے باپ کے اور کسی کی بابت مجھے چنداں فکر واندیشہ کی جا نہ تھی اور جب آپ اس طرح سے رنجیدہ آئے تو میں پہچان گئی کہ افسوس! میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ کے تہوڑے عرصہ کے بعد خلیفہ کی یہ عربی زوجہ بھی اپنے باپ سے جاملی یعنی فوت ہوگئی۔

معن کا بیرمنو

معن ابن زائدہ خلیفہ کا ایک ندیم تھا۔ خلیفہ کسی بات پر اُس سے ناراض ہوگیا مگر ہارون الرشید نے معن کو اپنے ندیموں میں سے جدا نہ کیا اور اپنے پاس حاضر رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ ہارون الرشید نے ایکدن یہ دیکھکر کہ معن آہستہ اور بدقت

چلتا ہے اُس سے کہا کہ اے معن! اب تم تو بڈہے ہوگئے۔ اُس نے عرض کیا کہ ہیرالمومنین ہان مین آپ کی خدمت اور ملازمت مین بڈھا ہوگیا ہون۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہمت تو تم مین ابتک باقی ہے۔ اُس بڈہے نے جواب دیا کہ ہان امیرالمومنین! آپ کی ملازمت کی وجہ سے ہمت باقی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تم بہت بہادر معلوم ہوتے ہو۔ معن نے جواب دیا کہ ہان امیرالمومنین! آپ کے دشمنون کے مقابلہ کے لیئے مین بہت بہادر ہون۔ یہ عقلمندی کے جواب سنکر خلیفہ پر بہت مہربانی فرمانے لگا۔ یہان تک کہ ایک دن خوش ہوکر اُسکو صوبہ بصرہ کا گورنر مقرر فرمادیا۔

خلیفہ کو نیند نہ آنا اور جعفر برمکی کی گفتگو

ایک رات خلیفہ ہارون الرشید کو نیند نہین آئی۔ اسلیئے اُسنے جعفر برمکی کو بلاکر کہا کہ بوجہ نیند نہ آنے کے مجھکو تھکن معلوم ہوتی ہے اور طبیعت پریشان ہے تم ایسی باتین کرو کہ میری یہ پریشانی رفع ہوجاوے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے بہت سے ایسے پیدا کیئے ہین کہ جو رنجیدہ دلون کو خوش کرتے ہین۔ شاید تم بھی اُنہین لوگون مین سے ایک ہو جعفر نے عرض کیا کہ ہیرالمومنین! آپ محل کی چھت پر تشریف لیچلیئے۔ اور آسمان پر جو کروڑہا چمکتے ہوئے ستارے پھیلے ہوئے ہین ان کو مشاہدہ کیجیئے اور غور کیجیئے کہ بعضے ستارے آپس مین کسقدر ملے ہوئے ہین اور کس قدر بلند ہین اور مہتاب جو طلوع ہو رہا ہے اُس کا چہرہ مثل اُس شخص کے چہرہ کے چمکتا ہے کہ جس سے آپ محبت فرماتے ہین۔ خلیفہ نے کہا کہ نہین۔ میرا دل تو اس وقت ان کے دیکھنے کو نہین چاہتا۔ جعفر نے عرض کیا کہ ہیرالمومنین! محل کی کھڑکی کھول کر باغین باغ کو اور خوبصورت درختون کو ملاحظہ فرمایئے اور پرندون کا راگ الاپنا۔ اور پانی کے بہنے کی دہیمی دہیمی آواز سنیئے اور پھولون کی خوشبو مین سونگھیئے چکی کی آواز سنیئے اس مین سے آواز ایسی غم آلود نکلتی ہے کہ جسطرح کوئی عاشق اپنے معشوق کے فراق مین آہ و نالہ کر رہا ہو۔ یا امیرالمومنین صبح صادق تک خواب استراحت فرمایئے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہین میرا دل ان کے دیکھنے کو بھی وقت نہین چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ جس کھڑکی مین سے دریائے دجلہ نظر آتا ہے وہ کھلوا لیجئے۔ جہازون کو دیکھیئے۔ ملاحون کا گانا اور کام کرنا اور آپس مین دل بہلانا اور ہنسنا

ملاحظہ فرمائیے۔ ہارون رشید نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل ان کے دیکھنے کو اس وقت نہیں چاہتا۔
جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اصطبل میں تشریف لے چلیے اور اپنے عربی گھوڑوں کو ملاحظہ فرمائیے
رنگ برنگ کے عربی گھوڑے آپ کے اصطبل میں موجود ہیں۔ سیاہ جنگی گھوڑے تو آپ کے
ایسے ہیں جنہوں نے سیاہی میں شب دیجور کو بھی مات کر دیا ہے اور دوسرے رنگوں کے گھوڑے
مثلاً سفید، سبزہ لال۔ نقرئی۔ کمیت۔ ابلق۔ تمام قسم کے اور طرح طرح کے گھوڑے موجود ہیں۔
اگر کوئی شخص ان کے رنگ دیکھے تو اسکی عقل چکرا جائے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل اسوقت
انکے دیکھنے کو نہیں چاہتا۔ پھر جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! آپ کی تین سو شہنیہ کنیزیں ہیں۔
اُن کا گانا بجانا سنیئے اور اُن کو بلوانے کا حکم دیجیے۔ شاید ایسا ہو کہ آپکے دل کی پریشانی راگ
سننے سے جاتی رہے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں۔ میرا دل اسوقت گانا سننے کو بھی نہیں چاہتا۔ تب
جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اپنے غلام جعفر برمکی کا سر کاٹ ڈالیے کیونکہ وہ اپنے آقا شہنشاہ
کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔

ابو مریم

حکایت

ابو نواس کی طرح ایک شخص ابو مریم مدنی بھی ایک بڑا ہی ظریف اور مسخرہ تھا۔ خلیفہ کی اُس پر بھی نہایت
مہربانی تھی۔ ایک دن علے الصباح خلیفہ اُس کمرہ میں گیا جہاں ابو مریم سو رہا تھا خلیفہ نے اُسکے چہرہ
سے چادر اُٹھا کر کہا کہ آج تمہاری کیسی طبیعت ہے جو صبح ہو گئی اور تم نہیں اُٹھے۔ ابو مریم نے کہا
جائیے اپنا کام کریئے۔ ابھی تک صبح نہیں ہوئی۔ ہارون الرشید نے بڑی متانت سے کہا کہ جاگو
اُٹھو۔ اور صبح کی نماز پڑھو۔ ابو مریم نے جواب دیا کہ اس وقت صبح کی نماز پڑھنا تو ابو جارود کے مذہب
میں درست ہے اور میں امام ابو یوسف کے مذہب پر ہوں۔ ابھی ہمارا وقت صبح کی نماز پڑھنے کا
نہیں ہوا ہے۔ یہ سنکر خلیفہ نے تنہا اپنے آپ نماز پڑھنا شروع کیا اور جب نماز میں خلیفہ بعد الحمد
قرآن شریف کی اس آیت پر پہنچا کہ "مجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جسنے
مجھے پیدا کیا ہے"۔ یہ سنکر ابو مریم چلا اُٹھا کہ میں تو درحقیقت اُس چیز کو نہیں جانتا۔ خلیفہ جب نماز

سلہ وَمَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۱۲ مصباح مترجم

پڑھ چکا تو ابو مریم پر بہت ناراض ہوا۔ اور جو نماز کے اندر دخل دینے سے اسپر بہت لعنت ملامت کی۔ ابو مریم نے عرض کیا کہ میرا مطلب آپ کی نماز دخل دہی سے نہین تھا لیکن جب آپنے مندرجہ بالا الفاظ کہے تو مین اُن کو سنکر کانپ اُٹھا۔ یہ بات سنکر خلیفہ سے ہنسی ضبط نہ ہو سکی۔ بہت ہنسا لیکن ابو مریم کو تنبیہ کر دی کہ آیندہ سے مذہبی امور مین ہنسی مذاق یا مسخراپن نہ کیا کرے۔

ہارون الرشید کی ظرافت کی حکایت

ایک دن ہارون الرشید نے اپنے ایک ندیم کو جس کا نام الحکم تھا یہ حکم دیا کہ کل علے الصباح مین شکار کو جاؤن گا تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ الحکم اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ خلیفہ نے اپنی طرف سے کل مجھے شکار مین چلنے کا حکم دیا ہے لیکن مین خوب جانتا ہون کہ مجھسے یہ تکلیف برداشت نہین ہو گی۔ کیونکہ مجھے صبح ہی ناشتہ کھانے کی عادت ہے اس بات سے تم بھی واقف ہو اور خلیفہ دوپہر سے پہلے کبھی کھانا نہین کھاتا ہے اتنی دیر مین مین تو بھوکا مر جاؤن گا! واللہ! مین نہین جاؤنگا الحکم کی بیوی نے کہا کہ نہین یہ نہین چاہیئے عدول حکمی کرنا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور تمہارا نافرمانبردار ہونا ناممکن ہے! الحکم نے پوچھا کہ تو پھر مین کیا کرون گا۔ اُس کی بیوی نے کہا کہ تم اپنے ساتھ ایک کاغذ مین ذرا سا حلوا رکھکے لیجاؤ۔ اُس کو اپنی پگڑی مین باندھ لینا اور فرصت کا جب وقت پاؤ تو کھا لینا۔ اور بعد ازان دوپہر کو تو تم خلیفہ کے ہمراہ کھانا کھا ہی لوگے دوسرے دن علے الصباح الحکم نے حلوے کا کاغذ اپنی پگڑی کے بیچون مین رکھ لیا اور اپنے خچر پر سوار ہوکے خلیفہ کے جلو مین شامل ہو گیا۔

الحکم کی پگڑی تنزیب کی تھی اُس میں سے حلوے کا کاغذ نظر آ سکتا تھا۔ اور اتفاق بھی ایسا ہی ہوا کہ خلیفہ کی نظر اسی حلوے کے کاغذ پر پڑ گئی۔ خلیفہ نے جعفر سے چپکے سے یہ کہا کہ کیا تم کو الحکم کی پگڑی مین سے حلوے کا کاغذ نظر آتا ہے؟ دیکھو مین اسکے ساتھ ہنسی کر کے اس کو حیران کرونگا اور اسکو حلوا نہین کھانے دون گا۔ یہ کہکر سڑک پر چلتے چلتے خلیفہ نے اپنی وضع ایسی کر لی کہ گویا کوئی شکار سامنے نظر آیا ہے اور اپنا خچر سب سے آگے بڑھا لیا۔ الحکم نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور اپنی پگڑی مین سے حلوے کا ایک لقمہ نکالکر اپنے منہ مین رکھ لیا

الحکم نے منہ مین نوالہ رکھا ہی تہا کہ خلیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اُسکی جانب پھیری اور پکارا کہ "یا الحکم" الحکم نے جلدی سے اپنے منہ سے حلوے کا نوالہ نکالکر اور زمین پر پھینک کر کہا کہ ہان امیر المومنین! کیا ارشاد ہے؟ ہارون الرشید نے کہا کہ آج اس خچر پر بیٹھنے سے میری طبیعت خوش نہین ہوتی۔ میرے خیال مین اس خچر کو کچھہ نہ کچھہ تکلیف ہے۔ الحکم نے کہا کہ شاید سائیس نے اس خچر کو زیادہ دانہ کھلا دیا ہوگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے اپنا گھوڑا پھر بڑھایا۔ الحکم جو بھوک سے نیم مردہ ہو رہا تہا اُس نے سب کی نظر بچا کر جلدی سے ایک لقمہ حلوے کا اپنے منہ مین اب پھر رکھا ہی تہا کہ اتنے مین امیر المومنین کی آواز "یا الحکم" پکارنے کی پھر آئی۔ الحکم نے مجبوراً یہ نوالہ بھی منہ سے نکال کے پھینکا اور خلیفہ کو جواب دیا۔ ہارون رشید نے کہا کہ خدا جانے آج اس خچر کو کیا ہو گیا یہ اچھی طرح میری مرضی کے مطابق چلتا ہی نہین۔ الحکم نے عرض کیا کہ کل مین اسکو سالوتری کو دکھا دون گا۔ پھر سب تھوڑی دور آگے اور چلے۔ الحکم اپنے آپ بڑبڑاتا اور شکایت کرتا چلتا تہا۔ اور تمام قسم کی لعنت ملامت اُس خچر اور نیز اُسکے مالک پر کرتا چلتا۔ تھوڑی دیر کے بعد موقع پاکر الحکم نے حلوے کا ایک نوالہ اپنے منہ مین پھر رکھا ہی تہا کہ خلیفہ نے اُس کی جانب مڑ کر اُس کو پھر پکارا اس بدقسمت ندیم نے یہ نوالہ اپنے منہ مین سے پھینک کر چپکے سے کہا کہ واے ہاے! آج کا دن میرے لیے کیسا روز سیاہ ہے۔ ہر دفعہ یہی آواز آتی ہے۔ یا الحکم۔ یا الحکم۔ تمہین کونسا جنون ہو گیا ہے؟ ہارون رشید نے کہا کہ اے حکم! مین خیال کرتا ہون کہ اس خچر کو چابک بوجھکر لنگڑا کر دیا گیا ہے۔ تم نہین دیکھتے کہ وہ کس طرح چلتا چلتا ٹھیرتا ہے؟ الحکم نے عرض کیا کہ امیر المومنین! کل سالوتری آکے اسکے نعلین لگا دے گا اور پھر انشاء اللہ یہ خچر اچھی طرح چلا کرے گا۔

ایران سے ایک قافلہ سوداگرون کا آرہا تہا۔ سڑک پر خلیفہ کے لشکر سے اُس کارواں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اُس کاروان مین سے ایک سوداگر نے آگے بڑھ کے از رہ تعظیم خلیفہ کے سامنے زمین پر بوسہ دیا اور نہایت بیش قیمت تحائف پیش کیے۔ منجملہ ان تحفون کے ایک

نہایت خوبصورت اور جوان ایرانی کنیز تھی۔ یہ کنیز نہایت حسین تھی۔ اس کا سینا ابھرا ہوا تھا پتلی کمر تھی۔ آنکھیں غزال وحشی کی مانند تھیں اور منہ کا دہانہ مثل خاتم حضرت سلیمان علیہ السلام کے تھا۔

ہارون الرشید نے جو عورتوں کی خوبصورتی کو ہمیشہ پسند کیا کرتا تھا اس سوداگر کو ان تحفہ جات کے عوض میں ایک بہت بڑی تعداد کثیر زر نقد کی بطور انعام عطا فرمائی اور الحکم کو یہ حکم دیا کہ اس کنیز کے ہمراہ فوراً بغداد کو جاؤ اور ایک عمدہ محل میں اسکو اتروا کر نہایت عمدہ عمدہ اور نفیس نفیس کھانے جلد پکوانے کا حکم دینا۔ الحکم نے خلیفہ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ بھی جلد شکار سے واپس آگیا اور اپنے تمام ہمراہیوں کو رخصت کر دیا۔ اور بعد ازاں کھانا کھانے کے کمرے میں مع کنیز پارسی کے گیا اور وہان جاتے ہوئے الحکم کو حکم دیا کہ تم یہان دروازے پر پہرہ پر کھڑے رہو اور اگر شہنشاہ بیگم زبیدہ یہان آجاوین تو مجھے فوراً اطلاع کر دینا۔ الحکم نے جواب دیا کہ مین نے آپکے سب احکام سن لیئے۔ اول اللہ تعالے کی اور بعد ازان امیرالمومنین کی اطاعت مجھپر فرض ہے۔ یہ کہکر الحکم دروازے پر پہرہ دینے کے لیئے کھڑا ہو گیا۔

خلیفہ نے کھانا ختم کیا ہی تھا اور شراب کی پیالیان بھرنی تھین کہ یکایک دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانے کی آہستہ آہستہ آواز آئی۔ خلیفہ کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ شہنشاہ بیگم زبیدہ ہی نے آ کے یہ کنڈی کھٹکھٹائی ہے۔ اس لیئے گلاس اور بوتلین جلدی سے علیحدہ رکھکر کنیز پارسی کو ایک الماری مین چھپا دیا اور بعد ازان دروازہ کھولکر دیکھا کہ صرف الحکم ہی وہان کھڑا ہے۔ خلیفہ نے اُس سے پوچھا کہ کیا زبیدہ آرہی ہین؟ الحکم نے کہا کہ امیرالمومنین! زبیدہ تو نہین آئین۔ لیکن مین یہ خیال کر رہا ہون کہ افسوس اُس خچر سے آپ کو کسقدر تکلیف ہوئی۔ مین نے سائیس سے پوچھا تھا۔ اُس نے کہا کہ درحقیقت اُس خچر نے زیادہ دانہ کھا لیا تھا۔ کل اُس خچر کی فصد کھول دی جائے گی۔ اور

مجھے یقین ہے کہ خچر پہر جلد اچھا ہو جائیگا۔ خلیفہ نے غصہ ہو کر کہا کہ تم کو اس خچر کی کیا فکر پڑگئی ہے ایسی گفتگو سے اپنی زبان کو روکو۔ ہان اگر تم زبیدہ خاتون کو آتے ہوئے دیکھو تو اُنکے آنے کی مجھے اُسیوقت اطلاع کر دینا۔

خلیفہ اور کنیز پارسی پھر اپنی اپنی جگہون پر جاکے ارام سے بیٹھے ہی تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی پھر آواز آئی۔ خلیفہ نے جلدی سے پہر اُس خوبرو کنیز اور شراب وغیرہ کو چھپا دیا اور دروازہ کھول کر الحکم سے پوچھا کہ کیا زبیدہ خاتون درحقیقت آرہی ہین؟ الحکم نے کہا کہ امیرالمومنین زبیدہ خاتون تو نہین آئین۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ آپ خچر کی بابت کس قدر متفکر تھے مین نے بیطار سے اس کا حال دریافت کیا تھا اُس نے کہا کہ اُس خچر کو کسی قسم کی بیماری نہین ہے چونکہ اُس کو چلنے پھرنے کی مشق کم ہے اسلیئے وہ خچر ذرا آرام طلب ہو گیا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور اُس خچر پر دونون پر اپنی رحمت نہ فرماوے۔ کیا مین نے تم کو یہ حکم نہین دیا تھا کہ ایسی بیہودہ باتون کے لیئے مجھکو پہر تکلیف نہ دینا؟ اپنے پہرہ پر کھڑے رہو اور اس بات کی نگہبانی رکھو کہ زبیدہ خاتون یکایک ہماری بیخبری مین یہان نہ آجاوین۔ اگر وہ ہماری بیخبری مین یہان آگئین اور تم نے مجھے اطلاع نہ کی تو مین اس دن کو تمہارے لیئے تمہاری زندگانی کے دنون مین سے بدقسمت ترین دن کر دونگا۔ اس ندیم نے جوابدیا کہ مجھکو آپ کا حکم بسر و چشم منظور ہے پہر خلیفہ دروازہ بند کر کے جاکے بیٹھا ہی کہ چھت پر سے جہان الحکم نگہبانی کیلئے کھڑا تھا کسی کے چلنے پھرنے کی آواز آئی۔ خلیفہ نے پیشتر کی سی احتیاطین عمل مین لاکر اور پورا یقین کر کے کہ اس دفعہ زبیدہ خاتون ضرور آگئی ہین۔ دروازہ کھولا خلیفہ نے آگے بھی صرف الحکم ہی کو پایا خلیفہ کے دیکھتے ہی الحکم نے عرض کیا کہ امیرالمومنین اجسطرح لنگڑا کر چھت پر مین اسوقت چلا ہون میرے خیال مین وہ خچر بھی اسیطرح چلتا ہوگا اور مجھے یہ فکر ہے کہ کہین زیادہ کھا لینے سے اُسکے پیٹ مین درد نہ ہو گیا ہو مجھے اُس خچر کا بہت فکر ہے۔ ۔ ۔ ۔ الحکم نے ابھی اس آخری فقرہ کو ختم نہین کیا تھا کہ خلیفہ نے اُسپر لعنت اور ملامت کی بوچھاڑ کر دی اور حکم دیا کہ میری آنکھون کے سامنے سے چلا جا۔

دور ہوجا۔ اور پھر کبھی مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ اگر مین آئندہ کبھی تجھے دیکھون گا تو مین تیرا سر
اُڑوا دون گا۔ الحکم اپنی خوفناک ہنسی کا نتیجہ پاکر شکستہ دل اپنے گھر گیا اور تمام احوال اپنی بیوی
سے کہا۔ اُس کی بیوی نے اُس کی تسلی و تشفی کری اور تسکین دی اور وہ زبیدہ خاتون کے
پاس گئی۔ اُس سے عرض کیا کہ آپ سفارش کر کے خلیفہ سے الحکم کا قصور معاف کر دیجئے
خلیفہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر مین زبیدہ کی سفارش منظور نہ کرون گا تو لامحالہ زبیدہ خاتون کو تمام
احوال سے آگاہی ہوجاے گی اسلیئے خلیفہ نے زبیدہ خاتون کی درخواست قبول کرلی۔
اور الحکم کا قصور معاف کر دیا۔

الحاذق طبیب

ہارون الرشید جب دورہ کرتا ہوا شہر حیرت مین پہنچا تو وہان کے عادل امین العبادی نے خلیفہ
کی دعوت کی اور منجملہ نفیس کھانون کے ایک قاب مین ایک بڑی ہی عمدہ فربہ ثابت مچھلی پکی ہوئی
تھی اور اُسکے ساتھ نہایت مزیدار چٹنی تھی۔ یہ مچھلی کی قاب خلیفہ کے آگے کھانے کیلئے رکھی
گئی۔ خلیفہ نے اِس مچھلی کے کھانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جبرئیل بن بختیشوع معالج شاہی نے
اپنے آقا کو مچھلی کھانے سے منع کر دیا اور میزبان سے اشارہ کر دیا کہ یہ مچھلی میرے کھانے کیلئے
رکھ دینا۔ اتفاق سے خلیفہ نے بھی یہ اشارہ ہوتے ہوئے دیکھ لیا اور جب جبرئیل خلیفہ کے حضور مین سے چلا گیا تو خلیفہ نے اپنے ایک خادم کو اُسکے
عقب مین یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ جبرئیل کی نظر بچی مین تو اُسکے کمرہ مین چلا جانا اور جو کچھ وہ اُسوقت کر رہا ہو اُس سے مجھے
اطلاع دینا۔ جبرائیل کو خلیفہ کا اشارہ دیکھ لینے کا حال معلوم ہوگیا۔ اُس خادم نے جبرئیل کو امین
کے مکان پر پایا۔ جبرئیل وہان اپنا کھانا کھانے بیٹھا ہی تھا اور وہی مچھلی اُسکے سامنے رکھی ہوئی
تھی۔ جبرئیل نے تین پیالے منگوائے اور اُس مچھلی مین سے تین برابر کے حصے کاٹ کر ان پیالون
مین ایک ایک حصہ رکھا۔ بعد ازان ایک پیالے مین شراب کا ایک گلاس ڈالا اور کہا کہ یہ جبرائیل
کی خوراک ہے۔ اسیطرح دوسرے پیالے مین برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ امیرالمومنین کی خوراک
ہے اللہ تعالیٰ اُن کی عمر و دولت مین برکت عطا فرماوے۔ تیسرے پیالے مین اُس نے مختلف
قسم کے گوشت کی بوٹیان۔ مٹھائی۔ ترکاری اور چٹنی وغیرہ ڈالی۔ ان سب چیزون کے دو دو

پچھے ڈھلے۔ پھر اُن سب پر برف کا پانی ڈالا اور کہا کہ یہ پیالہ بھی امیرالمومنین کے لیے ہی بشرطیکہ وہ مچھلی کے علاوہ کچھ اور کھانا چاہین۔ جبرئیل سے یہ تینون پیالے پھر اپنے میزبان کو دیدیئے اور کہا کہ جب مین آپ سے مانگون تب آپ یہ پیالے مجھے دیدینا۔ جبرئیل نے اب تمام بقیہ مچھلی خوب مزے سے کھائی اور کھاتے ہوئے کئی دفعہ شراب کی پیالیان چڑہائین خلیفہ جب قیلولہ سے بیدار ہوا تو مخبر کو اپنے پاس بُلاکر دریافت کیا کہ آیا جبرئیل نے وہ مچھلی کھائی یا نہین؟ اُس مخبر نے جب پیالون اور مچھلی مین سے تین ٹکڑے کاٹنے کا سب حال خلیفہ سے کہا تو ہارون الرشید نے اُن تینون پیالون کو منگوایا۔ پہلے پیالہ مین جو مچھلی کا گوشت تھا جس کو جبرئیل نے اپنے لیے رکھوایا تھا اور جس پیالے مین اُس نے خالص شراب ڈالی تھی وہ بالکل گلکر منجمد ہوگیا تھا۔ دوسرے پیالہ کا گوشت جسکو جبرئیل نے خلیفہ کے لیے بنایا تھا اور جس کے اوپر برف کا پانی چھڑکا تھا بہت پھول گیا تھا اور جس قدر اُس مین گوشت تھا اُس سے دگنا معلوم ہوتا تھا۔ تیسرا پیالہ جس مین مچھلی کا گوشت اور ترکاریان اور مٹھائی وغیرہ تہی وہ بالکل سڑگیا تہا۔ جبرئیل کی یہ چھوٹی سی تدبیر کارگر ہوگئی۔ خلیفہ نے اُس کو زرنقد کی ایک کثیر التعداد رقم انعام مین عطا کی اور بعدازان خلیفہ کو جبرئیل سے بہت اُنس اور اُس پر زائد اعتماد اور بھروسہ ہوگیا۔

کوثر خادم امین الرشید

جبرئیل بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کو نفیس نفیس کھانون سے بہت شوق تہا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہارون الرشید نے معمول سے کچھ زیادہ کھانا کھالیا۔ یکایک اُسکو تشنج کا ایسا دورہ ہوا کہ تمام حاضرین کو یہ یقین ہوگیا کہ خلیفہ انتقال کرگیا۔ اِس لیے امین اور مامون دونون شہزادون کو بلوایا گیا۔ مگر جبرئیل نے خلیفہ مین زندگی کے کچھ آثار پائے اور اُس نے خلیفہ کے فصد کھولنے کی رائے دی۔ لیکن کوثر نے" جو امین الرشید ولیعہد سلطنت کا خاص مصاحب تھا اور جس نے یہ خیال کیا کہ اب اگر امین الرشید خلیفہ ہو جاویگا تو میرا اُس پر بہت اقتدار ہو جائیگا" فصد کھولے جانے کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ ایک مردہ آدمی کے فصد کھولنے پر مین ہرگز

رضامند نہ ہوں گا - مگر امین الرشید نے یہ رائے منظور نہیں کی اور اپنے باپ ہارون الرشید کے فصد کھلوادی - فصد کے کھلتے ہی خلیفہ کو ہوش آگیا -

ابراہیم ابن المہدی و ہارون الرشید

ابراہیم ابن المہدی خلیفہ کا بھائی مفصلۂ ذیل حکایت بیان کرتا ہی - ایک دفعہ شہر رقہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی مین نے دعوت کی - خلیفہ کے تشریف لانے کے بعد مین نے کھانا کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا - ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ٹھنڈا کھانا کھانے سے پہلے وہ گرم کھانا کھالیا کرتا تھا - جب ٹھنڈا کھانا خلیفہ کے روبرو لا کے رکھا گیا تو اس مین ایک مچھلی کے گوشت کا پیالہ بھی تھا خلیفہ نے اس پیالے مین مچھلی کے چھوٹے چھوٹے قتلے دیکھکر کہا کہ تمھارے باورچی نے اتنے چھوٹے چھوٹے قتلے کیوں کاٹے ہین ؟ مین نے عرض کیا کہ امیر المومنین ! یہ قتلے نہین ہین بلکہ مچھلیون کی زبانین ہین - خلیفہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس پیالے مین سو ہم زبانین ہون گی - لیکن میرے خادم مراکب نے عرض کیا کہ یہ ڈیرھ سو سے زیادہ زبانین ہین - ہارون الرشید نے پوچھا کہ یہ جب کتنے مین مول آئی ہین مین نے عرض کیا کہ ان پر ایکہزار درہم (قریبًا ۴۰ پونڈ) صرف ہوئے ہین یہ سنکر خلیفہ ہارون الرشید دسترخوان پر سے اُٹھ گیا اور قسم کھالی کہ جبتک مراکب سے یہان پر اسی وقت ایک ہزار درہم وصول نہ ہوجاوین گے مین اس کھانے مین سے ایک لقمہ تک ہرگز ہرگز نہین کھاؤن گا جب یہ روپیہ وصول ہوگیا تو خلیفہ نے حکم دیا کہ اس روپیہ کو محتاج او رمساکین پر خیرات کردو اور ابراہیم اور مراکب کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ تم نے ایک رکابی پر جو اس قدر فضول خرچی کردی ہے اس لیے مین امید کرتا ہون کہ یہ خیرات اُس فضول خرچی کا معاوضہ ہوجائیگی - پھر خلیفہ نے وہ رکابی اپنے ہاتھ مین اُٹھالی اور اپنے ایک ملازم کی جانب مڑکر کہا کہ اس رکابی کو میرے بھائی ابراہیم کے گھر سے باہر لیجا ؛ اور جو کوئی محتاج یا مسکین اول ہی اول تمکو ملے اُسکو یہ دے آؤ - ابراہیم کا بیان ہے کہ خلیفہ کی تشریف آوری کی خوشی مین - مین نے یہ مچھلی کی زبانین دو سو سالھہ درہم مین خریدی تھین - اس حیلے مین نے اپنے نوکرون مین سے ایک کو آنکھ کا اشارہ کردیا کہ خلیفہ

سے خادم کے ہمراہ باہر چلا جائے اور جس کسی محتاج کو یہ خادم یہ پیالہ دیوے تو اُس سے اِس پیالہ کو مول لیلے۔ ہارون الرشید اُس کے جانے سے میرا یہ اشارہ سمجھ گیا اور اپنے خادم کو بلاکر کہا کہ تم کسی محتاج کو یہ پیالہ دیکر اُس سے یہ کہدینا کہ امیر المومنین نے تمکو یہ صلاح دی ہے کہ تم اس پیالہ کو دوسو درہم سے کم مین فروخت نکرنا۔ ابراہیم کا بیان ہے۔ کہ میرے بھی پورے دوسو درہم ہی ان زبانون کے خریدنے مین صرف ہوئے تھے۔

بد قسمت نام

یہی شہزادہ ابراہیم اپنے بھائی ہارون الرشید کی ایک اور حکایت بیان کرتا ہی اور وہ یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید ایک کشتی مین بیٹھا ہوا براہ دریا دورہ پر شہر موصل کو جارہا تھا مین بھی اُس کشتی مین خلیفہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہم دونون نے شطرنج کی ایک بازی ختم ہی کی تھی۔ کہ ہارون الرشید نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک دنیا مین بہترین اور مبارک نام کونسا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ دنیا مین بہترین اور مبارک نام تو پیغمبر صاحب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر کس کا نام سب سے بہتر ہے۔ مین نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا نام سب سے بہتر ہے۔ خلیفہ نے پھر دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بد قسمت کس کا نام ہے۔ مین نے جواب دیا کہ ابراہیم کا نام بہت ہی بد قسمت ہوتا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ شرم اور ادب پکڑو۔ تم اس نام کو سب سے زیادہ بد قسمت کہتے ہو حالانکہ یہ نام خلیل اللہ کا ہے۔ مین نے عرض کیا کہ میرا دعویٰ سچ تو ہے اس نام کی نحوست کی وجہ سے خلیل اللہ کو نمرود کے ہاتھون سے کس قدر تکلیف و اذیت پہنچی۔ اس پر خلیفہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طفل خوردسال

ف۱ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کا لقب خلیل اللہ ہی۔ قرآن شریف مین انکی بابت جو حکایت ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ آپ اُسکو اور اُسکی رعایا کو بت پرستی سے ممانعت فرماکر توحید کی جانب رجوع ہونے کو نصیحت فرماتے تھے۔ اس نصیحت سے افروختہ ہوکر اُس نے آپ کو جلتی ہوئی آگ (آگ کی بھٹی) مین ڈالدیا مگر آپ کے معجزے سے آگ بجھ گئی۔ اور آپکو کچھ تکلیف نہوئی۔ آپ صحیح وسلامت آگ مین سے نکل آئے ۱۲۔ از مصباح مترجم

کا نام بھی تو ابراہیم ہی تھا۔ ابراہیم کہتا ہے کہ مین نے جواب دیا کہ اگر اُس کا نام کچھ اور ہوتا تو وہ زندہ رہتا۔ خلیفہ نے کہا کہ تم امام ابراہیم کی نسبت کیا کہتے ہو۔ مین نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ امام ابراہیم پر رحمت فرماوے۔ مروان الجعدی نے انکو ایک بے بچے چمڑے کے تھیلے مین بند کر کے مار ڈالا۔ اور امیر المومنین اور سیئے ابراہیم ابن الولید کو جو خلفاء امیہ مین سے تھا۔ معزول کر دیا گیا تھا اور ابراہیم بن عبد اللہ ابن الحسن علوی بھی شہید ہوئے۔ مختصر یہ کہ مین نے اس نام[1] کے آدمی کو سوائے اسکے نہین پایا کہ یا تو وہ شخص قتل ہوا یا اُس کے تازیانے لگے یا وہ شخص جلا وطن ہوا۔ میری یہ گفتگو ختم ہی ہوئی تھی کہ خلیفہ کے اسی کشتی کے ایک ملاح نے دوسرے ملاح ابراہیم نام کو پکارا اور گالیاں بھی دین۔ مین نے خلیفہ سے عرض کیا کہ دیکھئے یہان بھی ابراہیم کو گالیان پڑ رہی ہین۔ امیر المومنین! کیا ابراہیم نام سب نامون سے زیادہ بدقسمت نام نہین ہے؟ یہ سُن کر خلیفہ کو ہنسی آگئی۔ اور وہ بہت ہنسا

خلیفہ ہارون الرشید کو جو عیش تنعم حاصل تھا اور دل بہلاؤ باتون کا جو وہ اس قدر شائق تھا اس عیش و آرام مین اُسکی سب کی سب اولاد شامل نہین ہوتی تھی۔ ہارون الرشید کا ایک بیٹا بڑا غمگین رہا کرتا تھا اور سولہ برس کی عمر مین وہ گوشہ نشین اور عزلت گزین ہوگیا۔ ہارون الرشید نے ایک دفعہ اُس کو بلا کر بہت بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تیری وجہ سے بادشاہون مین میری بدنامی ہوتی ہے۔ اُس نے

ہارون الرشید کا صوفی بیٹا

[1] اس قسم کے واہی توہمات و لچر خیالات عقلاً تو قابل اعتبار ہو ہی نہین سکتے اور شرعاً بالکل ناجائز ہیں۔ البتہ ابراہیم مراد ہارون رشید نے اپنی انکساری کیلئے مذاقاً کہہ دیا کہ معاذ اللہ ابراہیم نام بدقسمت ہے۔ یہ نام تو بہت مبارک نامون مین سے ہے۔ اس سے بڑھکر خوش نصیبی اس نام کی کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے جو خدا تعالیٰ کے بڑے پیارے پیغمبر تھے اور جنکو خدائے تعالیٰ نے مصیبت کو راحت یعنی آگ کی بھٹی کو باغ جنت بنا دیا۔ اور دوسرے ختم المرسلین سرور پاک شاہ لولاک کے صاحبزادہ صاحب کے نام ہونے سے اس نام کو شرف اور عزت حاصل ہوئی۔ رہا یہ کہ اس نام کے بعض لوگون کو اذیت اور حوادث دنیاوی پہنچے تو دنیا کے حادثات اور موت نے کس نام پر اثر نہین کیا؟ اسی نام پر کیا منحصر ہے پس یہ خیال کہ ابراہیم نام بدقسمت ہے بالکل غلط اور لغو ہے۔ بلکہ انبیا کے نام پر نام رکھنے کا خود آنحضرت صلعم نے حکم فرمایا ہے۔ ۱۲ مصباح مترجم

جواب دیا کہ آپکے باعث سے صوفیون اور گوشہ نشینون مین میری بدنامی ہوتی ہے۔ یہ کہکر یہ
نوجوان شاہزادہ محل شاہی مین سے چلا گیا اور مزدورون مین شریک ہوکر روزمرہ اینٹین بنایا کرتا
تھا اور اپنی مزدوری کی اجرت صرف ایک درہم اور اُسکا چھٹا حصہ لیا کرتا تھا۔ اس چھٹے درہم سے
وہ اپنی قوت بسری کیا کرتا تھا۔ اور باقی ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات کردیا تھا۔ یہ جوان
شہزادہ نہایت عسرا ور فقر و فاقہ کی حالت مین انتقال کر گیا۔ مرنے کے قریب اس نے اُس
شخص کو اپنے پاس بلایا کہ جس کے یہان مزدوری کیا کرتا تھا اور اُسکو ایک بیش بہا یاقوت کی
انگشتری سپرد کر کے کہا کہ بعد میرے انتقال کے یہ تم خلیفہ ہارون الرشید کو جا کر دے دینا۔
انگشتری دیکھکر خلیفہ نے شہزادہ کا حال پوچھا اور اُسکی موت کی خبر سُنکر خلیفہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اُس
وقت اِس شخص کو معلوم ہوا کہ وہ متوفی جوان خلیفہ کا بیٹا تھا۔

ایک اموی منارا کی حکایت

خلیفہ ہارون الرشید بعد اُس حج اور قیام مکہ شریف کے جس قیام مین کہ اُس نے اپنے
دونون بیٹون کی تخت نشینی کے لیے اپنے بیٹون سے آپس مین معاہدہ کرایا تھا جو کہ مشہور ہے
کوفہ مین ٹھیرا تو وہان اُسکو یہ اطلاع ملی کہ بنی امیہ مین سے ایک شخص اب تک دمشق مین موجود
ہے۔ اُس کے پاس دولتِ کثیر موجود ہے اور دمشق مین اُس کو اِس قدر اقتدار حاصل ہے کہ اگر
وہ چاہے تو وہان خاندانِ اُمیہ کی سلطنت پھر قائم کر سکتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون الرشید نے اپنے
ایک معتمد ترین ندیم مسمی منارا کو بلوایا۔ اُس کے ہمراہ بہت سے سوار اور غلام کر کے اُسکو اُن سب
پر افسر مقرر کیا۔ پھر اُسکو خفیہ طور سے یہ حکم دیا کہ تم اسی وقت دمشق کو روانہ ہو جاؤ۔ اور بنی امیہ مین
سے یہ شخص جو وہان رہتا ہے اُسکو گرفتار کر کے تیرہ دن کے عرصہ مین پابجولان میرے پاس حاضر
کرو۔ گورنر دمشق کے نام بھی خلیفہ نے ایک پروانہ لکھکر منارا کو دیدیا۔ جس مین یہ حکم تحریر تھا کہ اُس
اموی کی گرفتاری مین منارا کو مدد دیدینا۔ یا اگر یہ مشتبہ شخص اپنے تئین سپرد کرنے سے انکار کرے
تو اُس کو حراست مین کر کے اُس کے تمام گھربار وغیرہ پر پوری پوری نگرانی رکھنا۔ خلیفہ نے منارا
کو یہ بھی حکم دیا کہ جب تم اُس اموی کو قید کر لو تو اُسکی ہر حرکت اور ہر لفظ کو جو وہ بولے لکھ لینا۔

گرفتاری کے وقت جس حالت مین تم اُسکو پاؤ اُس کی شرح اور مفصل کیفیت سے مجھکو آکر اطلاع دینا۔ منارا نے کوفہ سے روانہ ہوکر درمیانی صحرا ریگستانی کو اس عجلت سے عبور کیا کہ ساتوین دن شام کے وقت دمشق مین پہنچ گیا مگر اُس وقت شہر کے دروازے بند ہوچکے تھے۔ منارہ نے دروازہ کھلواکر اس قدر جمعیت عظیم کے ساتھ شہر مین داخل ہوکر لوگون مین شبہ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اگر ایسا کیا جاتا تو غالباً اُس اموی کو جس کی گرفتاری کے لیے آیا تھا اِس بات کی اطلاع ہوجاتی اور وہ اس عرصہ مین اپنی حفاظت کے لیے مناسب احتیاطین کرلیتا۔ اِس خیال سے خلیفہ کے اس معتمد نے شہر کی فصیل کے باہر خیمہ جات نصب کرا کے رات وہین بسر کی صبح ہوتے ہی شہر مین داخل ہوکر منارا سیدھا اُس اموی کے گھر گیا اور جیسی کہ خلیفہ کو اطلاع ملی تھی اُس سے زیادہ دولت و قوت اُس اموی کی دیکھی۔ بغیر اطلاع کرائے یا اجازت حاصل کیے منارا اُس اموی کے گھر مین داخل ہوگیا۔ وہان اُس نے جوان آدمیون کی ایک جماعت دیکھی اُن سب سے یہ کہکر کہ مین خلیفہ ہارون الرشید کا قاصد ہون منارا نے دریافت کیا کہ آپ سب صاحبون مین مالک مکان کونسا ہے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ مالک مکان جو ہمارا باپ ہے وہ اسوقت حمام مین نہا رہا ہے۔ منارا نے اُن سے کہا کہ مالک مکان کو فوراً بلا لاؤ۔ تھوڑی سی دیر کے بعد اور اس عرصہ مین منارا کو تشویش ہونی شروع ہوئی کہ کہین وہ اموی فرار نہ ہوجائے وہ اموی بغیر ذرہ بھر فکر و تردد کے منارا کے پاس آیا اور اُس سے باتین شروع کرکے دریافت کیا کہ امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج مبارک تو بخیریت ہے پھر اُس نے منارا سے کہا کہ آئیے۔ کھانا حاضر ہے۔ تناول کیجیے۔ منارا نے کھانا کھانے سے انکار کیا۔ لیکن وہ دیکھتا رہا کہ اُس اموی اور اُس کے بیٹون نے بڑی دلجمعی سے عمدہ عمدہ اور نفیس کھانے کھائے۔ مالک مکان نے کہا کہ اے منارا اگر آپ ہمارے ساتھ شریک طعام ہوجاوین تو کیسی اچھی بات ہو۔ منارا کو اس بات پر غصہ آیا کہ مالک مکان نے سادہ طور سے میرا نام لیکر مجھے مخاطب کیا۔ اور منارا نے اب اول ہی بار یہ دیکھا کہ میرے تمام ہمراہی اور غلامون کی بجائے اُس اموی کے تمام غلام وغیرہ موجود ہین۔ اور

صرف پانچ ہمراہیون کے ساتھ مین یہان تنہا بہ گیا ہون باوجودیکہ اُس اموی نے کوئی فعل ایسا نہین کیا کہ جس سے کچھ شبہ ہوتا مگر تاہم منارا نے یہ خیال کرکے کہ اگر ہتھیارون سے لڑائی کی ضرورت آپڑی تو مین اِس اموی کو بغیر گورنر دمشق اور اُسکی فوج کی مدد کے گرفتار نہین کرسکتا۔ منارا کے خیالات پریشان ہونے لگے۔ آخر کار ظہر کی نماز خوب اطمینان سے ادا کرکے نہایت خلق کے ساتھ اُس اموی نے منارا سے پوچھا کہ آپ جس کام کے واسطے تشریف لائے ہین وہ فرمائیے۔ یہ سُن کر منارا نے فوراً خلیفہ کا پروانہ نکال کر اُس اموی کے ہاتھ مین دیدیا۔ مالک مکان نے پروانہ پڑھکر اپنے سب بیٹون اور غلامون اور نوکرون کو اپنے پاس بلایا۔ منارا نے اِس مجمع کو دیکھکر یقین کرلیا کہ بس اب مین فوراً یہان قتل کر ڈالا جاؤن گا۔ مگر اُس اموی نے اُن سب کو مخاطب کرکے اول تو اُن سے اِس بات کا بہت مضبوط حلفیہ اقرار کروایا کہ اگر میرے جانے کے بعد تم مین سے آپسمین کوئی دو شخص ملو تو کسی کے حق مین ایک کلمہ بھی برائی کا نہ نکالنا نہ کسی کو الزام دینا بلکہ اپنے مکانون مین الگ الگ رہنا اور جب تک کہ تمہارے پاس میرا کوئی خط نہ پہنچے تو اُس وقت تک اپنے اقرار پر قائم رہنا اور دیکھو! یہ امیرالمومنین کا پروانہ ہے جس مین میری طلبی کا حکم ہے اور چونکہ اب مین نے اِس پروانہ کو دیکھ لیا ہے اب مین یہان ایک منٹ بھی اور زیادہ قیام نہین کرونگا۔ اور زنانے مکان مین مستورات سے بھی یہی کہدینا کہ جب تک مین یہان سے باہر رہون۔ بہت اچھی طرح رہین اور کسی قسم کا فکر نکرین مجھے اپنے ہمراہ کسی کے لیجانے کی ضرورت نہین ہے۔ یہ کہکر اموی نے منارا سے کہا کہ اب آپ میرے لیے بیڑیان منگوا لیجئے اور جب وہ آگئین تو اِس اموی نے بڑی خوشی سے اپنے پیر آگے بڑھاکر اپنے تئین گرفتار کرادیا۔ منارا نے پھر اُس اموی کو اونٹ پر سوار کیا اور اُس کے برابر خود اپنا گھوڑا رکھا تاکہ اموی ہر وقت نظر کے سامنے رہے اور وہین سے اُسی وقت دمشق سے روانہ ہوگیا۔ راستہ مین سے یہ قافلہ ایک خوبصورت باغ مین سے گذرا۔ قیدی اموی نے جو اپنے قید کرنے والے یعنی منارا سے بہت ہی لطف اور خوشخوئی سے باتین کرتا ہوا آرہا تھا منارا سے کہا کہ دیکھئے! یہ باغ میرا ہی۔ اور اِس باغ مین جو نایاب پھول اور پھل اور میوہ جات ہوا کرتے تھے بڑی فصاحت و بلاغت سے اُن کا ذکر کیا۔

تھوڑے عرصے کے بعد خوبصورت چھتوں اور عمدہ مزروعہ زمینوں میں سے اُس قافلہ کا گزر ہوا -
اموی نے منارا سے کہا کہ دیکھو ! یہ میری زمینیں ہیں اور جس قدر سالانہ منافع پیداوار سے ہوتا تھا اُنکا
تمام ذکر صفائی دل سے منارا کو سُنایا - منارا کو اب اور زیادہ حالات سننے کی تاب نہ رہی اُس سے
اموی سے کہا کہ کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ امیرالمومنین آپکے حالات سُن سُن کے بہت
متفکر اور پریشان رہا کرتے تھے اور اس لیے تم کو تمہارے قبیلہ اور کنبہ سے نکلوا کر تنہا اور پا بزنجیر
کر کے بلوایا ہے ؟ تم کو کیا خبر ہے کہ وہاں پہنچکر تمہارا کیا حال ہوگا - اور باوجود اس بات کے اور
دوسرے اشخاص جس طرح متفکر ہوتے ہیں میں تم کو ویسا پریشان نہیں پاتا - بلکہ برخلاف اس کے
تم خوشی خوشی اپنے باغات اور املاک کا مجھسے تذکرہ کیے جاتے ہو - کیوں کیا تمہیں اس بات کی
خبر نہیں ہے کہ تمکو کس لیے گرفتار کیا گیا ہے اور خدا جانے خلیفہ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آئے
مگر میں تم کو بڑے اطمینان اور سکون کی حالت میں دیکھتا ہوں اور تمہیں کچھ فکر یا پرواہ مطلق بھی
نہیں ہے - میرا خیال تھا کہ تم سمجھدار اور دانا شیخ ہوگے ،، منارا سے یہ سُن کر اُس قیدی اموی نے
کہا کہ ،، انا للہ و انا الیہ راجعون ،،

ہم سب کا مالک اللہ تعالی ہے اور اُسی کی جانب ہم سب کی بازگشت ہے -

اے منارا ! - واللہ ! تمہارے بارے میں میرا خیال غلط نکلا - میرا قیاس تھا کہ تم میں کچھ عقل و تمیز
ہوگی - اس لیے کہ اگر تم میں یہ بات نہ ہوتی تو خلیفہ کے دل میں تمہاری یہ وقعت نہ ہوتی اور نہ تم اس
رتبہ پر پہنچتے - لیکن میرا یہ قیاس غلط نکلا - کیونکہ تمہاری گفتگو تو ایسی ہے جیسے کہ عوام کالانعام کی
بول چال ہوا کرتی ہے - اور تم نے امیرالمومنین اور اُن کی خفگی کا اور اُن کا اپنے دروازہ پر مجھکو ایسی
حالت میں بلوانے کا جو ذکر کیا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ میرا اللہ تعالی پر بھروسہ ہے جس کے ہاتھ میں
امیرالمومنین کی اور ہماری تمہاری سب کی تقدیر ہے - امیرالمومنین بغیر اللہ تعالی جل جلالہ کی مرضی اور مشیت
کے نہ مجھے کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ میرا نقصان کر سکتے ہیں - میں نے خلیفہ کے برخلاف کسی
جرم کا ارتکاب نہیں کیا ہے کہ جو اُن کے حضور میں جاتے ہوئے میں خوف زدہ ہو جاؤں - علاوہ اس کے

جب امیرالمومنین کو یہ معلوم ہوگا کہ مین اُن کا کیسا وفادار و مخلص ہون تو وہ میری اور عزت کرین گے۔ لیکن اگر اللہ تعالی نے روز ازل مین یہی مقدر کر دیا تھا کہ مجھکو امیرالمومنین کے ہاتھ سے اذیت ہی پہنچے اور اس اذیت کا وقت اب آگیا ہے اور میری تقدیر مین اُن کے ہاتھ سے میرا مرنا لکھا ہے تب تو تمام فرشتگان اور پیغمبران اور تمام اہل زمین اور کل اہل آسمان بھی ملکر میری موت کو نہین ٹال سکتے۔ پھر مین موت کا کیون رنج کرون اور مرنے پر کس لیے غمگین ہون۔ جو کچھ اللہ تعالی نے پیشتر سے مقدر کر دیا ہے اُس کی بابت فکر کرنا بالکل بے فائدہ اور بیہودہ بات ہے۔ اللہ تعالی کے حکمون کو ہمیشہ عمدہ ترین بات خیال کرنا اور اُس کی مشیت پر رضا و تسلیم اختیار کرنا ہمارے تمہارے اور سب کے لیے لازمی فرض ہے۔ مین خیال کرتا تھا کہ تم یہ سب باتین جانتے ہوگے لیکن چونکہ اب مین نے تمہاری عقل و تمیز کی وسعت معلوم کر لی۔ اب مین تم سے اُس وقت تک ایک حرف بھی نہین بولون گا۔ جب تک کہ ہم تم خلیفہ کے حضور مین نہ پہنچ جاوین۔ اور پھر وہ مین مجھکو تم سے علیحدہ کرین۔ یا جو خدا کی مرضی ہوگی وہ ہوکے رہے گی۔

منار لکھتا ہے کہ بعد اس گفتگو کے پھر اس اموی نے کسی وقت مجھ سے نہین کہا۔ صرف قرآن شریف پڑہتا رہتا یا پانی اور دیگر ضروریات کے لیے کہدیتا۔ یہانتک کہ تیرھوین دن یہ قافلہ کوفہ کے نزدیک پہنچا۔ کوفہ سے چھ فرسنگ اس جانب اس قافلہ کے آنے کے انتظار مین خلیفہ کا ایک سوار بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس قافلہ سے ملکر اور اموی کو زندہ گرفتار دیکھ کے بڑی تیزی کے ساتھ گھوڑا بھگاتا ہوا روانہ ہوا تاکہ خلیفہ ہارون الرشید کو اس بات کی اطلاع دیوے۔ شام کے قریب یہ قافلہ کوفہ مین پہنچا۔ منار فوراً امیرالمومنین کے حضور مین حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اُس کو حکم دیا کہ تو نے جو کچھ دیکھا یا جو کچھ اس اموی سے سنا ہو اُسکو بالتفصیل بیان کر۔ منار نے شروع سے تمام حال بیان کرنا شروع کیا اور جس طرح اس اموی نے اُسکا استقبال کیا یا جس بے فکری سے اُسنے کھانا کھایا یہ ذکر کیا۔ تو خلیفہ کے چہرہ پر غصے سے رگین اُبھری ہوئی معلوم ہونے لگین۔ اور جب منار نے یہ بیان کیا کہ کس طرح اس اموی نے اپنے تمام رشتہ دارون اور نوکرون کو بلا کر سمجھایا کہ میرے ساتھ جو سلوک

کیا جاہے تم اُسکی بابت کسی سے بھی بدلہ لینے کا خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا اور کس طرح اس نے اپنے تئین بخوشی سپرد کرکے بیڑیان پہن لین۔ تو خلیفہ کے چہرہ سے غصہ فرو ہوتا ہوا معلوم ہوا لیکن جب منارا نے اُس خفگی کا ذکر کیا جو قیدی اموی نے منارا پر ظاہر کی تھی تو خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ واللہ! اس شخص پر جس قدر الزام لگائے گئے ہین وہ سب غلط او جھوٹ ہین اور یہ اموی سچا اور وفادار ہے! خلیفہ نے حکم دیا کہ اس اموی کی بیڑیان کاٹ کر اسکو رہا کردو اور میرے پاس لاؤ۔ جب اموی خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُسکو ازرہِ مہربانی بیٹھنے کا حکم دیا اور بڑے اخلاق و محبت سے اُس سے گفتگو کی اور فرمایا کہ اگر کوئی آرزو ہو تو مجھ سے کہو۔ اموی نے صرف یہ مختصر اور مہذب جواب دیا کہ امیر المومنین! مجھکو سوائے اِس کے اور کوئی حاجت نہین ہے کہ آپ میرے بال بچون مین مجھکو واپس بھجوا دین۔ اور امیر المومنین! آپ کی رعایا پروری اور نصفت پسندی سے اور آپکے عمال کے انصاف اور ظلم کی بیخ کنی کی وجہ سے مجھکو یا جس شہر مین مین رہتا ہون وہان کے باشندون کو کسی قسم کی احتیاج اور ضرورت نہین ہے۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید نے بے شمار انعام اور خلعت وغیرہ عنایت کرکے اس اموی کو دمشق واپس جانے کی اجازت دی اور منارا کو اُسکی اردلی مین دمشق تک جانے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کردی کہ اس اموی کی نہایت ہی عزت اور احترام کرنا اور بہت خاطر و مدارات سے اُس کے مکان پر اُسکو پہنچا کے آنا۔ چنانچہ منارا اُسکو بڑی عزت کے ساتھ دمشق واپس پہنچا کے آیا۔

جان اور آزادی دربار بغداد مین کسی طور سے محفوظ نہ تھی۔ ایک دن جو شخص عزت پاتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ دوسرے روز ذلت کے ساتھ زندان مین قید کر دیا جاتا تھا[1]۔

---

[1] اول تو یہ قول بیدلیل ہے کیونکہ اسکی کوئی نظیر پامر صاحب نے تحریر نہین کی۔ اور قول بے دلیل کبھی بھی قابل وقعت اور لایق لحاظ نہین ہوتا۔ اس بات کا بھی شکر ہی کہ مسٹر مذکور نے یہ بات اپنے خیال مین دربار ہی تک محدود رکھی۔ اگر تمام سلطنت پر اس خیال کو وسعت دیدیتے تو لکھتے وقت کون شخص مسٹر پامر کا قلم روک سکتا تھا۔ جب مسٹر پامر نے باوجود اس کے کہ خود بھی اعتراف اور تسلیم کرتے مین الف لیلہ کے جھوٹے افسانون تک کا تذکرہ اس تاریخ مین کیا ہی کہ جنکا ذکر تاریخ مین کرنا بالکل

ابوعتاہیہ اور عُتبہ کنیز

ابوعتاہیہ شاعر تابینا غالباً اندہے ہونے سے پیشتر خیزران والدۂ ہارون الرشید کی ایک کنیز عُتبہ نامی پر عاشق ہوگیا تھا۔ اِس کنیز نے اپنی مالکہ سے یہ شکایت کی۔ کہ ابوعتاہیہ شاعر میری نسبت اِس طرح کی شعرین بناتا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس امر کی مین نے ہی اُسکو ترغیب دی ہے اور ایسے اشعار سے میری بدنامی ہوتی ہے خیزران نے یہ تذکرہ خلیفہ مہدی سے کردیا۔ خلیفہ مہدی نے بطور تنبیہ ابوعتاہیہ کے خوب دُرّے لگوائے لیکن ہارون الرشید جب تخت نشین ہوا تو ابوعتاہیہ نے اپنی توجہ اُس کنیز کی جانب پھر مائل کی اور عتبہ کے اوپر ایک غزل بنائی جس کے دو شعر کا یہ مضمون ہے " خلیفہ کے غزال نے جال بچھایا اور مَین شکار بن کر اُس مین گرفتار ہوگیا۔

مین نہین جانتا کہ اب اس جال کی گرفتاری سے مجھے کیونکر رہائی ملے گی "

ہارون الرشید یہ شعر سنکر نہایت برافروختہ ہوا اور اِس قسم کے شعرون مین اپنا نام پڑا ہوا دیکھکر اُسنے اسکو ناقابل معافی جرم خیال کیا۔ اسیلیے حکم دیا کہ اس شاعر کو قید کردیا جائے ابوعتاہیہ واقف تھا کہ ہارون الرشید خالص شاعری کے طور کے خوشامدانہ الفاظ کی غزلون سے بہت خوش ہوتا ہے اُس لیے اپنی رہائی کے واسطے اُس نے جلد یہ تدبیر کی کہ خلیفہ کی مدح مین ایک قصیدہ لکھا اُس کے صلہ مین خلیفہ نے خوش ہوکر اُسکو رہا کردیا اور اِس قدر اُس سے خوش ہوا کہ ابوعتاہیہ سے اقرار کیا کہ اُس کنیز کے ساتھ شادی ہوجانے مین مَین تمہارے لیے کوشش کرونگا اور اگر وہ کنیز رضامند ہوجاوے گی تو مین تم دونون کو بطور تحفۂ شادی ایک رقم کثیر عطا کرون گا۔ ابوعتاہیہ کے جانے کے بعد سلطنت کے دیگر امور مین ہارون الرشید اسقدر مصروف ہوا کہ ابوعتاہیہ سے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) بیجا ہے تو کیا اگر کوئی ایسا سچا واقعہ ہوتا تو وہ تحریر نہین کرتے ؟ ضرور کرتے۔ ہان کسی شبہہ یا جرم پر ایسا ہوگا تو یہ تو عین مصلحتِ سلطنت کے مطابق بات ہوتی ہے۔ کونسی گورنمنٹ ایسی ہوسکتی ہے جو شبہہ یا جرم پر مجرمون کو ماخوذ نہین کرتی۔ برخلاف اِسکے پامر صاحب خود ہی بیان کرتے ہین کہ معن ندیم پر ہارون الرشید کس قدر خفا تھا مگر باوجود خفگی کے دوبار مین اُسکا آنا تک بند نہین کیا اور پھر خوش ہوکر اُسکو گورنر بصرہ مقرر کردیا۔ آزادی کی بابت بھی پامر صاحب کا بیان قول ہی ظاہر ہے کہ جیسی آزادی سے لوگ خلیفہ سے گفتگو کرلیتے تھے اُسکو خود مسٹر پامر نے اس کتاب مین ذکر کردیا ہے اب اعادہ کی ضرورت نہین"

بر صفحہ ۲۱۲

جو اقرار کیا تھا وہ بالکل بھول گیا۔ ابو عتاہیہ کو ایسا موقعہ نہیں ملا کہ وہ خود خلیفہ کو اس اقرار کی یاد دہانی کراتا۔ اس لیے ابو عتاہیہ نے تین غزلیں بنائیں اور تین پنکھے لیکر ایک ایک غزل اُنپر لکھی اور مسرور کو اس بات پر راضی کر لیا کہ تو موقع مناسب دیکھکر یہ پنکھے خلیفہ کے حضور میں پیش کر دینا۔ ایکدن ہارون الرشید نے پنکھا منگایا مسرور نے وہی تینوں پنکھے پیش کردیئے۔ خلیفہ نے ایک پنکھے پر یہ دو تین شعر دیکھے جنکا مطلب یہ تھا کہ

"جب نسیم صبح کا جھوکا آتا ہے تو مجھے یہ امید ہوتی ہے کہ تجھسے خلیفہ نے جو اقرار کیا تھا شاید اُس کے ایفا کی خوشخبری دینے کے لیے آئی ہے۔ اور تیری فیاضی کی خوشبو سے شرابور ہوکر جب نسیم سحری آتی ہے تو میں اسکو پہچان لیتا ہوں"

ہارون الرشید نے کہا کہ شعر تو اچھے کہے ہیں دوسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور شعر دیکھے جنکا مضمون یہ تھا کہ

"میری امید [illegible] کھڑی اپنی گردن اُٹھائے ہوئے۔ اور بڑے شوق سے [illegible] تیرے حضور میں [illegible] اور تیری فیاضی سے متمتع ہونے کے لیے آگے [illegible] پاتی ہے"

خلیفہ نے کہا اچھا بہت خوب شعر کہے ہیں۔ تیسرے پنکھے پر خلیفہ نے اور اشعار دیکھے [illegible] جنکا مطلب یہ تھا کہ

"بعض اوقات کچھ نا امید بھی ہوجاتی ہے لیکن امید فوراً اسی وقت آکر یہ کہکر ڈھارس [illegible] کہ جب [illegible] کامیابی کی ضمانت کرتی ہے وہ تو بڑی عالیشان قوم سے ہے نا امید مت ہو [illegible] کامیاب ہوگا"

خلیفہ کو اپنا اقرار یاد آگیا اور [illegible] ابو عتاہیہ کو بلوایا اور اقرار کیا کہ کل انشاء اللہ میں [illegible] بخشش کرونگا۔ خلیفہ نے اُسی وقت [illegible] سے یہ کہلا بھیجا کہ [illegible] کو سمجھا دینا [illegible] ایک کام ہے اور وہ کام میں خود ہی تجھ سے

ہوں گا۔ مقررہ وقت پر خلیفہ عتبہ کے مکان پر پہنچا اور عتبہ سے کہا کہ جو کچھ مین تم سے کہنا چاہتا ہون اُس کے کہنے سے پیشتر تم مجھسے اس بات کا اقرار کرو کہ تم اس بات کو قبول کر لوگی اور انکار نہ کرو گی۔ اس نے جواب دیا کہ مین آپ کی کنیز ہون۔ مین آپ کا ہر حکم سوائے ابوعتاہیہ کے معاملہ کے منظور کر لونگی۔ کیونکہ مین نے آپ کے والد مہدی سے یہ اقرار کر لیا تھا اور اُس حلف سے اقرار کیا تھا کہ جس حلف سے ہر ایک دیندار شخص پابند ہو سکتا ہے۔ مین نے یہ حلف اُٹھائی تھی کہ اگر مین ابوعتاہیہ سے نکاح کرون تو مین پاپیادہ مکہ شریف کے حج کے لیے جاؤن۔ اور جونہی کہ ایک بار یہ زیارت کعبہ شریف ختم ہو تو مین فوراً اسی وقت دوسری دفعہ حج کے لیے پھر جاؤن اور اگر کبھی بجائے اگر مین اس کا کفارہ دینا چاہون تو کوئی ایسا کفارہ قابل قبول نہ ہوگا۔ اور یہ بھی حلفیہ اقرار کیا تھا کہ میرے پاس جو کچھ مال و اسباب ہوگا۔ سوائے ایک ناٹ کے مصلے کے وہ سب خدا کی راہ پر محتاج اور مساکین کو دیدون گی۔ یہ کہکر یہ کنیز خلیفہ کے قدمون پر گر پڑی۔ اور بہت روئی اور اس سے التجا کی کہ آپ اس کام سے مجھے معاف رکھیں۔ خلیفہ نے اس کنیز سے اقرار کیا کہ مین آیندہ تجھے اس معاملہ مین تکلیف نہین دونگا۔ دوسرے دن ابوعتاہیہ اپنی پوری کامیابی کی امید مین خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوا لیکن خلیفہ نے اس سے کہا کہ تم مسرور رشید اور دیگر ملازمون اور غلامون سے پوچھ لو۔ مین نے تمہارے لیے حتی الامکان کوشش کی۔ مگر مین اس کنیز کو تمہارے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہین کر سکا۔ یہ غریب شاعر جو معلوم ہوتا تھا کہ اس کنیز پر بہت فدا اور فریفتہ تھا یہ ناامیدی کی خبر سن کر ایسا مایوس ہوا کہ اُس نے دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کر لیا اور ساری عمر تجرد مین گذارنے کا ارادہ کر لیا۔

ابوعتاہیہ نے اپنی اس معشوقہ کے فراق مین اور تجرد مین جو غزل کہی ہے اُس مین سے دو شعرون کے مضمون کا مطلب حسب ذیل ہے۔

"مین نے اُمید اور آرزو کی تمام مضبوط رسیون کو کاٹ کر علحدہ علحدہ کر دیا ہے اور اپنے اونٹ کی پُشت کے اُوپر سے کاٹھی اُتار لی ہے۔ اس لیے کہ مایوسی اور نامرادی کی سردی نے میرے دل پر جگہ کر لی ہے۔ اور قیام کرنے یا آگے سفر کرنے کی مجھے بالکل پرواہ نہین ہے۔

نرم دلی

خلیفہ ہارون الرشید کو دریائے دجلہ کی سیر کرتے ہوئے ملاحوں کے راگ سننے کا بہت شوق تھا۔ لیکن اُن کا تلفظ بہت خراب ہوتا تھا اور نامناسب اور غیر مربوط الفاظ جو اُنکی گفتگو مین ہوتے تھے اُس سے خلیفہ کے کان جو خالص عربی زبان سے واقف تھے محض ناآشنا تھے۔ اور ملاحون کی خلط ملط عربی سے اُسکی طبیعت بہت گھبراتی تھی۔ ہارون الرشید نے ایک دن اپنے ندیمون کو حکم دیا کہ کسی شاعر کو بلاؤ اور ایک غزل بنواؤ جسکو ملاح اپنے لہجہ مین گاوین تاکہ جیسی یہ ملاح اپنے راگون مین غلطیان کرتے ہین وہ نہ ہووین۔ معلوم ہوا کہ ابوعتاہیہ ہی ایک ایسا شخص ہے جو یہ کام عمدہ طور سے انجام دیسکتا ہی۔ اُس وقت ابوعتاہیہ قیدخانہ مین مقید تھا۔ ہارون الرشید نے ابوعتاہیہ کے پاس کسی آدمی کو بھیجا اور حکم دیا کہ اس طرح کی غزل بنواکر جلد لے آؤ۔ ابوعتاہیہ جو اس حکایت کا راوی ہے بیان کرتا ہے کہ چونکہ خلیفہ نے میری رہائی کی بابت کچھ تذکرہ نہین کیا اس لئے مین نے ایسی غزل بنانا چاہی کہ جس کو سنکر بجائے خوش ہونے کے خلیفہ کو رقت ہو اور رونا آوے۔ ایسی غزل بناکر مین نے اُس آدمی کو دیدی۔ یہ غزل ابتک عربی کتابون مین موجود ہے اور بہت ہی عمدہ غزل ہے لیکن یہ غزل کوئی غیرمعمولی یا عجیب قسم کی نہین ہے۔ انسانی خواہشات کے فانی ہونے اور موت کے یقینی آمد پر یہ غزل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار نے خلیفہ پر وہی اثر کیا جیسا کہ ابوعتاہیہ کی تمنا تھی۔ جب ملاحون نے یہ غزل گائی تو ہارون الرشید اس قدر زار وقطار رویا کہ مجبوراً فضل بن الربیع وزیراعظم نے اُن ملاحون کو چپ کردیا۔ قدیم مورخین کا بیان ہے کہ اُس زمانے مین ہارون الرشید ایسا رقیق القلب ہوگیا تھا کہ ذرا سے رحم کے ذکر پر اُس کے آنسو نکل آتے تھے۔

خلیفہ کی خودسرانہ کارروائی کی ایک اور مثال حسب ذیل ہے۔

برمکیون کی فیاضی اور یحییٰ برمکی کی حکایت

صالح بن مہران جو ہارون الرشید کے مقربین مین سے تھا بیان کرتا ہے کہ ایک دن خلیفہ نے مجھکو بلایا جب مین حاضر ہوا تو مین نے دیکھا کہ ہارون الرشید بڑا خشمگین اور رنجیدہ بیٹھا ہوا ہے۔ چند لمحے کے بعد خلیفہ نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا اور فرمایا کہ "اسی وقت روانہ ہو اور منصور ابن زیاد سے ایک کروڑ درہم وصول کر اور اگر وہ روپیہ ادا کرنے سے انکار کرے تو اُس کا سر کاٹ کر پیش کر۔ اگر تو نے کچھ

پس و پیش کیا اور میرے حکم کی تعمیل نہ کی تو مَین اپنے باپ مہدی کی روح کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ پھر مَین تیرا سر کاٹ ڈالون گا۔ صالح نے دریافت کیا کہ امیر المومنین! اگر منصور ایک حصہ زر فوراً ادا کردے اور بقایا کی ادائگی کے لیے دوسرے دن کے لیے کسی کی ضمانت دیدیوے تو اُس حالت مین کیا کیا جاوے۔ خلیفہ نے کہا کہ "اگر وہ آج ہی ایک کروڑ درہم نقد نہ دیوے تو اُسکا سر کاٹ ڈالنا۔ بس اب جا اور زیادہ مجھسے بیہودہ گفتگو نہ کر"۔ صالح کو یقین ہوگیا کہ خلیفہ منصور کے قتل کے درپے ہے۔ وہ وہان سے بہت پریشان روانہ ہوا۔ کیونکہ منصور اُسکا دوست تھا اور بغداد کے مشاہیر مین بہت ہی مقتدر تھا۔ صالح سیدھا منصور کے گھر گیا اور اُسکو الگ لیجا کر تمام کیفیت اُس سے بیان کی۔ منصور نے اپنے تئین صالح کے پیرون مین ڈالدیا اور رو کر کہا کہ امیر المومنین میرے قتل کے درپے ہین کیونکہ وہ خوب جانتے ہین کہ میرے پاس اسقدر روپیہ ساری عمر مین کبھی بھی جمع نہین ہوا۔ پھر مین اس قدر روپیہ ایک دن مین کیسے مہیا کرسکتا ہون۔ برائے خدا ایک مہربانی کرو اور وہ یہ کہ مجھکو میرے گھر مین جانے دو تاکہ مَین سب سے آخری ملنا ملکر رخصت ہوآؤن اور جسقدر میری جائداد ہے وہ مَین تمکو سپرد کردون تم میرے مرنے کے بعد اُس کو تقسیم کردینا۔ اس کارروائی سے تمہارا کچھ نقصان نہین ہوگا۔ اس لیئے کہ جب مَین اپنے بچون سے رخصت ہوچکون اور تمکو روپیہ دیچکون تو تم میرا سر کاٹ ڈالنا اور خلیفہ سے جاکر کہدینا کہ آپکے حکم کی تعمیل ہوگئی۔ صالح نے منصور کی یہ درخواست منظور کرلی۔ اُسکے گھر والون سے اُسکو ملنے دیا اور جب یہ غم انگیز اطلاع منصور کے گھر مین معلوم ہوئی تو رونے کے غل و شور سے منصور کے گھر مین ایک کہرام مچگیا۔ صالح نے منصور سے کہا کہ اب تم جس طرح چاہو اپنی جائداد کا انتظام کردو۔ اور منصور کو کسی جگہ قتل کرنے کے لیے لیجانے ہی کو تھا۔ کہ منصور نے مایوسی کی حالت مین اُس سے کہا کہ اے صالح! گذشتہ زمانے مین ہارون الرشید کے خلیفہ ہونے سے پیشتر یحییٰ بن خالد برمکی کے ساتھ میری لڑائی ہوگئی تھی۔ اُس وقت سے یحییٰ مجھکو ہمیشہ ستاتا اور دق کرتا رہا۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ دوانیقی[1] نے مجھسے ناراض ہوکر مجھکو سزا

[1] ابوجعفر منصور جو خاندان خلفاء عباسیہ کا دوسرا خلیفہ اور ہارون الرشید کا دادا تھا بوجہ طامع اور لالچی ہونے کے دوانیقی (یعنی پائی پائی جمع کرنے والا) کے لقب سے مشہور ہوگیا تھا۔ ۱۲ مصباح

دینے کے لیے مجھے یحییٰ ابن علی کے سپرد کیا۔ اُسوقت یحییٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی اور خلیفہ
سے سفارش کر کے میری جان بخشی کرائی یحییٰ کا گھر راستہ مین واقع ہے تم وہان مہربانی کر کے
مجھے لیچلو شاید وہ میری حالت زار دیکھکر مجھ پر رحم کرے۔ صالح اِس بات پر راضی ہوگیا اور منصور
کے ساتھ یحییٰ کے مکان پر اُس وقت پہنچا جبکہ یحییٰ نماز پڑھ ہی چکا تھا یحییٰ نے منصور کی مصیبت
اور بے چینی دیکھکر اُسکا سبب دریافت کیا۔ جب اُس کا حال معلوم ہوا تو اقرار کیا کہ مین تجھے ہر
طور سے مدد دونگا۔ یحییٰ نے اپنے خزانچی کو بلوایا معلوم ہوا کہ جس قدر روپیہ منصور کو چاہیے اُس قدر
خزانہ مین موجود نہین ہے۔ لیکن فضل اور جعفر اپنے دونون بیٹون کے یہان سے روپیہ منگوا کر ستر لاکھ
درہم جمع کر دیا۔ باقی کے لیے یحییٰ نے کل کا اقرار کیا۔ صالح نے یحییٰ سے کہا کہ ہارون الرشید نے
قطعی حکم دیدیا ہے کہ آج ہی سب مطالبہ منصور سے وصول کر لیا جاوے اور اگر وصول نہو تو اُسکا
سر کاٹ ڈالا جاوے۔ جعفر نے جب یہ حال سنا تو اپنی ایک معتمد کنیز کو ہارون الرشید کی بہن فاطمہ کے پاس
بھیجکر جس قدر روپیہ کہ منصور کے مطالبہ مین کم تھا اُس سے منگوایا۔ شہزادی فاطمہ بڑی فیاض عورت
تھی اُس نے اپنے گلے کا ایک بیش بہا ہار اُس کنیز کو دیدیا جسکی قیمت اُسی قدر تھی کہ جتنی رقم جعفر نے
منگائی تھی یحییٰ نے اس طرح سے ایک کروڑ درہم مہیا کر کے یہ سب روپیہ منصور کے ہمراہ حوالات
کے روپرو کے بھیجدیا۔ خلیفہ نے صالح سے دریافت کیا کہ یہ سب روپیہ کس طرح سے وصول ہوا
اور جب اُسکو تمام کیفیت معلوم ہو گئی تو حکم دیا کہ روپیہ خزانے مین داخل کر دیا جاوے اور منصور کو رہا
کر دو۔ اور یحییٰ کو اپنے حضور مین بلوایا جب یحییٰ حاضر ہوا تو اُس نے خلیفہ کو بہ نسبت سابق کے بہت
رنجیدہ اور اندوہناک پایا یحییٰ کو خوف ہوا کہ مین نے جو منصور کی کارروائی کر دی ہے کہین اُسکی وجہ
سے مجھ پر کوئی آفت نازل نہو۔ لیکن یحییٰ نے اپنی عقلمندی اور خوش بیانی سے فوراً خلیفہ کو راضی کر لیا اور
دریافت کیا کہ امیرالمومنین! منصور پر آپ کی اِس قدر خفگی کا کیا باعث تھا ہارون الرشید نے جواب دیا
کہ کچھ تو یہ وجہ تھی کہ مجھے اُسپر یہ شبہ ہو گیا تھا کہ منصور باغی اور غدار ہو گیا ہے وفادار نہین رہا لیکن خاص
وجہ یہ تھی کہ منصور تم سے بہت خراب سلوک کیا کرتا تھا محسن کُش تھا۔ حالانکہ تم نے ہی پہلے اُسکی جان

بچائی - اسکا معاملہ یحییٰ کے دل مین بھی کھٹکتا تھا۔ خلیفہ نے خود ہی یحییٰ سے کہا کہ تم نے شہزادی فاطمہ سے مانگا یہ بہت بری بات ہوئی - وزیر نے جواب دیا کہ امیرالمومنین! جب انسان پر اللہ تعالیٰ کوئی مصیبت ڈالتا ہے تو انسان اُس سے خلاصی پانے کے لیے ہر کسی سے مدد چاہا کرتا ہے۔ یہ سُن کر ہارون الرشید ہنس پڑا۔ لیکن شہزادی فاطمہ کو بلا کر اُس کو بہت برا بھلا کہا کہ تم نے اس کام مین کیون شرکت کی - فاطمہ نے جواب دیا کہ مین یحییٰ برمکی کو مثل اپنے باپ کے سمجھتی ہون اس لیے اُسکی اس بیرانہ (؟) حقیقت درخواستِ مدد کو مین نے رد نہین کیا۔ خلیفہ کو اس جواب سے تسکین ہوگئی اور وہ مال شہزادی فاطمہ کو واپس دیدیا - لوگون کا اژدہام جو خلیفہ کے ایوان کے دروازہ کے باہر جمع ہوگیا تھا۔ یحییٰ اور منصور کو زندہ آتے دیکھکر بہت ہی متعجب ہوا - برمکیون کی فیاضی اور شرافت اور اُنکے آقا کی مطلق العنانی اور لالچ اور اُسکی حکومت مین جان و مال کی خطرناک طور سے غیر محفوظی کو اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی واقعہ اچھی طرح سے ظاہر نہین کرسکتا۔

سلہ خاندان برمکی مسلمانون مین ایک بہت ہی فیاض خاندان ہوا ہے - برمکیون نے اپنے زمانے مین حاتم طائی کے نام کو اپنی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے لوگون کے دلوں سے محو کرا دیا تھا - اس خاندان کے تین شخص یحییٰ اور فضل اور جعفر برمکی بہت ہی مشہور و معروف اور فیاض گزرے ہین - انکی فیاضی اسقدر تھی کہ اپنا کل ذاتی مال و اسباب مستمندون اور محتاجون کو دیکر - اگر حاجتمند اور طلب کرتے اور اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تو بیت المال مین سے دیدیتے تھے خلیفہ ہارون الرشید اپنی علو حوصلگی اور فیاض طبعی کی وجہ سے دانستہ اکثر چشم پوشی کرجاتا تھا مگر کب تک بقول ع رنگ لاویگی ہماری فاقہ مستی ایک دن جعفر برمکی کے قتل کے سببون مین سے مورخین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ اُس نے اپنی سخاوت اور ایثار کی وجہ سے خزانہ سلطنت کو خالی کردیا تھا - مسٹر پامر نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ ہارون الرشید کی حکومت مین جان و مال کی غیر محفوظی خطرناک طور سے تھی اور اُسکی تمثیل لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اس واقعہ سے زیادہ اور کوئی تمثیل اُسکی حکومت مین غیر محفوظی جان و مال کی نہین ہے - خیر مسٹر پامر نے خود ہی حصر کردیا ہے ورنہ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہین کہ اس حکایت سے اُسکا کسقدر ظلم یا رحم مترشح ہوتا ہے مگر تاہم دو چار لفظ کے بغیر اسکی تشریح نہین ہوسکتی - اور وہ یہ ہین کہ شاید مسٹر پامر کو یہ یاد نہین رہا کہ منصور باوجود اس کے کہ ایک کروڑ درہم بیت المال مین سے اُڑا چکا تھا پھر بھی اپنی جان سلامت لیگیا - عربی کتابون مین مرقوم ہے کہ غبن اور تغلب کی وجہ سے خلیفہ نے منصور پر اسقدر سختی کی تھی مگر مسٹر پامر نے اسکا کوئی سبب نہ معلوم کیون نہین لکھا - وہ زمانہ اسقدر تہذیب کا نہ تھا - آجکل تو تہذیب کا زمانہ سمجھا جاتا ہے - مگر کیا مسٹر پامر کسی مہذب گورنمنٹ کی ایسی ایک بھی مثال دیسکتے ہین کہ جس مین کسی شخص نے خیانت مجرمانہ سے ایک کروڑ درہم تو بہت بڑی رقم ہے - اسکا ہزارواں حصہ بھی غبن یا خورد برد کرلیا ہو اور ایسے شخص کو سخت سے سخت قید با مشقت کی سزا نہ ملی ہو؟ اور پھر وہ شخص کہ جسکا جرم ثابت ہو چکا ہو اقبالی ہو - اُسکو تو دوگنی سزا آج کل مہذب ممالک مین بھی دیجاتی ہے (بقیہ بصفحہ آئندہ)

ہارون کی ذہانت اور ہارون الرشید کی فراست

بدقسمت خاندان برامکہ کے باقی ماندہ اشخاص کی ایک حکایت مشہور ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے عرب اپنے سے بڑے درجے کے لوگون کو اپنی روزمرہ کی سادہ گفتگو مین ذومعانی الفاظ کے ذریعے سے اس طور سے لعن و نفرین کرجاتے تھے کہ بظاہر وہ الفاظ دعائیہ معلوم ہوتے تھے۔ اور نیز اسی حکایت سے ہارون الرشید کی نہایت درجے کی فہم و فراست، علم و فضیلت اور ہشیاری ظاہر ہوتی ہے کہ وہ فوراً اس قسم کی گفتگو سمجھ جاتا تھا۔ ایک دن دربار عام مین بہت سے امرا سلطنت اور اعیان مملکت حاضر تھے کہ اتنے مین ایک عورت خلیفہ کے حضور مین آئی اور خلیفہ کو مخاطب کرکے یہ دعا دی کہ "اے امیرالمومنین! اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھون مین راحت اور ٹھنڈک دیوے۔ اور جو کچھ خدا نے تمکو دیا ہے اُس مین تمکو فرحت بخشے۔ چونکہ تم نے انصاف کیا اور تم قاسط (منصف) ہو۔" ہارون الرشید نے اُس عورت سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا کہ مین خاندان برامکہ مین سے ہون جس کے مردون کو تم نے مار ڈالا ہے اور جن کی دولت تم نے چھین لی ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ تمہارے مردون کی بابت تو جو کچھ خدا کا حکم تھا وہ ہوچکا اور اُن کی دولت جہان سے آئی تھی وہین چلی گئی۔ پھر خلیفہ نے اپنے درباریون کی جانب مڑکر پوچھا کہ آیا جو کچھ اس عورت نے کہا ہے اُسکو تم لوگ بھی سمجھے؟ اُنھون نے عرض کیا کہ اُس نے آپ کو دعا دی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ نہین۔ تم اس عورت کا مطلب نہین سمجھے۔ سنو۔ جب اس عورت نے یون کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھون کو آرام دیوے تو اس کہنے سے اسکا یہ مطلب تھا کہ میری آنکھین حرکت نکرین آرام

(بقیہ صفحہ گذشتہ) باوجودیکہ منصور عادی اور اقبالی مجرم ہے مگر ہارون الرشید نے اُسکو رہا کردیا۔ رہا یہ امر کہ منصور کو قتل کا خوف دیا گیا۔ اس کے جواب مین کتاب ہذا کے باب چہارم کے اخیر پر مسٹر پامر نے جو لکھا ہے اُسکو ہی لکھدینا کافی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "خلیفہ ہارون الرشید کے حالات لکھتے ہوئے ہمکو اُنکا موازنہ زمانہ حال کی خوبیون اور نیکیون کو سند گردانکر ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ بات لازمی اور ضروری ہے کہ ہم اُس خلیفہ عالیشان کے زمانہ کی پولیٹیکل مصلحتون پر پورا پورا خیال دوڑالیا کرین۔" اُس وقت قتل ہی کے خوف سے ایسے مقتدر شخص سے روپیہ وصول ہوسکتا ہوگا خلیفہ ہارون الرشید کو اگر درحقیقت اُسکا قتل کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی بہن کا بار منصور کیجانب سے اُسکی ادائگی رقم واجب الادا مین کیون قبول کرلیتا؟ بار کو نامنظور کرکے فوراً منصور کو قتل کرادیتا مگر نہین ہارون الرشید کی عدل اور انصاف نے یہ بات گوارا نکی۔ اور وہ ایسے ظلم کیون کرتا۔ کیونکہ یہ شروع ہی سے اس تاریخ سے معلوم ہوتا آرہا ہے کہ ناحق ظلم کی عادت اُسکی ہرگز نہین تھی چنانچہ خود مسٹر پامر لکھتے ہین کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اُسکو رہا کردیا۔ ۱۲ اصلاح۔ مترجم

سکون سے ہوجاوین۔ اور آنکھین آرام وسکون اور بیچرگتی مین جب ہی ہوتی ہین جب آدمی اندھا ہوجاتا ہے یا مرجاتا ہے۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ مین اندھا ہوجاؤن یا مرجاؤن اور جب اُس نے کہا کہ اللہ تعالی نے تمہین جو کچھ دیا ہے اُس مین فرحت بخشے تو یہ کہتے ہین اُس نے قرآن شریف کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے "حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃً" اور جو نعمتین اُنکو دی گئی تھین اُسکو پاکر خوش ہوگئے پھر ہم نے اُنکو سزادی" اور جب اُس نے یہ کہا کہ تو نے انصاف کیا اور تو قاسط ہے تو یہ آخری فقرہ اُس نے حد سے گزرنے والے کے معنوں مین استعمال کیا جیسا کہ قرآن شریف مین ہے "واما القاسطون فکانوا لجھنم حطباً" یعنی جنہون نے سرتابی کی وہ دوزخ کا ایندھن ہون گے

علیہ اور غلام

قرآن شریف کی عبارت سے اپنے دل بہلانے کا مون کی تطبیق کرنا خلیفہ کے خاندان کی مشہور لیاقت تھی۔ ہارون الرشید کی ایک بہن علیہ نامی بڑی صاحب علم۔ لیاقت والی اور مشہور شاعرہ تھی اپنے اشعار مین ایک نوعمر غلام کی بہت تعریف باندھتی تھی۔ اس غلام کا نام طل (شبنم) تھا۔ علیہ کو اس سے بہت انس ومحبت تھی۔ ہارون الرشید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے علیہ کو منع کردیا کہ آئندہ سے اِس غلام کا نام نہ لینا۔ ایک دن ہارون الرشید علیہ کے مکان کے پاس سے جارہا تھا اُس نے چھپ کر علیہ کی باتین سننا چاہین علیہ اُس وقت قرآن شریف کی تلاوت کررہی تھی جب وہ اِس آیت پر پہنچی "اصابہا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل" یعنی جب اُسپر مینھ برسا تو دونا پھل اُس مین سے پیدا ہوا۔ اور جب بارش اُس پر نہ گرے تو اُس پر شبنم گرتی ہے" علیہ نے آخری لفظ طل کہنے کی بجائے یہ پڑھا "تو اُس پر وہ چیز گرتی ہے جس کا نام لینے سے امیر المومنین نے مجھے منع کردیا ہے"

یہ سُن کر ہارون الرشید سے ہنسی ضبط نہ ہوسکی۔ ہنس پڑا۔ علیہ کے پاس جاکر اُسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ مین آیندہ کے لیے تمکو اجازت دیتا ہون۔ تم طل کہا کرو۔

زبیدہ خاتون اور علیہ

ہارون الرشید کی عزیز بیوی زبیدہ خاتون کے ساتھ علیہ بہت پیار واخلاص سے رہا کرتی تھی اور جب کبھی میان زن وشوہر کے آپسین شکر رنجی ہوجاتی۔ اور اِس شکر رنجی کا باعث زیادہ ہارون الرشید

ہی ہوا کرتا تھا کیونکہ وہ زبیدہ کے اشتعال طبع کے اسباب پیدا کر دیتا تھا۔ تو علیہ اپنی موسیقی اور شاعرانہ لیاقت سے دونون مین صفائی کرادیتی تھی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ نے اپنی ایک نئی بیوی سے ربط ضبط بڑھایا اور زبیدہ کی جانب سے لاپرواہ ہوگیا۔ زبیدہ نے علیہ سے اس بات کی شکایت کی۔ علیہ نے اقرار کیا کہ مین ہارون الرشید کو پھر تمہاری جانب مائل کرادونگی۔ اس لیے اُس نے راگ کا ایک عمدہ لہجہ بناکر اور مناسب الفاظ کا ایک گیت جوڑ کر اپنی اور زبیدہ خاتون کی مغنیہ کنیزون کو یہ گیت اور لب و لہجہ سکھادیا۔ پھر ان کنیزون کو بڑی زرق برق پوشاک پہناکر یہ دونون شہزادیان اِن کنیزون کے ساتھ یکایک اُس محل مین جا پہنچین جہان ہارون الرشید بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اور وہان پہنچتے ہی نہایت خوش الحانی سے راگ گانا شروع کر دیا۔ ہارون الرشید کے دل پر اس راگ کا بہت اثر ہوا۔ وہ اُٹھا۔ اور اپنی بیوی زبیدہ سے صفائی کر لی اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیا اور تمام دن زبیدہ خاتون کے پاس رہا خلیفہ نے کہا جیسا آج کا دن خوشی مین گزرا ہے میری ساری عمر مین ایسا دن کوئی نہین گزرا۔

فضل برمکی اور علیہ

فضل برمکی کی شہزادہ علیہ کے مکان پر جانے کی بابت ایک حکایت ہے۔ اگرچہ اُس مین کوئی خاص بات قابلِ تذکرہ نہین ہے لیکن اُس سے خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے خانگی انتظامات کا حال معلوم ہوتا ہے۔ فضل نے جس طور سے یہ حکایت بیان کی اُسی طور سے یہان تحریر کیجاتی ہے فضل جب یہ حکایت اپنے باپ یحییٰ برمکی سے کہہ رہا تھا تو جعفر کے ایک بیٹے نے اپنے بچپن کے زمانے مین یہ حکایت سُن لی تھی اور وہی اس حکایت کو بیان کرتا ہے۔

فضل نے کہا کہ "اے باپ امیرالمومنین میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے ایک کوٹھری مین لیگئے وہان سے راستہ ایک اَور کمرے مین جاتا تھا اُس کمرہ کے دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا۔ جب قفل کھولا گیا تو جس قدر غلام اور خادم ساتھ تھے۔ امیرالمومنین نے سب کو وہان سے رخصت کر دیا۔ اُس کمرہ کے اندر مین اور امیرالمومنین گئے وہان ہمین ایک اور مقفل دروازہ ملا جسکو خلیفہ نے خود اپنے ہاتھ سے کھولا۔ جب ہم اُس مین داخل ہوگئے تو خلیفہ نے اندر کی جانب سے بند کرکے تالا لگا دیا۔ پھر ہم

ایک قصبہ اسکرہ مین پہنچے اور وہان ایک کوٹھری کے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ ہم کو اُس
کوٹھری مین سے آوازین سنائی دین امیرالمومنین وہان بیٹھ گئے اور آہستہ سے اپنی دونون ہتیلی
بجائین۔ تالی بجتے ہی ایک ایسی خوش الحان آواز ایک بانسری پر غزل گاتے ہوئے سنائی دی
اور وہ غزل میری ہی بنائی ہوئی تھی۔ مین اُس غزل کو سُنکر ایسا مسرور اور متاثر ہوا کہ اگر امیرالمومنین
وہان نہوتے تو مین اپنا سر دیوارون سے ٹکرا ٹکرا کر توڑ ڈالتا۔ پھر یہ لہجہ تبدیل ہوگیا اور کمرہ کے اندر
سے عُلیہ کے لہجہ مین گانے کی آواز آئی۔ یہ سُنکر امیرالمومنین پر اور مجھپر وجد کی حالت طاری ہوگئی
امیرالمومنین نے کہا کہ اب یہان سے چلو ورنہ جاسا اور بُرا حال ہوجاوے گا۔ ہم وہان سے چلے آئے
ہم جب محل کی ڈیوڑھی پر پہنچے تو امیرالمومنین نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھسے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون
عورت گارہی تھی؟

مین نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! مین نہین جانتا۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر مین تم کو اُس عورت کا نام نہ
بتلاؤن گا تو مین جانتا ہون کہ تم ہر کسی سے اُسکا نام دریافت کرلوگے۔ اس لیے مین ہی تمکو بتلائے
دیتا ہون کہ وہ عُلیہ میری بہن تھی۔ اور واللہ! اندرین بارہ اگر تم نے ایک حرف بھی زبان سے کہین
نکالا تو یقین رکھو کہ مین تم کو قتل کردون گا۔

زبیدہ خاتون کا اقتدار

الف لیلہ کے افسانون مین زبیدہ خاتون کا بہت ذکر ہے۔ نیز عربی کی دیگر کتابون مین جہان
کہین ہارون الرشید کا ذکر مندرج ہے اُس مین زبیدہ خاتون کا حال بھی ضرور ہوتا ہے اُن کتابون
مین سے چند واقعات کا بیان تحریر کرنا مناسب ہوگا۔ جیسا کہ مین نے پیشتر تحریر کیا ہے زبیدہ خاتون
ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی اور اُسکی خاص بیوی تہی۔ خلیفہ پر اُسکا بہت اقتدار اور اثر تھا حالانکہ خلیفہ
کی سخت مزاجی سے یہ ایک تعجب کی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دراصل یہ بات ہے کہ ایسی حالت مین
جتنا کہ اُسکا اثر خلیفہ پر ہونا چاہیئے تھا اُس سے بہت زیادہ تھا۔ زبیدہ خاتون کی حسد کی عادت زیادہ تھی
خلیفہ ہارون الرشید جب دوسرون سے محبت کرتا یا دل بہلاؤ باتین کرتا جو زبیدہ خاتون کے مزاج
کے موافق نہین ہوتی تھین تو اُن کی بابت زبیدہ خاتون اکثر اپنے شہنشاہ خاوند کو نصیحت یا اُس سے

ابو نواس اور زبیدہ خاتون

شکایت کر دیتی تھی۔

ایک دن ہارون الرشید بہت رنجیدہ اور غمگین بیٹھا ہوا تھا ابو نواس اُس کے حضور مین حاضر ہوا اُس سے خلیفہ کو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کی۔ لیکن خلیفہ کو ہنسی نہین آئی۔ آخرکار اس ظریف نے کہا کہ امیرالمومنین! آپ آج اس قدر رنجیدہ کیون ہین؟ واللہ! مین نے آپ کے مانند کسی شخص کو ایسا نہین دیکھا جو اپنے اوپر اس قدر ظلم رکھتا ہو۔ آپ دنیا اور دین دونون کی خوشیان کیون حاصل نہین کرتے جبکہ یہ باتین آپ کے اختیار مین ہین۔ عقبیٰ مین خوشی اور ثواب حاصل کرنے کے یہ طریقے ہین کہ محتاجین اور مساکین اور یتیمون کو فی سبیل اللہ خیرات دیکر اُن کی دستگیری کیجئے۔ مکہ شریف جاکر حج کریئے۔ مسجدون کی مرمت کرائیے۔ مدرسے اور مکتب جاری کیجئے اور اپنی سلطنت کے ہر صیغہ کے ترقی ہونے مین کوشش کیجئے۔ ایسے سب امور کی بابت آپ کو دین مین جزا ملے گی۔ اور اس دنیا کی خوشی اور عیش و آرام کے یہ کام ہین کہ عمدہ عمدہ نفیس کھانے کھائیے اور شربت پیجئے۔ مدینہ یا حجاز روم اور عراق کی ماہرو اور خوبصورت عورتون کو چاہے وہ بلند بالا ہون یا متوسط یا پستہ قد ہون اپنے گرد اگرد جمع رکھیے جن کی عقل اُن کی شکل کے مانند منور اور اُنکی زبان اُنکی آنکھون کی چمک کی مانند فصاحت اور بلاغت رکھتی ہو۔ ابو نواس نے ایسی مسلسل اور عمدہ تقریر کی کہ خلیفہ کی پریشانی اور سستی جاتی رہی۔ خلیفہ کو راضی کرکے ابو نواس اپنے گھر روانہ ہوا۔ ابو نواس کے جاتے ہی زبیدہ خاتون ہارون الرشید کے پاس آئی اور خوشامد وغیرہ کرکے خلیفہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ابو نواس نے آپ کے حضور مین جو باتین کی ہین وہ آپ مجھ سے بیان کرین۔ خلیفہ نے بیان کر دین۔ زبیدہ خاتون نے خلیفہ سے کہا کہ ابو نواس نے آپ کو ایسی نصیحتین کین آپنے اُسکو جھڑکا نہین۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ ایسی اچھی نصیحتون پر اُسکو جھڑکنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سُن کر زبیدہ خاتون غصہ مین بھر کر خلیفہ کے پاس سے چلی گئی۔ اپنے محل مین پہنچکر اُس نے اپنے غلامون کو بلوایا اور اُنکو حکم دیا کہ ابو نواس کے گھر جاکر اُس کو خوب پیٹو۔ غلام ابو نواس کے گھر گئے۔ وہان اُسکو خوش بیٹھا ہوا پایا کیونکہ وہ خلیفہ کو راضی کرکے اور اُسکا غم غلط کرکے آیا تھا اُسکو یہ امید تھی کہ خلیفہ میری باتون سے

راضی ہوا ہے وہ یقیناً مجھے انعام بھیجے گا کہ یکایک یہ غلام جا پہنچے اور ابو نواس کو اس قدر مارا کہ اگر اُسکی بیوی بیچ مین پڑکر اُسکو نہ بچاتی تو درحقیقت ابو نواس مر جاتا۔ ابو نواس کو اس قدر سخت چوٹ آئی تھی کہ وہ کئی دن تک صاحب فراش بنا رہا۔ ہارون الرشید کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی۔ ایک دن اُسنے مسرور کو بھیجکر ابو نواس کو بلوایا۔ مسرور ابو نواس کا یہ حال دیکھکر بہت متعجب ہوا۔ مگر وہ ترغیب دے دلاکر ابو نواس کو خلیفہ کے حضور مین لیگیا۔ خلیفہ اُس سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اُسکو بیٹھنے کا حکم دیا اور پوچھا کہ کیا وجہ تھی جو تم اتنے دنون سے دربار مین نہین آئے ابو نواس نے خلیفہ کے حضور مین آتے ہوئے ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھ لیا تھا جس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس مین ایک شخص نظر آتا تھا۔ ابو نواس نے اپنی ہشیاری سے یہ خیال کیا کہ پردہ کے پیچھے زبیدہ خاتون ہین۔ اِس لیے اُس نے احتیاط سے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ عرض کیا کہ امیرالمؤمنین! مین بیمار تھا اِس وجہ سے حاضری سے معذور رہا۔ خلیفہ نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ تم بیمار رہے اور مجھے تمہارا حال معلوم نہ ہوا۔ اور ہان اُس دن جو تم ماہ پیکر اور خوبصورت عورتون کی باتین کر رہے تھے وہ بہت عمدہ گفتگو تھی۔ وہی گفتگو مین تم سے اب پھر سننا چاہتا ہون۔

ابو نواس نے کہا کہ امیرالمؤمنین! مین اُس دن آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ عربون نے لفظ ضرہ کو جس کے معنی "سوت" (ایک ہی خاوند کی دو یا زیادہ زوجہ آپس مین سوت کہلاتی ہین) کے ہین۔ لفظ ضر سے جس کے معنے "نقصان" کے ہین استخراج کیا ہے اور عربی مین ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دو زوجہ ہوتی ہین اُسکی باقی زندگی رنج اور تکلیف مین گزرتی ہے۔ اور جس کے تین زوجہ ہوتی ہین اُس کی تمام زندگی بے چینی اور بہت رنج سے گزرتی ہے۔ اور جس شخص کے چار بیویان ہون۔ اُس شخص کو تو مثل مردہ کے سمجھنا چاہیئے گو کہ وہ زندہ ہی ہوتا ہے امیرالمؤمنین! مین نے تو آپکو یہی صلاح دی تھی اور علاوہ ازین مینے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص ایک ہی بیوی پر قناعت کر کے خوش رہتا ہی تو اُسکو بڑی عزت اور عظمت حاصل ہوتی ہی۔ اور اُسکی زندگی بڑی خوشی مین گزرتی ہے ہارون الرشید نے چلا کر کہا کہ اگر مین نے اِس قسم کا ایک ہی حرف تم سے سُنا ہو تو اللہ تعالیٰ میرے

زیب سے مجھے خارج کردے۔ ابونواس نے عاجزی سے کہا کہ شاید امیرالمومنین کو یاد سے یہ
باتین فراموش ہوگئی ہین۔ ایک بات مَین اور کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ عربی ضرب المثل کے مطابق
بنی مخزوم توگویا قوم قریش مین مثل پھول کی ہین سو آپ زبیدہ خاتون خیرتا سم کو شوہر ہین۔ زبیدہ خاتون
پھولونکی پھول ہین اور دیکھنے والونکی آنکھونکی راحت وچین ہین۔ امیرالمومنین! مین نے آپکے بشرہ اور
قیافہ یہ بات معلوم کرلی تھی کہ آپ کا دِل دوسری عورتون کی جانب مائل ہے۔ اس لیے مَین یہ بات
ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ صرف زبیدہ خاتون ہی ایک ایسی مخدرۂ باعصمت ہین جو آپکے لیے مناسب ہین
اور کوئی عورت آپکے لیے مناسب نہین ہے۔

ہارون الرشید نے غصہ ہوکر کہا کہ ابونواس! ذرا ہوش مین آؤ۔ کیا تم مجھے جھوٹا بنانا چاہتے ہو؟
ابونواس نے عرض کیا امیرالمومنین! تو پھر کیا آپ مجھے وقت مقررہ سے پہلے ہی مروا ڈالنا چاہتے
ہین؟ یا پھر آپ مجھے صاحب فراش کرانا چاہتے ہین کہ جس مین سوائے غم او رغصہ کے اور کوئی چیز
تسلی کرنے کے لیے نہ ہووے۔ اس وقت پردہ کے پیچھے سے ہنسی کی آواز سُنائی دی اور ایک
آواز آئی کہ ابونواس تم سچ کہتے ہو۔ تم نے خلیفہ کو اس قسم کی نصیحت سے مختلف نصیحت نہین کی
ہوگی جیسی کہ اب کر رہے ہو۔ یہ صرف امیرالمومنین کے خیالات پریشان ہونگے کہ انھون نے گھڑ لیے
تھے اور تمہارا نام لگا دیا۔ ابونواس نے جواب دیا۔ ہان! ہان! درست ہے۔ اور جلدی سے اُٹھکر
اپنے گھر ڈرتا ہوا چلا کہ کہین آج بھی کوئی کلمہ میرے مُنہ سے زبیدہ خاتون کے برخلاف نہ نکل گیا ہو
لیکن جب ابونواس اپنے گھر پہنچا تو دروازہ پر زبیدہ خاتون کے غلامون کو موجود پایا۔ یہ غلام زبیدہ
خاتون کی جانب سے اُس کے لیے خلعت فاخرہ اور ایک بڑی تعداد زر نقد کی بطور انعام کے لیے
ہوئے بیٹھے تھے۔ یہ انعام پاکر ابونواس نے قسم کھائی کہ مَین آیندہ سے ایسا کوئی لفظ ہرگز زبان سے
نہ نکالونگا کہ جس کی وجہ سے زبیدہ خاتون کو رنج ہووے۔ خلیفہ کو جب یہ تمام احوال معلوم ہوا تو وہ
بہت ہنسا اور ابونواس کے چلنے پر افسوس کیا۔ بعد ازان خلیفہ نے ابونواس کو زبیدہ خاتون کیطرح

---

[1] بنی مخزوم قوم قریش کی ایک شاخ ہے۔ زبیدہ خاتون بنی مخزوم مین سے ہین۔ ۱۲ مصباح

بہت سی قیمتی خلعت اور کثیر التعداد زر نقد کی رقم بطور انعام عطا فرمائی۔

ابونواس اور امین الرشید

زبیدہ خاتون ہمیشہ ہارون الرشید سے یہ کہا کرتی تھی کہ آپ اپنی کل سلطنت کا ولیعہد امین ہی کو
مقرر کر دین کیونکہ امین اس بات کا مستحق ہے وہ خالص ہاشمی النسل ہے۔ اور نجیب الطرفین ہے۔
ہارون الرشید کے دوسرے بیٹے مامون سے زبیدہ خاتون بہت حسد کرتی تہین۔ مامون کو اپنی سوت
ہی کا بیٹا سمجھ کے اُس سے حسد نہین کرتی تھین۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اُسکی رگون مین ایرانی خون ہے
اور خاصکر اس وجہ سے کہ مامون مین بہ نسبت امین کے عقل و تمیز زیادہ تھی جسکا اکثر اظہار ہوتا رہتا
تھا عقل اور تمیز کی باتون مین مامون اور امین مین بہت مقابلے ہوا کرتے تھے۔ جن مین سے
بعض مقابلون کا حال عرب مورخین نے عینی مشاہدون کے اعتبار پر لکھا ہے۔ چنانچہ روایت ہے
کہ ایک موقع پر زبیدہ نے بیان کیا کہ امین بہت اچھے شعر کہتا ہے۔ ہارون الرشید کو ترغیب
دی کہ امین کے شعرون پر ابو نواس سے اصلاح دلا دیجئے۔ ابو نواس نے ایک ہی شعر مین علم
عروض کی کئی غلطیان بتلائین۔ اسپر امین غصّے سے چین بجبین ہوا اور ابو نواس کو قید کرا دیا۔ کچھ عرصہ
کے بعد خلیفہ نے ابو نواس کو طلب کیا اور اُس کے قید ہونے کا حال اور قید ہونے کا سبب سُنکر
بہت متعجب ہوا امین کو بہت بکا اور بُرا بھلا کہا اور ابو نواس کو رہا کر دیا۔ امین نے کہا کہ آپ
ابو نواس کو بلوا کر آپ اور وہ میرے چند اشعار سُنئیے۔ خلیفہ نے اُسکی یہ درخواست قبول کر لی امین
نے دو چار ہی شعر پڑہے ہون گے کہ اُن کو سُنکر ابو نواس کھڑا ہو گیا اور وہان سے جانے لگا۔
خلیفہ نے پوچھا کہ ابو نواس کہان جاتے ہو؟ ابو نواس نے عرض کیا کہ جیل خانے واپس جاتا
ہون۔ اسپر خلیفہ ہنس پڑا اور امین خاموش رہ گیا۔

امین کا چال چلن

امین بہت ہی ناسمجھ تھا۔ اُسکا چال وچلن غیر مستقل تھا صرف ذیل ہی کے واقعہ سے یہ بات
ظاہر ہو جاوے گی کہ امین حکومت کرنے کے لیے کس قدر نا قابل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات کے
بعد جب ان دونون بھائیون مین جنگ ہو رہا تہا۔ شہر رے کے باشندون نے امین سے بغاوت
کی اور مامون کے مطیع ہو گئے۔ رے اس وقت ایران مین ایک بہت مضبوط اور مفید مقام تھا۔

ایک قاصد امین کے پاس اُسکی فوج کی شکست اور رے کے فتح ہو جانے اور مامون کے خلیفہ تسلیم ہونے کی خبر امین کے پاس لایا۔ امین اُسوقت مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ قاصد کو امین نے صرف یہ جواب دیا کہ مجھے دق مت کرو۔ کیونکہ کوثر نے تو دو مچھلیاں پکڑ لی ہیں اور مین نے ابھی تک ایک بھی نہیں پکڑی ہے۔

ابو عیسیٰ خلف ہارون الرشید

ہارون الرشید کا بیٹا ابو عیسیٰ بھی ایک غیر قوم کی عورت کے بطن سے تھا۔ ابو عیسیٰ علم موسیقی مین کامل تھا۔ مامون کی خلافت کے زمانے مین ابو عیسیٰ کا انتقال ہوا۔ مامون کے ایک درباری نے جو ابو عیسیٰ سے بہت ہی محبت رکھتا تھا اُس کے مرنے کا حال سُنکر اپنی پگڑی سر پر سے اُتار کر زمین پر پھینک دی۔ دربار بغداد کا یہ قاعدہ تہا کہ جب کوئی خلیفہ مرجاتا تو تمام روساء اپنی پگڑی سر پر سے اُتار کر زمین پر پھینک دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات ہی جسکو کسی دوسرے وقت کرنیکو کوئی مسلمان راضی نہ ہوگا۔ اسلیئے مامون نے اپنے ندیم کے اس فعل کو بہت منحوس خیال کیا اور اُس سے طنز سے کہا کہ تمہارے اور تمہاری خواہش کے درمیان تقدیر الٰہی حائل ہوگئی۔ یعنی ابو عیسیٰ زندہ نہین رہا جو میری بجائے یا میرے بعد خلیفہ ہوتا۔ اِس ندیم نے اُس عقلمندی سے جواب دیا جو عموماً درباریوں مین ہوتی ہے۔ کہ امیر المومنین! جو حادثہ یا تکلیف آپ پر سے بالا بالا رفع ہو جاوے۔ اُسکا برداشت کرنا آسان ہی۔ اسوقت خدا کی یہی مرضی و مشیت ہوئی کہ آپ کو ماتم مین ڈالے نہ کہ آپکے لیے ماتم ہو۔ مامون اس جواب سے خوش ہوگیا۔ مامون کو بھی اپنے اس بھائی کے مرنے کا اس قدر رنج ہوا کہ اُس نے کئی دن تک کہانا نہین کہایا جس سے اُسکی جان کا بھی خطرہ ہوگیا تھا۔

ابراہیم ابن المہدی اور اسحٰق مغنی

ذیل کی حکایت سے وہ طریقہ بہت اچھی طرح سے ظاہر ہوتا ہی کہ جس طور سے شعراء اور مغنیین کی دربار بغداد مین خاطر ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ اسحٰق بن ابراہیم الموصلی جو ایک مشہور مغنی اور علم موسیقی مین ایک مستند اُستاد ہے خلیفہ ہارون الرشید کو اُسکی خاطر بہت عزیز تھی۔ ایک دن اُس نے ایک راگ خلیفہ اور اُسکے سوتیلے بھائی ابراہیم ابن المہدی کے روبرو گایا۔ ابراہیم کو بھی علم موسیقی مین ماہر ہونے کا دعویٰ تھا۔ اس لیے راگ گاتے ہوئے اُس نے اسحٰق کو ٹوکا کہ تمہارا گانا قاعدہ کے موافق نہین ہی ورنہ تم اچھی طرح سے گاتے ہو۔ اسحٰق نے جواب دیا کہ معلوم ہوا تم موسیقی مین کچھ بھی نہین جانتے۔ اچھا اس راگ

کہ تم مجھ کو گاؤ۔ اگر ہر شعر مین ابتدا سے انتہا تک مین تمہاری غلطیان نہ نکالدون تو تم مجھے قتل کر دینا
یہ کہکر خلیفہ کی جانب مڑا اور عرض کیا کہ امیر المومنین! گانا میرا موروثی پیشہ ہے اور میرے باپ کا پیشہ
ہے۔ اسی علم موسیقی کی وجہ سے ہمکو آپ کی قربت نصیب ہوئی ہے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم لوگ
آپکے پاس ملازم ہوئے اور اسی علم کے ذریعے سے ہم آپکے قالین پر چلتے ہین۔ پھر اگر ایسے اشخاص کہ
جن کو اس علم سے بہرہ نہ ہو اس علم کی بابت ہم سے جھگڑا کرین تو فرمائیے کہ بغیر جواب دئے ہمارے دل
کو صبر کس طرح سے آسکتا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ مین تو تمکو الزام نہین دیتا۔ یہ کہکر خلیفہ وہان سے اُٹھکر
محل مین چلا گیا۔ خلیفہ کے جاتے ہی ابراہیم[1] اُٹھکر اسحٰق کے پاس آیا اور کہا کہ او گمنام کنیز زادے تجکو
اب ہم سے اسطرح بولنے کی جرات ہو گئی۔ یہ سُنکر اسحٰق جھلا اُٹھا اور اُسکے غصہ کی کوئی حد نہین رہی اُسنے
جواب دیا کہ آپ شاید مجھے اس وجہ سے دھمکاتے ہین کہ مین آپ کو یہ سمجھ کے جواب نہین دونگا کہ آپ
ایک خلیفہ کے بیٹے اور ایک خلیفہ کے بھائی ہین۔ بیشک اگر یہ بات نہوتی تو مین بھی آپ کو لونڈی کا بیٹا
کہتا۔ اغلبًا آپ کو یہی خیال ہوگا کہ مین آپ کو لونڈی کا بیٹا کہنے کی جرات نہین کرونگا۔ اگر مین آپ کو بُرا
بھلا کہون تو اس بات کا اثر آپکے ماموں مسمیٰ عالم پر پڑے گا جو بہت معزز آدمی اور سالوتری تھا۔

اسحٰق نے یہ سمجھکر کہ مین نے ابراہیم کو حد سے زیادہ حقیر لفظ کہدیئے ہین تو اس نے عقلمندی سے
ایک اور بات بنائی جیسا کہ خود اسحٰق کا بیان ہے تاکہ اگر خلیفہ کو اس بات کی اطلاع ہو جاوے تو اُس پر
بُرا اثر نہ ہو اور میرے اوپر خفا نہ ہو۔ اِس لیے اسحٰق نے ابراہیم سے کہا کہ میرا قیاس یہ ہے کہ آپکا خیال خلیفہ
ہونیکا ہے اور آپ اِسی وجہ سے مجکو ڈراتے ہین جیسے کہ آپ اپنے بھائی (ہارون الرشید) کے دیگر دوستون
کو ڈراتے ہین۔ کیونکہ آپ خلیفہ اور اُسکے بیٹون سے حسد کر کے یہ چاہتے ہین کہ آپ خلیفہ ہو جاوین لیکن
آپ خلیفہ اور اُس کے بیٹون کے مقابلے کی تاب ہرگز نہین رکھتے ہین۔ اسلیے خلیفہ کے دوستونکی حقارت
کر کے آپ اپنے حسد اور رنج کا اظہار کرتے ہین۔ لیکن مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہارون الرشید

[1] یہ ابراہیم خلیفہ ہارون الرشید کے باپ خلیفہ مہدی کا بیٹا۔ ایک غیر کفو اور کم درجہ عورت کے بطن سے تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بھائی مسمی
عالم سالوتری (بیطار) تھا۔ اسحٰق نے اُسکی ماں وغیرہ کا ذکر کر کے ابراہیم پر جو ایک مغرور عباسی شہزادہ تھا سخت طنز و طعن کیا ۱۲

اور اُنکے بیٹوں کے قبضے سے سلطنت کبھی زائل نہین کریگا۔ اور آپکے بس آپکے خیال سے جلد
ہی خلیفہ آپ کو مار ڈالیگا۔ لیکن خدانخواستہ ایسا اگر کبھی ہو بھی جاوے اور سلطنت آپکو ملجاوے تو پھر مجھے
اپنی زندگی کا کچھ لطف یا جان کی قدر نہین رہے گی۔ اور مین آپ کی خلافت مین بہ نسبت جینے کو مرنے کو
زیادہ پسند کرون گا۔ اب آپ کو اختیار ہے چاہے جس طرح مجھسے پیش آیئے جب ہارون الرشید محل سے باہر
ہوا۔ ابراہیم جلدی سے اُٹھا اور عرض کیا کہ امیرالمومنین! اسحق مجھسے بڑی گستاخی سے پیش آیا ہے اور
میری والدہ کو بہت حقارت آمیز باتین کہین۔ خلیفہ نے اسحق سے غصہ ہوکر دریافت کیا کہ تم کیا کہتے
تھے۔ اُس نے عرض کیا کہ مین کچھ نہین جانتا آپ دیگر حاضرین سے دریافت فرمائین۔ ہارون الرشید نے
مسرور اور اپنے دیگر ندیم حنین وغیرہ سے دریافت کیا۔ جب اُنھون نے گفتگو کے وہی الفاظ دُہرائے تو
خلیفہ کا چہرہ غصہ سے نیلا ہوگیا اور غصہ کی وجہ سے چہرہ پر پسینہ آگیا۔ لیکن خلافت کے بارے مین اسحق اور
ابراہیم مین جو گفتگو ہوئی تھی جب خلیفہ نے وہ سُنی تو ذرا اُسکا غصہ کم ہوا۔ اور ابراہیم کو مخاطب کرکے فرمایا
کہ اول غلطی تم سے ہوئی۔ تم نے کیون مغنی کو اول حقیر الفاظ کہے۔ اُسنے تو تم سے صرف یہ کہا تھا کہ مین
تمکو جواب دینے کی جرأت نہین رکھتا ہون۔ جاؤ اپنے مکان پر جاؤ۔ اور آیندہ سے ایسی نادانی پھر نہ کرنا۔
جب سب درباری رخصت ہونے لگے تو خلیفہ نے اسحق کو اشارہ کردیا کہ ذرا ٹھیرے رہو اسحق خوفزدہ ہوکر
ٹھیر گیا۔ جب سب چلے گئے اور اسحق ہی وہان رہگیا تو خلیفہ نے اُس سے کہا کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ مین تمہاری
گفتگو کا مطلب نہین سمجھا؟ ابراہیم نے جو بات تمکو ایک مرتبہ کہی۔ تمنے وہی بات اُسکو تین دفعہ کہی کیا تمہارا
یہ خیال ہے کہ اگر ابراہیم تمکو مارتا۔ تو مین تمہارے عوض اُسکو مارتا؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اگر وہ اپنے غلامون کو
حکم دیکر تمکو مروا ڈالے۔ تو مین اُس سے تمہارا قصاص لونگا۔ کیا تم نہین جانتے ہو کہ وہ میرا بھائی ہے؟
بیچارے مغنی نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! آپنے تو اپنی زبان سے بذریعہ الفاظ مجھے قتل کر ڈالا ہے
اگر ابراہیم یہ باتین سُن لیگا تو وہ یقیناً مجھے مروا ہی ڈالے گا۔ اور میرے خیال مین تو اُس نے آپکے یہ الفاظ
سُن بھی لیے ہون گے خلیفہ نے اسحق کو تو رخصت کردیا اور مسرور کو بُلا کر حکم دیا کہ ابراہیم کو اسی وقت
بلا لا۔ ابراہیم کے آنے سے پیشتر خلیفہ نے اسحق کو تو رخصت کردیا تھا مگر خلیفہ اور ابراہیم مین جو

باتین ہوئین اسحق نے وہ باتین ایک غلام سے دریافت کرلین جب ابراہیم حاضر ہوا تو خلیفہ نے
اُس کی بیوقوفی اور نادانی پر اُسکو بہت بُرا بھلا کہا اور کہا کہ تم میرے ملازم کی جو میرا دوست ہے اور
میرے دوست کا بیٹا ہے توہین کرتے ہو اور میری عنایت اور میرے باپ کی عنایت کو جو اُسکی نسبت
تھی حقیر سمجھتے ہو اور ایسی باتین میرے ہی دربار مین کین اور دربار کا کچھ لحاظ نہین کیا ؟ آہ ! آہ ! -
آہ ! ! ! تم اسحق اور اُس بیچارے کے ملازمون پر اس وجہ سے حملہ کرتے ہو کہ وہ غریب ہی اور تم امیر
اور دولتمند ٹھیرے - کس نے کہا تھا کہ تم اُس سے لڑو - اور علم موسیقی مین جو اُسکا پیشہ ہے اور جس پر
اُسکا روزگار منحصر ہے اُس سے بحث و مباحثہ اور مقابلہ کرو اور پھر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اُسکے فن مین
اُسکی غلطی نکالو - حالانکہ تم کو موسیقی مین کچھ ایسا دخل نہین ہے - یہانتک کہ اُسنے دلائل پیش کرکے تم کو
لاجواب کردیا اور تم جواب تک نہ دے سکے - تم نے اپنی ہنسی کرائی اور اپنی جہالت اور بدمزاجی اور
اپنی خودنمائی ظاہر کی - اب سُن لو خدا کی قسم اور اُس کے رسول کی قسم ! اور میرے باپ کی قبر کی قسم اگر چاہے
کوئی شخص اُسکو نقصان پہنچائے - چاہے آسمان سے کوئی پتھر اُس پر گرے یا وہ خود اپنی گھوڑے پر
سے گر پڑے - یا اُسپر کوئی چھت گر پڑے یا وہ خود گر کر مر جاوے تو مین تمکو قتل کردونگا - واللہ ! مین قتل
کردونگا - واللہ ! مین قتل کردونگا - واللہ ! مین قتل کردونگا - بس اب اپنے گھر جاؤ" یہ بیچارہ شہزادہ
خلیفہ کی غصہ آمیز باتین سُنکر شکستہ دل اور خوف سے نیم مردہ ہوکر اپنے گھر روانہ ہوا - اس واقعہ کے بعد جب
ابراہیم اور اسحاق دونون خلیفہ کے حضور مین حاضر ہوتے خلیفہ کبھی تو ابراہیم کو دیکھتا اور کبھی اسحق کو
اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑتا - ایک دن خلیفہ نے اپنے بھائی سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تمکو اسحق سے
بہت اُنس و محبت ہے اور علم موسیقی مین تم اُس سے سبق لیا کرتے تھے اور اب وہ تمہارے پاس ہرگز
نہین آویگا جبتک کہ تم اُسکو خوش اور رضامند نہ کرلوگے - اب تم اُسکو خلعت اور انعام دو اور اُس کے
ساتھ مہربانی سے پیش آؤ - اور اُسکی لیاقت کو تسلیم کرو - اگر اس کے بعد بھی اسحق تمکو دق کرے تو پھر
تمہارا جو جی چاہے اسحق کو اپنی زبان سے کہہ ڈالنا اور اپنے مضبوط ہاتھون سے جو جی چاہے سو کرنا - خلیفہ نے
پھر اسحق کو حکم دیا کہ جاؤ اور ابراہیم کے سر پر بوسہ دو - ابراہیم تمہارا آقا ہے اور تمہارے آقا کا بیٹا ہے

اسحق نے اس حکم کی تعمیل کی اور اسطرح سے اِس شہزادہ اور مغنی کی دشمنی اور حسد جاتا رہا۔ اور ان مین پھر دوستی ہوگئی۔

فضل برمکی اور اسحق موصلی

اسحق کو خلیفہ ہارون الرشید نے منع کر دیا تھا کہ تو سوائے میرے یا میرے دوست اور وزیر جعفر برمکی کے اور کسی کے سامنے راگ نہ گانا ایک مرتبہ فضل برمکی برادرِ جعفر۔ اسحق کی گفتگو اور گانے سے اِس قدر خوش ہوا کہ اُس نے اسحق کو ایک ہزار درہم کی لالچ دیکر یہ ترغیب دی کہ آج رات میرے مکان پر چلکر رہو۔ اور مجھے راگ سُنا دے۔ مین کسی کو اِسکی خبر نہین کرونگا۔ مگر اس بات کی خبر ہارون الرشید کو ہوگئی۔ اُس دن خلیفہ رقہ مین تھا اور اُسکی طبیعت ناساز تھی۔ خلیفہ کو اسحق کا یہ حال سُنکر بہت افسوس ہوا۔ اُس نے فورًا اسحق کو بلوایا۔ اسحق سمجھ گیا کہ خلیفہ کو میرے یہان آنے کی اطلاع ہوگئی بس اب آج خیر نہین ہے۔ جلد وہاں سے روانہ ہوا اور فضل کو اُسکا دیا ہوا روپیہ واپس کر دیا۔ جب خلیفہ کے حضور مین اسحق حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُسکی نافرمانی پر اُسکو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ تو نے بغداد مین فضل کو اپنا راگ سُنایا۔ جبکہ مین تیرا آقا رقہ مین بیمار پڑا ہون۔ اسحق نے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! مین نے فضل کو بانسری پر کوئی راگ نہین سنایا صرف اُس سے گفتگو ہی کرتا رہا۔ ہارون الرشید کو اس جواب سے تسکین ہوگئی اور جس قدر رقم کہ اسحق نے فضل کو واپس کر دی تھی اُسی قدر رقم خلیفہ نے اسکو بطور انعام عطا فرمائی۔

خلیفہ ہارون الرشید اپنی عیسائی رعایا سے سلوک کرتا

یہی اسحق ایک اور حکایت بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسحق ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ شکار مین گیا۔ خلیفہ تو شکار کے عقب مین ذرا دور آگے نکل گیا اسحق کو تھکن معلوم ہوئی قریب ہی عیسائیون کی ایک خانقاہ تھی۔ اسحق وہان آرام کرنے چلا گیا ایک بزرگ عیسائی منتظم خانقاہ نے اُسکا استقبال کرکے بہت آرام سے اُسکو اندر لیجا کر بٹھایا اور اُسکی دعوت کی۔ اُسکے آگے بہت اچھا گوشت اور شراب رکھی اور وہ عیسائی اپنی گزشتہ عمر کے تمام تجربے اسحق سے کہتا رہا جس سے اسحق بہت خوش ہوا۔ عیسائی منتظم خانقاہ نے کہا کہ بنی اُمیہ کی خلافت کے زمانے مین اُس خاندان کے بھی چند شہزادون نے تمہاری طرح یہان مہمان ہوکر میری دعوت قبول کی تھی۔ اسحق کے کھانا کھانے کے بعد

ایک بہت خوبصورت اور ہشیار عیسائی عورت مقرر تھی اُسکے حاضر ہونیسے اسحٰق بہت ہی خوش ہوا اور اُسکا یہ وقت خوشی مین بہت جلدی گزر گیا۔ اور جب وہ خانقاہ سے لشکر شاہی مین واپس گیا تو رات ہو گئی تھی۔ خلیفہ اسحٰق کے غیر حاضر ہونے سے اُسپر خفا ہوا لیکن اسحٰق نے خانقاہ مین جانے کا حال خلیفہ سے عرض کیا اور چند اشعار جو وہان کے حسب حال بنائے تھے وہ خلیفہ کو سُنائے۔ یہ سُنکر خلیفہ نے حکم دیا کہ کل لشکر کا قیام یہین رہے تاکہ مَین خانقاہ کی مہمان نوازی عیسائی رعایا کو ملاحظہ کرون۔ چنانچہ دوسرے دن خلیفہ خانقاہ مین گیا اور اُنکی دعوت قبول کر کے وہان کھانا کھایا۔ وہان کے انتظام سے بہت خوش ہوا۔ تمام دن خانقاہ مین ٹھیرا رہا اور ایک ہزار دینار (قریبًا ۔۔ ہ پونڈ) عیسائی خانقاہ کی امداد مین مرحمت فرمائے اور اُس خانقاہ کی متعلق جو مزروعہ زمینین تھین یا باغات تھے اُن کا کل محصول اور لگان سات برس کے لیے بالکل معاف کر دیا۔

اصمعی

خلیفہ کا ایک اَور دوست اصمعی بہت بڑا عالم و فاضل شخص تھا عربی زبان پر کامل مہارت رکھتا تھا اور اُس زمانے کے تمام مصنفین، شعرا اور افسانہ گویون مین سب سے ممتاز ترین تھا۔ بصرہ کا رہنے والا تھا لیکن خلیفہ ہارون الرشید کے زمانۂ خلافت مین بغداد مین آ رہا تھا۔ ابو نواس سے لوگون نے کہا کہ آج تو دربار مین ابو عبیدہ اور اصمعی بیٹھے ہوئے ہین تو اُس نے جواب دیا کہ ابو عبیدہ مین تو یہ لیاقت ہے کہ اگر اُسکو اجازت دیجائے تو زمانۂ گذشتہ اور زمانۂ حال کی تواریخ کے تمام بزرگون کا حال کہہ ڈالیگا لیکن اصمعی مثل ایک بلبل ہزار داستان کے ہے وہ تو تمام آدمیون کو اپنے اشعار سے محو اور فریفتہ کریگا اصمعی کو صرف ایک بحر کے سولہ ہزار شعر یاد تھے۔ اصمعی اور ابو عبیدہ کی آپس مین رقابت تھی اور اکثر بحث ہو جایا کرتی تھی۔ ذیل کی حکایت خود اصمعی بیان کرتا ہے۔

ابو عبیدہ و اصمعی

"ابو عبیدہ اور مَین ایک دن فضل بن الربیع وزیر اعظم کی ملاقات کو گئے فضل نے مجھسے دریافت کیا کہ گھوڑون کے حالات پر تمنے جو کتاب لکھی ہے اُسکی کَے جلدین ہین۔ مین نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی جلد ہے۔ فضل نے پھر ابو عبیدہ سے یہی سوال کیا۔ اُس نے کہا مَین نے جو کتاب

---

[۱] ہارون الرشید کی رعایا پروری اور بے تعصبی کی۔ اور اُسکی سلطنت مین غیر قوم رعایا کا ایسی خوشحالی اور فارغ البالی سے رہنے کا اس سے پتہ لگتا اور کیا دلیل ہو سکتی ہے ۱۲ مصباح مترجم

گھوڑون کے حال پر لکھی ہے اُسکی پچاس جلدین ہین فضل نے کہا کہ اچھا اِس گھوڑے کے پاس جاؤ اور اُس کے جسم کے سب اعضا کا نام بتلاتے جاؤ۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ یہ کام تو سالوتری کا ہے۔ مین سالوتری نہین ہون۔ مین نے تو عربون کے وہ بیانات جو گھوڑون کی بابت ہین اُن کو ایک کتاب مین جمع کر دیا ہے۔ پھر فضل نے مجھسے بھی یہی کہا۔ مین اُس گھوڑے کے پاس گیا اور باری باری اُس کے ہر عضو پر ہاتھ رکھ کے اُسکا نام بتلاتا جاتا تھا اور اُس عضو کی بابت قدیم عربی شعرا کے جو اشعار تھے وہ بھی پڑھ دیتا تھا۔ ہر عضو کو بتلا کر اُسکے متعلق اشعار پڑھتا گیا۔ جب مین گھوڑے کے سب اعضا بتا چکا۔ تو فضل نے یہ کہکر کہ یہ گھوڑا اپنے ہی پاس رکھو وہ گھوڑا مجھے مرحمت کر دیا۔ پھر جب کبھی مجھے ابو عبیدہ کو چڑانا یا دِق کرنا منظور ہوتا۔ مین اُسی گھوڑے پر سوار ہو کے ابو عبیدہ کی ملاقات کو جاتا۔

اصمعی کا دربار مین حاضر ہونا۔

اصمعی جس درجہ کے لوگون مین تھا اور جیسا کہ عموماً ایسے لوگون کا قاعدہ ہوتا ہے اسی طرح اصمعی نے بھی کفایت شعاری کرنے مین اور اپنے بڑھاپے کے لیے اندوختہ جمع کرنے مین غفلت کی۔ اس لیے خلیفہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کے بعد آستانۂ خلافت پر ہمیشہ حاضر ہوتا۔ لیکن خلیفہ کی توجہ بہت دنون تک اُسکی جانب مائل نہین ہوئی آخرکار ایک دن وہ خلیفہ کے دروازے پر پریشان بیٹھا ہوا تھا اور اُسکو خلیفہ کی فیاضی سے متمتع ہونیکی اُمید بالکل جاتی رہی۔ اُس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اب کہین اور روزگار تلاش کرونگا کہ یکایک دروازہ کھُلا اور ایک خادم نے دریافت کیا کہ آیا یہان کوئی ایسا شخص موجود ہے جو فن شعر سے اچھی طرح سے واقف ہو۔ اصمعی فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اُس خادم سے کہا کہ مین ایسا شخص حاضر ہون۔ خادم نے کہا آؤ اور محل مین چلو۔ اگر امیر المومنین تمہارے اشعار سُن کے خوش ہو جائینگے تو تم آج رات یہ سمجھنا کہ تمہارے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کو ہے۔ جب مین وہان پُہنچا۔ خلیفہ ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور اُسکے پاس ہی جعفر برمکی بیٹھا ہوا تھا۔ مین نے سلام کیا۔ امیر المومنین نے جواب دیکر مہربانی سے فرمایا کہ اگر دربار مین آنے سے تم پر خوف یا ہیبت چھا گئی ہو تو ذرا بیٹھ جاؤ اور پھر باطمینان شعر پڑہنا۔

اصمعی نے یہ اندیشہ کر کے کہ شاید ایسا موقع پھر نہ مل سکے عرض کیا کہ امیر المومنین مین آپکے حکم کی تعمیل

کرسنے کو مستعد اور تیار ہون یا بطور راوی کے یا بطور شاعر کے۔ جس طرح آپ چاہیں اشعار سنیں خلیفہ نے اول علم ادب کے دو چار بہت ہی مشکل سوال دریافت کیے جن کا اصمعی نے صحیح صحیح اور فوراً جواب دیدیا۔ پھر خلیفہ نے فرمایا کہ اب کسی شاعر کا کلام سناؤ۔ مین نے فوراً ایک شاعر کا قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور جب مین اُن اشعار پر پہنچا جو بنی اُمیہ کی تعریف مین تھے اور یہ خاندان گویا خاندان عباسیہ کا رقیب تھا۔ تو مین نے ان اشعار کو قصداً چھوڑ دیا اور قصیدہ کا وہ حصہ پڑھنے لگا جہان ہارون الرشید کے دادا منصور کی تعریف درج تھی۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تم نے درمیانی اشعار قصداً چھوڑ دیے ہین یا تم بھول گئے ہو۔ اصمعی نے عرض کیا کہ مین نے ارادتاً چھوڑ دیے ہین کیونکہ جس قدر جھوٹی تعریف تھی وہ مین نے بنی امیہ کی لیے چھوڑ دی ہی اور جو سچ بات ہی وہ خلیفہ منصور کی بابت پڑھ رہا ہون۔ یہ سُن کر خلیفہ نے اصمعی مین شل درباریون کے چالاکی اور ہشیاری پائی۔ اصمعی کو آفرین اور مرحبا کہا۔ پھر ایک اور شاعر کے اشعار اصمعی نے اِس خیال سے بہت جلد جلدی پڑھے تاکہ خلیفہ کو معلوم ہو کہ قدیم عربی علم ادب وغیرہ مین اصمعی کو کس قدر تبحر اور واقفیت ہے۔ لیکن جعفر نے مداخلت کر کے کہا کہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ تم کو یہان سے جاتے مین جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے۔ تمہاری اس محنت کے عوض تمکو انعام دیا جاویگا۔ خلیفہ نے کہا کہ چونکہ اب تم نے اصمعی سے انعام دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو تم بھی اِس کے انعام دینے مین میرے شریک ہو جاؤ۔ یہ سُن کر اصمعی نے عرض کیا کہ مجھے اسوقت عرب وعجم پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ خلیفہ اور اُسکا وزیر دونون اِس بات کی بحث کر رہے ہین کہ مجھے دونون مین سے کون زیادہ انعام دیوے۔ بعد ازان اصمعی نے ایک اور شاعر کا مشہور کلام سُنانا شروع کیا کہ جسمین اونٹ کا بیان اور اُسکی مفصل طور سے تعریف تھی جعفر نے کہا کہ اصمعی ذرا توقف کرو۔ کیا اس بات سوائے اونٹ کے اوصاف کے بیان کے اِس سے عمدہ اور کوئی مضمون سنانے کو نہین ہے، یہ سُنکر ہارون الرشید نے طنز سے کہا کہ یہ وہی اونٹ ہی کہ جس نے تمہاری سرون سے تاج لیلیا اور تمہارے بادشاہون کی سلطنت فتح کر لی ہے ہاس کہنے سے خلیفہ کی مراد ملک ایران کی فتح سے تھی جو جعفر اور اُس کے آباء واجداد کا اصلی وطن تھا جسکو عربون نے فتح کیا تھا۔ اور اونٹ عربون کا سب سے زیادہ مشہور اور پیارا جانور ہے

جعفر نے عرض کیا کہ امیر المومنین! اللہ تعالی کا شکر ہے۔ الحمد للہ جو مین نے کہا اسکے معانی یا اللہ [illegible]
اِس پر ہارون الرشید نے جعفر سے کہا کہ یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔ تمکو اِس وقت یہ نہ کہنا چاہیے
تھا۔ کہ الحمد للہ یا خدا کا شکر ہے۔ کیونکہ اِس وقت کسی خوشی کا ذکر نہین تھا جو الحمد للہ کہنے کا موقع
ہوتا۔ بلکہ اسوقت تو تمہارے وطن کی شکست اور مصیبت کا ذکر تھا۔ تمکو یہ کہنا چاہیے تھا کہ نعوذ باللہ
یا۔ یا اللہ مین تیری مدد چاہتا ہون۔[1]

خلیفہ ولید اور کنیز مغنیہ

خلیفہ کے دربار کا ایک اور مغنی ہشام ابن سلیمان تھا۔ یہ شخص بنی امیہ کے غلامون مین سے تھا
مگر آزاد کر دیا گیا تھا اور بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ (مروان الحمار) کو اِسکی خاطر بہت عزیز تھی۔ ایک
دن ہشام نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے ایک راگ گایا راگ سنکر خلیفہ اِس قدر خوش ہوا
کہ اُس وقت ایک ہار بیش بہا موتیون کا خلیفہ کے پاس تھا وہی اُسکو مرحمت کر دیا۔ خلیفہ کے اِس
گرانبہا عطیہ کو دیکھتے ہی ہشام کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہارون الرشید نے پوچھا کہ تیرے
رونے کا کیا باعث ہے۔ اِس پر ہشام نے مفصلۂ ذیل حکایت بیان کی۔

وہ کہ امیر المومنین! ایک دن خلیفہ ولید ایک جھیل کے کنارے بیٹھا ہوا تھا۔ جب مین اُس کے
حضور مین حاضر ہوا تو مین نے دیکھا کہ اُسکے گرداگرد بہت سی مغنیہ کنیزین بیٹھی ہوئی ہین۔ ولید نے
مجھے اِس وجہ سے نہین شناخت کیا کہ مین نے لثام[2] چہرہ پر ڈال رکھی تھی۔ ولید نے کنیزون سے کہا
کہ دیکھو۔ ایک عرب آ رہا ہے آؤ۔ اُسکو بلاوین اور اُس سے مذاق کی باتین کر کے دل خوش کرین چنانچہ
مین وہان گیا اور محفل مین شریک ہو گیا۔ ایک کنیز نے میرے لب اور لہجہ مین میری ہی غزل ایک
بانسری پر گانا شروع کی۔ اور اُسمین چند غلطیان کین۔ مین نے وہ غلطیان اُس کنیز کو بتلادین۔ میری
بات سُنکر وہ کنیز ہنسی اور ولید کی طرف مڑ کر کہا کہ امیر المومنین! آپنے سُنا۔ یہ صحرائی عرب کیا

---

[1] الحمد للہ اور نعوذ باللہ اور اِسی قسم کے اور دیگر فقرے عربی زبان مین اب تک مروج ہین اور عربی گفتگو مین مستعمل ہین [illegible]
زندگی کے ہر ایک واقعہ کے متعلق عربی زبان مین موجود ہین ۱۲

[2] لثام ایک قسم کا برقع ہوتا ہے جسکو عرب مُنہ پر ڈالتے ہین۔ اِس سے دو فائدے ہوتے ہین۔ ایک تو یہ کہ [illegible]
آفتاب کی تپش یا دھوپ کے اثر سے چہرہ اور دماغ محفوظ رہتا ہے۔ ۱۲

کنیز نے جو یہ ہار سے راگ مین غلطیان ظاہر ہوا ہے یہ سنکر ولید نے میری جانب کچھ حیران ہوکے دیکھا
مین نے ولید کو بھی وہ غلطیان بتلائین اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مین یہ راگ صحیح طور سے گاؤن۔
جب مین نے راگ ختم کیا وہی کنیز اُٹھی۔ اور میری گردن پر گر پڑی اور کہا کہ واللہ اے رب کعبہ! یہ تو
ہشام ہین۔ مین نے فوراً ایشام چہرہ پر سے اُٹھا دیا۔ پھر ولید نے مجکو پہچان لیا اور مین تمام دن اُسکے
حضور مین رہا۔ پھر شاہی بجرہ آیا اور ولید اُسپر سوار ہو کر اپنے لشکرگاہ مین جانے لگا لیکن جاتے ہوئے
ولید نے مجھے بہت معقول انعام دیا اور اُس کنیز مغنیہ نے خلیفہ کی اجازت لیکر یہی ہار جو آپ نے
اسوقت عنایت فرمایا ہے بطور نشانی کے مجھے دیا۔ ولید پھر کشتی مین سوار ہو گیا۔ اُس کے بعد ایک کنیز
کشتی مین چڑھی اور پھر وہی کنیز کہ جس نے مجھے پہچانا تھا کشتی مین سوار ہونے لگی۔ لیکن چڑھتے ہوئے
اُسکا پیر پھسل گیا اور وہ گرتے ہی جھیل مین ڈوب گئی۔ اور پھر ہر چند اُسکی جستجو کی گئی وہ نہین اُبھری
ولید اِس کے مرگ مفاجات پر بہت رویا اور مجھسے کہا کہ ہشام تو یہ ہار مجھے مول دیدے۔ تاکہ میرے
پاس اُسکی نشانی رہے۔ ولید نے اُس ہار کے عوض مجھے ایک بڑی رقم زر نقد کی عطا کی۔ امیرالمومنین!
اِس ہار کے دیکھتے ہی وہی واقعہ میری نظرون مین اسوقت پھر گیا اور یہی وجہ ہے کہ میرے آنسو نکل آئے۔

ہارون الرشید نے یہ قصہ سُنکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کیسی گوناگون ہے کہ مجھے خاندان
اُمیہ کا تخت و تاج بھی عطا فرمایا اور اُسی طرح اُنکی ذاتی جائداد بھی مجھے مرحمت فرمائی۔

عبید ابن الابرص شاعر

یہ مفصلہ بالا واقعہ صداقت سے پُر معلوم ہوتا ہے ورنہ کسی شخص کے ذاتی فعل یا کامون کی
نسبت جو حکایتین ہوتی ہین کہ جنکو بیان کر کے درباری اپنے آقاؤن کو خوش کیا کرتے تھے وہ بناوٹ
اُن کے ہی خیالات کا نتیجہ ہوا کرتی تھین۔ اِس قسم کی فی البدیہہ حکایتین الف لیلیٰ کے افسانون مین
بہت موجود ہین اور اسی طرح ایسی ہی بہت سی حکایتین دوسری ایسی کتابون مین بھی موجود ہین۔
جو تواریخ کی صحیح صحیح کتابین ہین اور ایسی حکایتین صحیح صحیح واقعات کے ساتھ خلط ملط ہو گئی ہین چنانچہ
ایک شاعر عبید ابن الابرص نامی نے خلیفہ ہارون الرشید سے یہ عرض کیا کہ ایک بار حج کے لیے
مکہ شریف کو جاتے ہوئے ہمارے کاروان کے راستہ مین ایک بڑا اژدہا حائل ہو گیا جسکی پھنکار

اور دہشت سے خوفزدہ ہوکر قافلہ نے مجبوراً وہ راستہ چھوڑدیا اور دوسرا راستہ اختیار کیا مگر اُس راستہ مین بھی اُس قافلہ کو ایک ایسا ہی اژدہا ملا اور چونکہ کسی شخص مین بھی اُسپر حملہ کرنے کی جراءت نہین ہوئی اور اب واپس جانا بھی ناممکن تھا۔ اس لیے عبید نے تلوار نیام سے کھینچکر اور ایک پانی کی مشک (گرب) کو بطور ڈھال کے کرکے اُس اژدہے پر حملہ کرنے بڑھا۔ اژدہے نے اپنا منہ کھولا تا کہ اِس بہادر عرب (عبید) کو نگل جائے۔ لیکن عبید نے اُسکے مُنہ مین پانی کی وہی مشک ڈالدی عبید یہ دیکھکر بہت متعجب ہوا کہ اُس اژدہے نے وہ تمام پانی خوب اطمینان سے پیا اور پھر چپ چاپ وہان سے چلا گیا۔ مکہ شریف سے واپسی کیوقت عبید کو راستہ مین رات ہوگئی اور راستہ گم ہوگیا۔ یکایک ایک آواز آئی کہ اَے عبید۔ تیری برابر جو اونٹ کھڑا ہے اُسپر سوار ہوجا۔ عبید سوار ہوگیا اور تھوڑی دیر مین اپنے قافلہ کے قریب پہنچگیا جہان سے قافلہ اُسکو نظر آتا تھا۔ اونٹ وہان بیٹھ گیا۔ عبید اُتر پڑا پھر یہ آواز آئی کہ اَے عبید مَین وہی اژدہا ہون کہ جسکو تو نے اُس دن پانی پلایا تھا۔ مین تیرا بہت ممنون و مشکور ہون۔

[1] اُن لوگون کو جو عربون کی مانند توہمات مذہبی رکھتے ہین یعنی جن یا جنات وغیرہ پر یقین رکھتے ہین اور اس یقین کو اپنے ایمان و مذہب کی ایک شرط سمجھتے ہین۔ اونکی کتابین علم حیوانات مین بہت سی مینا و قزوینی وسطی مین اژدہے وغیرہ کی نسبت جو حکایتین یا کہانیان مشہور تھین۔ اُسی قسم کے حالات اِن کتابون مین بڑی شرح و بسط سے مرقوم ہین۔ یہ حکایت بھی صحیح معلوم ہوگی۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ اِس کے راوی عبید شاعر کو خلیفہ نے زرِ نقد کی ایک بڑی تعداد بطور انعام عطا فرمائی۔

---

[1] مسٹر پامر کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ بعض غلط واقعات صحیح تاریخانہ واقعات مین شامل ہوجاتے ہین اور مرورِ زمانہ درازی کی وجہ سے وہ صحیح سمجھے جانے لگتے ہین۔ جیسے کہ جعفر و عباسہ کی شادی کا افسانہ بالکل بے بنیاد ہے اور فسانہ تخیلہ سے زیادہ اُسکی وقعت نہین لیکن وہ لوگ جو عربون کی تاریخ سے ناواقف ہین اسکو سچ سمجھنے لگے تھے لیکن علامہ ابن خلدون وغیرہما نے خوب تحقیق سے اِس واقعہ کی بے بنیادی پایۂ ثبوت کو پہنچا دی ہے۔ افسانون کا حال لکھتے لکھتے مسٹر پامر نے مسلمانون کے مذہب پر یہ الزام لگایا ہے کہ اُنمین توہمات مذہبی بہت ہین۔ شاید پامر صاحب کو اس بات کا خیال نہین رہا کہ دنیا مین توہمات مذہبی سے کوئی مذہب بھی خالی نہین ہے۔ ہان بیشک وہی لوگ تو ہم مذہبی سے خالی ہین جنکا فلسفہ یا عقل یا سائنس پر مذہب وغیرہ کا دار و مدار ہے اور اپنے سے پہلے زمانہ کے مجتہدون اور بزرگون کی عقل و تمیز کو اپنی عقل کے آگے ہیچ سمجھتے ہین۔ ایسے لوگ درحقیقت اُس زمانہ کے جسکو وہ اپنا مذہب بیان کرتے ہین (بقیہ بصفحہ آیندہ)

پانچ عورتون کو طلاق دینا۔

بعض نکالتین مذہبی قانون (شریعت) کے مطابق ہوتی تھین۔ اور ان باتون سے خلیفہ ہارون الرشید کو جو علماء دیندار نیک اور عالم و فاضل تھا یقیناً بہت خوشی ہوتی تھی اور اُن کے راوی اپنی عقلمندی اور ہشیاری کا اظہار خلیفہ سے کیا کرتے تھے۔ اصمعی نے ایکدن خلیفہ ہارون الرشید سے عرض کیا کہ امیر المومنین مین ایک ایسے آدمی کو جانتا ہون کہ جس نے ایک دن مین پانچ بیویون کو طلاق دی خلیفہ نے کہا کہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ جبکہ شریعت مین صرف چار بیویون سے نکاح کی اجازت ہی۔ اصمعی نے عرض کیا کہ امیر المومنین! ایک شخص کے چار بیویان تھین۔ ایکدن جب وہ باہر سے اپنے مکان مین آیا تو اُن چارون کو لڑتے ہوئے پایا۔ اُسنے کہا کہ میرے گھر مین یہ جھگڑا اور فساد کبتک رہے گا؟ اور اپنی ایک بیوی کی طرف مڑکر کہا کہ یہ سب تمہاری ہی شرارت ہی۔ مین نے تمکو طلاق دی دوسری بیوی نے کہا کہ تمکو اسقدر جلدی طلاق دینی نہین چاہیے تھی۔ تمکو مناسب تھا کہ اول اُسکو نصیحت کرتے۔ اُس شخص نے کہا کہ تم نے کیون دخل دیا؟ مین نے تمکو بھی طلاق دی۔ تیسری بیوی نے یہ کہکر کہ تم نے دو نیک عورتون کو طلاق دیدی اپنے خاوند کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اُس شخص نے کہا کہ مین اب تیسری کو بھی چھوڑتا ہون اور مین نے تمکو بھی طلاق دی۔ چوتھی بیوی نے کہا کہ کیا تم اپنی بیویون کا سوائے طلاق کی اور طرح سے بندوبست نہین کرسکتے تھے۔؟ اُسنے کہا کہ ہان مین نہین کرسکتا تھا۔ اور اب مین نے تمکو بھی طلاق دی۔ اسوقت ایک ہمسایہ کی بیوی بھی اُسکے گھر مین آگئی اور یہ دیکھکر کہ اُس نے اپنی چارون بیویون کو بغیر قصور کے طلاق دیدی ہے اُس شخص کو بکنا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس شخص نے جلدی سے اس عورت کی جانب مڑکر کہا کہ اگر تمہارا خاوند مجھے اجازت دیدے تو تمکو بھی مین طلاق دیدون تم بڑی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پابند نہین ہوتے۔ بلکہ دراصل اُس مذہب کی پابندی سے آزاد ہوجاتے ہین اُن کی عقل و فلسفہ یا سائینس اُن کا مذہب ہوتا ہے اگر مسٹر یا مرزا اور غور کرتے تو اُن کو معلوم ہوجاتا کہ درحقیقت مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جس مین توہمات بہت کم ہین اور یون تو ہر مذہب والا دوسرے مذہب مین توہمات خیال کیا ہی کرتا ہے مثلاً اہل اسلام عیسائیون کے اس مذہبی یقین کو توہم مذہبی خیال کرتے ہین کہ پادری کے دعا پڑھکر دم کردینے سے روٹی اور شراب مجازاً نہین بلکہ حقیقتاً حضرت مسیح کا گوشت اور خون ہوجاتی ہے جس کے کھانیسے گنہگارون کے سب گناہ بخشدئے جاتے ہین اور اس کے قدیم زمانہ کے سب ہی عیسائی معتقد تھے اور روم کیتھلک اور چرچ یونان کے گرجاؤن مین تو اب تک حضرت مسیح اور حضرت مریم اور فسطرس اور پولوس حواریون اور دیگر ولیون اور شہیدونکی تصویرین اور مورتین پجتی ہین اور روٹی اور شراب کی قلب ماہیت کے مسئلے کے لوگ بڑی شدت سے معتقد ہین ۱۲ مصلح مترجم

... ہو ... شخص ... اُس حسینہ کا خاوند تھا اُس شخص سے کہ ...
سے کہا کہ ہان تم سچ کہتے ہو یہ میری عورت بڑی زبان دراز ہی مین تمہین اجازت دیتا ہون - تم اُسکو
طلاق دیدو - اصمعی سے عرض کیا کہ امیرالمومنین! اس طرح اُس شخص نے ایک دن مین پانچ عورتون
کو طلاق دی -

قاضی ابو یوسف کو جنکا حال اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے اور جو شریعت سی ایسے فتوے کا اعلان
کر دیتے تھے جس سے لوگون کو طمانیت اور تسلی ہو جاتی تھی ایک دن ہارون الرشید نے بُلایا اور کہا کہ
یہ دو قسم کے کھانے مین - ایک کو مین اچھا کہتا ہون دوسرے کو زبیدہ خاتون اچھا بتلاتی ہین - آپ اس
مشکل سوال کو حل کیجیے کہ ان مین کونسا کھانا زیادہ ذائقہ دار ہی - قاضی صاحب اول ایک کھانا چکھتے پھر
دوسرا - اور جب دونون قسم کے کھانے چکھتے چکھتے ختم ہونیکے قریب ہو گئے تو آخرکار یہ کہا کہ مین نے ایسے
دو دعویدارون کو آجتک نہین دیکھا کہ جن کے دعوے اسقدر برابر وزنی ہون - اجب مین ایک فریق کے
دلائل کو سنتا ہون تو فورًا دوسرا فریق اپنے دلائل پیش کر کے میرے پہلے خیال کو اُلٹ دیتا ہی -

اُس زمانے کی عربون کی حاضر جوابی کی صرف ایک اور مثال ذیل مین لکھی جاتی ہی خلیفہ ہارون الرشید
نے بیشمار حج کعبہ شریف کے ادا کیے - ایک دفعہ حج کو جاتے ہوئے صحرا مین راستہ مین اُسکو ایک
معمر عورت ملی - ہارون الرشید نے اُس سے دریافت کیا کہ تو کس قبیلہ مین سے ہی؟ اُس نے جواب دیا
کہ مین قبیلہ طے مین سے ہون - خلیفہ نے کہا کہ اچھا یہ تو تو بتلا کہ یہ کیا بات ہی کہ تیری قوم مین سے حاتم
کی مانند اور کوئی پیدا نہین ہوا؟ اس مہذب معمر عورت نے یہ جواب دیا کہ امیرالمومنین! یہ کیا بات ہو
کہ تمام خلفا بنی اُمیہ اور بنی عباس مین سے آپ جیسا اور کوئی خلیفہ پیدا نہین ہوا؟ خلیفہ نے یہ جواب
سُنکر اُس زن بزرگ کو ایک بہت بڑی تعداد زر نقد کی انعام مین عطا فرمائی -

اس تاریخ مین اب تک جسقدر واقعات ہم نے بیان کیے ہین - وہ سب عربی کتابون سے منتخب
کیے گئی ہین - علاوہ ازین یورپ مین مصنفین اور مورخین کا بیان ہی کہ شہنشاہ شارلمین سے اپنا ایک

قاضی کا فیصلہ

عربون کی حاضر جوابی

خلیفہ ہارون الرشید سے ...

ط حاتم طائی ایک عرب تھا جو آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کئی سال پیشتر یمن مین رہا کرتا تھا - نہایت دریا دل اور سخی تھا یہانتک کہ اپنی سخاوت کیوجہ سے آجتک مشہور ہے اور اسکی سخاوت ضرب المثل ہو گئی ہے - مصباح مترجم

سفیر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور میں مع بہت سے تحفہ و تحائف اور ہدیے کے بھیجا - اور ایک خط بہت محبت آمیز ارسال کیا - اسکے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے بھی بہت سے تحائف اور ایک محبت نامہ شارلیمین کو ارسال کیا - اور ان دونون شہنشاہون مین رسم و رسائل محبت آمیز جاری ہوگئی - لیکن چونکہ عربی کی کسی تاریخ مین اس واقعہ کا اشاعۃ تک بھی نہین ہی اور نہ کوئی بیان بطور شہادت کے موجود نہین ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ کہین یہ روایت بھی منجملہ اُن ہر دلعزیز غلط روایتون کے نہ ہو جو عوام الناس مین پھیلی ہوئی ہوتی ہین -

خلیفہ ہارون الرشید کے عادات و اطوار

کسی قوم کی تاریخ لکھتے ہوئے اُس قوم کے مشہور شخص سے بیشمار ہر دلعزیز حکایتین منسوب ہوجاتی ہین - ہارون الرشید بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہین ہی - اور عربی علم ادب مین ایسی حکایتین اور روایتین جسمین اس مشہور خلیفہ کا ذرا سا بھی ذکر ہوتا ہے بکثرت موجود ہین - گو ایسی بہت سی حکایتین کسی دوسرے شخص یا دوسرے زمانے سے ایسی ہی اچھی طرح سے منسوب کیجاسکتی تھین -

اس قسم کے متضاد ذخیرہ سے انتخاب کرکے مین نے اس کتاب مین صرف وہی حکایتین تحریر کی ہین جن کے راوی بہت معتبر ہین یعنی وہی سچی سچی اور راست راست حکایتین تحریر کیگئی ہین جنکا تعلق ہماری اس تاریخ سے ہی - یہ حکایتین درحقیقت بہت عمدہ ہین اور صرف یہی ایک ذریعہ ہین کہ جن سے ہارون الرشید کی ذاتی کارروائیون کا احوال معلوم ہوتا ہی کیونکہ اُس زمانے مین عربون کو سوانحعمری کی تحریر سے واقفیت نہین تھی اور اُس کے تھوڑے عرصے بعد جب علم کی یہ شاخ انمین بھی پھیل گئی اور رواج پاگئی تو طرز بیان مین قصہ کہانیون کی مانند وضع زیادہ ہوتی تھی - اگرچہ مین نے اُس زمانہ کی بہت سی ظریف اور لطیف حکایتین جو خلیفہ ہارون الرشید اور اُس کے خوش خلق - خوش مزاج - ہمراہیون اور دوستون سے منسوب کیجاتی ہین اس کتاب مین تحریر نہین کی ہین - لیکن پھر بھی چند حکایتین ایسی درج ہوگئی ہین جو کہ ایک ایسی تاریخی کتاب مین جیسی کہ یہ ہے بالکل بیموقع ہین - لیکن ناظرین کے دل بہ

۵۱؎ چارلس دی گریٹ یعنی چارلس اعظم جسکو فرانسیسی زبان مین شارلیمین کہتے ہین ۷۶۸ء مین تخت فرانس پر بیٹھا - یہ بہت عالی اور بہادر بادشاہ تھا ۸۰۰ء مین مغربی سلطنت روما کا شہنشاہ منتخب ہوا - مشرقی سلطنت تو ہارون الرشید کی باجگذار تھی اس سے خلیفہ کے دوستانہ تعلقات تھے ۴۶ برس حکومت کرکے ۸۱۴ء مین مرگیا - ۱۲ از مصباح مترجم

مین یہ بات نقش کرنا چاہتا ہون کہ ان ہی بے حقیقت حکایتون اور قصون مین ہی بہت سچی باتین جمع ہوا کرتی ہین اور درحقیقت ان ہی وہ احوال پورا پورا ظاہر ہوتا ہی کہ خلفائے عباسیہ کے زمانے مین عربون کی طرز معاشرت اور اُنکا آپسمین میل جول اور ملاقات وغیرہ کا یہ طریقہ تھا۔ اور انہی حکایتون سے ہماری اس تواریخ کا وہ مضمون ظاہر ہوتا ہی جس طرح کہ ہارون الرشید زندگی بسر کیا کرتا تھا یا اپنے خیال دوڑاتا تھا یا گفتگو کرتا تھا۔ اور انہی حکایتون سے اس سے بھی زیادہ وضح طور سے بہ نسبت اُسکی شہنشاہی کارروائیون کے اُسکا ذاتی چال چلن۔ عادات و اطوار معلوم ہوتے ہین مین اب خلیفہ ہارون الرشید سے رخصت ہوتا ہون یعنی اُسکا بیان ختم کرتا ہون۔ مین نے اُسکو سیاہ رنگ گھر مین سے نکالکر تواریخ کی روشنی اور دھوپ مین لانیکی کوشش کی ہے۔ اگر اب جبکہ ہم اُس سے بہت اچھی طرح سے واقف ہوگئے ہین ہم اُس کو "اعظم" کا خطاب نہ دیوین اور اس خطاب کو زمانہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہی۔ توگویا ہم نے اُسکی باشان و شوکت فرمانروائی اور حکومت اور اُس کے عہد جوانی کے مختلف واقعات اور اُس کے پر مصیبت انجام کو گویا کچھ بھی نہین پڑہا اور کچھ یاد نہین رکھا۔ کیونکہ ہم اُسکے یہ حالات پڑہکر اُسکو اعظم کا خطاب دیئے بغیر نہین رہ سکتے۔

خلیفہ ہارون الرشید مین تمام لیاقتین جمع تھین۔ اور وہ جامع جمیع صفات تھا۔ بڑا ہشیار اور عقلمند اور بڑی تیز فہم و فراست رکھتا تھا اُس کا ارادہ اور عزم بڑا مضبوط اور مستقل ہوتا تھا خلیفہ ہارون الرشید تو خود ایک بڑا عالیشان بادشاہ تھا۔ اگر وہ کم درجہ کا شخص بھی ہوتا تب بھی اپنی تیزی عقل اور کثرت فہم و فراست سے اپنے ملک کے لیے اور دنیا بھر کے لیے بہت مفید باتین کرتا۔ اور درحقیقت اپنے زور بازو سے بہت بڑا رتبہ اور درجہ حاصل کر لیتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کی گفتگو مین نہایت فصاحت اور بلاغت اور تحکم ہوتا تھا۔ جیسا کہ اُسکی تقریرون کے پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ اب بھی موجود ہین۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ لوگ فصاحت و بلاغت کو سیکھا کرتے تھے اور فاضل کامل بننے کے لیے فصاحت اور بلاغت ہی تمام علوم سے زائد عمدہ اور اعلیٰ ہنر خیال کیا جاتا تھا۔ خود اُس زمانے مین بھی خلیفہ ہارون الرشید کی فصاحت و بلاغت بہت مشہور و معروف تھی

یہ بات کہ یہ تقریرین خاص ہارون الرشید ہی کی اصلی تقریرین ہین اس امر سے ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ ان تقریرون کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہو لیکن اُن سب کا طرز بیان اور مضمون یکسان ہے۔ ہارون الرشید کی ان تقریرون مین ایک خاص صفت یہ ہو کہ اب بھی اگر کوئی شخص اسکی اصلی تقریرین ایک دفعہ بھی پڑھ لیتا ہے تو وہ اُسکی یاد سے کبھی فراموش نہین ہوتین جس زمانہ مین کہ خلیفہ نے وہ تقریرین زبان سے فرمائی ہونگی۔ اور ایسی تقریرین اکثر کسی حادثہ یا وقوع واقعہ کے وقت ہارون الرشید زبان سے فرمایا کرتا تھا تو اُن تقریرون کا اثر سامعین کے دلون پر اس قدر ہوتا تھا کہ کبھی زائل نہین ہوتا تھا اور لوگ اُسکی تقریر کو سنتے ہی خلوص دل سے اُسپر عمل کرنا شروع کر دیتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج مین بڑا خلق اور محبت اور تواضع تھی لیکن اُس رتبہ نے کہ جو مقدر نے اُس کے لیے مقرر کر دیا تھا اُسکے ایسے تمام اصلی خیالات مصلحتاً یا ضرورتاً ضائع کرا دیئے تھے۔ یہ بات ہرگز فراموش نہین کرنا چاہیے کہ اُسوقت کی تمام مہذب دنیا اُسکے زیرنگین اور اُسکی سلطنت مین داخل تھی اور نیز یہ کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار اور اُن کا سلسلہ جانشین تھا۔ اور مذہب کا پیشوا تھا۔ المختصر یہ کہ تمام دنیا مین اُس سے زیادہ کوئی شخص صاحب عظمت و اقتدار و صاحب شان و شوکت اور قابل تعظیم اور مفید خلائق نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا۔

اُس کے خوشامدی درباریون نے اُس کے دل و ذہن نشین یہ بات نہین کر دی تھی۔ بلکہ اُس وقت کی کل اسلامی دنیا کو اور زمانۂ حال کے چند مسلمانون کو اب بھی اس بات کا یقین کامل ہے کہ کافر خدا کی مخلوق نہین کہا جا سکتا۔[1]

---

[1] مسٹر پامر خلیفہ ہارون الرشید کی تاریخ لکھتے لکھتے تمام مسلمانون پر یہ ایسا صریح اور محیط اور عام اتہام لگا بیٹھے کہ اسکی زد مذہب اسلام پر پڑتی ہے۔ اول تو یہ اتہام قول بلا دلیل ہے اور دوسرے مذہبی اور پولٹیکل دونون طور سے ایک بے بنیاد بہتان ہے۔ مذہبی طور سے اگر دیکھا جاوے تو کل مسلمان تمام اشیاء کا خالق صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہین اور یہی اُنکا ایمان ہے انسان تو کافر ہو یا مسلمان اشرف المخلوقات ہی ہے ہر مسلمان علاوہ ذیحیات کے جمادات اور نباتات غرضکہ ہر چیز کو خدا کا پیدا کیا ہوا جانتے ہین۔ مسلمانون کی مذہبی مقدس کتاب قرآن شریف مین جا بجا یہی مرقوم ہے چنانچہ قرآن شریف کے ۷ پارے مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وخلق کل شئ وھو بکل شئ علیم" اور دوسری جگہ فرماتا ہے "خالق کل شئ فاعبدوہ" اسی طرح کئی جگہ مرقوم ہے "ھو الذی خلق السموٰت والارض وما بینھما" ان سب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے اور آسمان پر ہے یا اُن کے درمیان ہے اُن سب کا خالق اور کل شئ کا (بقیہ بصفحہ آیندہ)

پیام کمایسے شخص پر خراب اثر نہ پڑے۔ یا ایسی خود مختار مطلق العنانی مین بالواسطہ بے انصافی کے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ پھر بھلا ایسا کون مسلمان ہوگا جو قرآن شریف کو نہ مانتا ہو اور تمام موجودات کو خدا کی پیدا کی ہوئی نہ سمجھتا ہو۔ جو مسلمان ہوکر ایسا یقین نہ رکھے وہ تو خود کافر ہے۔ چونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص دین یا مذہب مین ہوتا ہے وہ اُسکے سب احکام کا پابند ہوتا ہے اور خصوصاً دین اسلام مین تو یہ باتین لازمی اور فرض ہین اور ان کے نہ ماننے سے آدمی مسلمان نہین رہتا۔ اور ہارون الرشید اسی جگہ اور دیگر جا اس کتاب مین مترجم اُسنے عالم باعمل اور فاضل اجل لکھا ہے تو کیونکر یہ بات قرین قیاس ہے کہ ہارون الرشید کافرون کو خدا کی مخلوق نہین سمجھتا ہوگا۔ یہ بات ہرگز قرین قیاس نہین ہے۔ علاوہ ازین ہارون الرشید نے ماسوا سب مسلمانون پر اور زمانہ حال کے چند مسلمانون پر پامر صاحب نے یہی الزام لگایا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال کسی مسلمان کا ہرگز نہین ہوسکتا۔ ہر مسلمان خدا کو وحدہ لاشریک اور لم یلد ولم یولد و خالق کل شی جانتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اگر مسلمانون کا یہ خیال ہوتا تو لا محالہ پامر صاحب کے بیان کے موافق وہ کافرون کا خالق غیر اللہ کو بتاتے اور یہ عین شرک ہے جس سے تمام فاضل عیسائی واقف ہین کہ مسلمان شرک کے پاس بھی نہین پھٹکتے۔ اس بات سے کل یورپین مصنفین واقف ہین۔ مسٹر کریسی صاحب جو ایک مشہور مورخ اور فاضل مصنف ہین اپنی کتاب تاریخ روم کے صفحہ ۱۰۱ مین تحریر کرتے ہین کہ "قرآن شریف مشرکون پر جنگ کرنیکا حکم دیتا ہے" جب مسٹر کریسی مسلمانون کی اس مسئلہ سے واقف ہین تو کیا مسٹر پامر اس سے واقف نہونگے جو ایک بڑے کامل فاضل عربی دان تھے ضرور ہونگے مگر یہ اُنکا تعصب ہے کہ جانتے بوجھتے ایک بات سے ناواقف بنگئے اور اُسکو چھپالیا اور صریح بے بنیاد اتہام مسلمانون پر لگادیا مذہبی خیال سے تو یہ اتہام بالکل بے وقعت ہے۔ پولیٹیکل وجوہات سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسٹر پامر نے یہ بات یہ خبر کرنے کے لیے لکھی ہے کہ کافرون کو خدا کی مخلوق نہ سمجھکر مسلمان لوگ اُن سے زیادتی کرتے تھے یا اُن کی جان ومال کی حفاظت نہ تھی؟ مگر جہانتک تلاش اور تحقیق خود عیسائیون نے بھی کیا تو یہی معلوم ہوا کہ عیسائی رعایا کو بھی مسلمان رعایا کی برابر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانون کی جان ومال کی طرح عیسائی رعایا کی بھی پوری پوری حفاظت اور اُن کی جان ومال کی حفاظت کی جاتی تھی۔

یہی کریسی صاحب مسلمانون کی شریعت کا حال لکھتے ہین کہ انکی شریعت مین یہ حکم ہے کہ صرف ایک عیسائی رعایا کو جو بادشاہ اسلام کی رعایا ہو ایک ہزار اور ایک مسلمان بھی ناحق مار ڈالین تو ان سب مسلمانون کو قتل کردینا چاہیے۔ مسلمان حکمرانون کو کافر رعایا کی کس قدر پاسداری اور حفاظت کا حکم ہے چنانچہ ہمیشہ ممالک اسلامی مین ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اسی کتاب مین ہارون الرشید کا عیسائی خانقاہ مین جانا اور انکو ۵۰۰ پونڈ دینا اور سات برس تک عیسائیون کی خانقاہ کے متعلق باغات اور تمام زمینون کا محصول اور لگان معاف کردیا گیا یہ رعایا کی غیر قوم کی پاسداری اور دلجوئی اور انکو فارغ البال اور خوش کرنے کی کم دلیل ہے؟ اور خلفائے راشدین مین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو معاہدہ عیسائی رعایا کے مال وجان کی حفاظت کے لیے کیا تھا اُس کو تمام سلطنت مین نفاذ پذیر ہونا۔ کیا اس بات کو ظاہر نہین کرتا کہ ہارون الرشید کس قدر منصف اور رعایا پرور تھا۔ عام اِس سے کہ وہ رعایا غیر قوم ہو یا مسلمان ہو۔ علاوہ ازین جبرئیل بن بختیشوع اور بختیشوع عیسائی طبیبون پر کیسا اُسکو بھروسہ تھا اور اُن کا رتبہ وزرا سے کم نہین تھا۔ اسی طرح سے یہودی اور مجوسی اور ہندوستانی پنڈت سب ہارون الرشید کے پاس بڑے بڑے منصبون پر موجود تھے اور اُن سے بالکل تعصب نہ تھا۔ پھر معلوم نہین مسٹر پامر نے کس خیال سے یہ بات لکھی ہے "کہ کافر خدا کی مخلوق نہین کہا جاسکتا۔ مسلمانون کا یقین ہے" یہ بالکل تعصب ہے۔ اور قول بے دلیل ہے۔ واقف کارون کی نظرون مین اس قول کی کچھ وقعت ہرگز ہرگز نہین ہوسکتی"

مصباح مترجم

افعال سرزد نہ ہوجاوین یا اسقدر غیر محدود اختیارات اور طاقت و قوت حاصل ہونیکے باعث اور فرمانروائی کے تمام خیالات کی عدم موجودگی کے سبب عیش و آرام مین نہ پڑسکے انسانی خلقت مین یہ بات ناممکن ہے اُسپر خراب اثر پڑا۔ ہارون الرشید مطلق العنان سخت گیر اور عیاش تھا لیکن اسکے ساتھ ہی ہارون الرشید ایک بہت ہی مضبوط مستقل اور اُولوالعزم شہنشاہ تھا۔ اپنے مذہبی فرائض نہایت تندہی و عاجزی کے ساتھ ادا کیا کرتا تھا اور جو عظیم الشان سلطنت کہ اُسکو ورثہ پہنچی تھی اُسکے وسعت دینے میں حتی المقدور کوشش کرتا۔ یا جسقدر کہ تھی اُسکے محفوظ رکھنے مین حتی الامکان کوشش مین رہتا تھا۔ اگر ان امور کے نفاذ مین کسی رعایا کی جان جاتی یا کسی علاقہ کا ملک ویران و برباد ہوجاتا تو اس امر کا خیال اس سے زیادہ نہین کرتا تھا کہ جسطرح کسی مکان کا مالک اپنے نوکرونکو اپنے مکان مین سے مکڑی کے جالے وغیرہ صاف کرنے اور پھینکدینے کے لئے حکم دیدیتا ہے اور جسوقت ہارون الرشید شہنشاہانہ احتیاطون یا نظم و نسق سلطنت کے خیال مین نہین ہوتا تھا۔ اُسوقت وہ بہت ہی خوش اخلاق اور غمخوار دوست اور رفیق دل بہلانیوالا ہوتا تھا۔ اور تمام لوگ اُس سے محبت اور اخلاص کرتے تھے۔ اگرچہ ایسے لوگ جو اُس سے دل لگی کی جرات کرجاتے تھے۔ اکثر اوقات جلاد کی تلوار اُنکے سرونپر کھنچی ہوئی ہوتی تھی لیکن وہ اُس سے ہنسی کر گزرتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بعد خلافت کی تواریخ خانہ جنگیون۔ حملون۔ اور زوال سلطنت کا ایک بڑا غمناک بیان ہے۔ ہارون الرشید کے بیٹے مامون کی خلافت مین یہ بات سچ ہے کہ سلطنت کی شان و شوکت کی چمک دمک کم نہین ہوئی تھی۔ اگرچہ سلطنت کی حدود تو بیشتر ہی سے کم ہوگئی تھے اور قوت اور طاقت بھی محدود ہوگئی تھی۔ لیکن اس معزز شہنشاہ نے علم و صنعت اور حرفت وغیرہ کو بڑی رونق دی۔ اور قدیم زمانہ کی سنسکرت اور ژند اور ایرانی اور یونانی علوم کی بڑی بڑی کتابین اور دیگر تصنیفات کو اپنی زبان عربی مین ترجمہ کراکے علم کو بہت رواج دیا۔ اور اسوجہ سے تمام مہذب دنیا کو بمشکوری تمام مامون کی خلافت کا زمانہ یاد رہیگا

سلہ چیمبرس انسائیکلو پیڈیا مین تحریر ہے کہ ۷۴۹ء مین خلفاء عباسیہ کے عہد مین علم ادب اور فنون حکمت کا ظہور ہوا۔ ہارون الرشید کے ایام حکمرانی مین بڑی فیاضی سے ان کی تربیت ہوئی۔ بہت سے ملکون سے اہل علم طلب کئے گئے اور بادشاہی سخاوت سے اُن کو بہت کچھ انعام وغیرہ دیے گئے۔ اہل یونان و شام اور ایران و ہند کی عمدہ عمدہ کتابین عربی میں ترجمہ ہو کر مشتہر اور شایع ہوئین۔ خلیفہ مامون نے جس نے ۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک سلطنت کی۔ سلطان روم (یونانی) کو ساڑھے بارہ من سونا بھیجا۔ اور ہمیشہ کی صلح اس شرط پر منظور کی کہ لیو فیلسوف کو اجازت دیجاوے کہ کچھ عرصہ کے لئے وہ یہان آکر مامون کو فلسفہ و حکمت سکھا جاوے۔ (بقیہ بصفحہ آیندہ)

مامون کے بعد جو خلیفہ ہوئے انکی سلطنت مین وہ رنگ ڈھنگ ہی نہین رہا عیش و عشرت مین پڑ گئے کاہلی وجودی اور سستی اُن مین آگئی رعایا پر ظلم ہونے لگے۔ پھر ان امور کے مہلک نتیجے ہوئے آخرکار خلفاء عباسیہ کے آخری خلیفہ المتوکل کو سلطنت عثمانیہ کا ایک شہنشاہ سلیم نامی مصر سے قید کر کے اپنے ہمراہ قسطنطنیہ لیگیا۔ المتوکل مین مذہبی پیشوا ہونیکا ابھی کچھ اثر باقی تھا اسلیے اُسنے مجبوراً اپنا خالی خطاب سلطان سلیم کے سپرد کر دیا۔ حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو مذہب تلقین کیا اور جسکو اُنکے خلفاء راشدین اور جانشینون نے اسقدر وسیع پیمانہ پر تمام دنیا مین پھیلا دیا اور فروغ دیدیا تھا وہ تو اُسوقت سے خوب مضبوطی اور مستقل طور سے جڑ پکڑ گیا تھا۔ لیکن اسلام کی دنیاوی متفقہ طاقت یا سلطنت دنیاوی شہنشاہی شہر بغداد[۵] کے زوال کے بعد سے گویا جاتی رہی اور بغداد کی رونق اور شان و شوکت خلیفہ ہارون الرشید کے نام اور شہرت کی ایک جزو لاینفک ہے۔ فقط

خلافت کا سلطنت اسلامیہ مین منتقل ہونا

زشرح قصہ بین رفتہ خواب از چشم خاصان را	شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

(بقیہ صفحہ گذشتہ) فلسفہ حاصل کرنے کے لیے، جیسے زرخطیر صرف کرنے کی بہت کم مثال ملے گی۔ اسی مامون الرشید کے زمانہ مین بغداد بصرہ بخارا وغیرہ مین بڑے بڑے مدرسون کی بنا پڑی اور اسکندریہ بغداد اور قاہرہ مین عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپین مین مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا اور عموماً دسوین صدی مین جہان دیکھو مسلمان ہی تمام علوم کے عالم اور محافظ اور سکھلانیوالے نظر آتے تھے فرانس اور یورپ کے طالب علم جوق درجوق اندلس کو آنے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربون سے سیکھنے لگے اندلس کے ایک عربی کتب خانے مین چھ لاکھ کتابین موجود تھین۔ اس ترقی علم کا جبکہ اُس زمانہ سے مقابلہ کیا جاوے جبکہ یہ زمانہ تھا صدہا گرجا ... ہوا ہے کہ جیسا کہ عرب لوگون کے دماغ مین ... رہتے تھے۔ ... ترقی علم مین یہ لوگ تیز رفتار تھے۔ اسپین ... فلاسفی مین لکھا ہے کہ مسلمانون کی وجہ سے یورپ مین علم و فلسفہ پہنچا ... سلطنتون کا ... تھا ... سال ... کا یورپ پر یہ ہے کہ عربون سے علم ہند ... اور قرطبہ اور سیسلیا مین بہت کوشش کی ... کی بدولت اسپین اور اندلس سے ... ہوکر یورپ مین علم پھیلا ۱۲ مصنف مترجم

[۵] بغداد کی ... کسرے نوشیروان کا ایک باغ تھا جہان بیٹھکر وہ مقدمات فیصل کرتا تھا اور سیوہ ... باغ دیتی تھا ... مشہور ہو گیا ... عوام الناس کی زبان پر بغداد کا نام ... گیا اور پھر یہی مشہور ہو گیا۔ ابوجعفر منصور عباسی نے جو ہارون الرشید کا دادا تھا اسکو ... دیکھا۔ آب و ہوا یہان کی بہت معتدل تھی اور ... مصلحتون کے لحاظ سے بھی یہ نہایت مناسب مقام تھا ... کرکے منصور نے اُسکی عمارتین اصول ہندسہ کے ... تھین ... ایک شہر ہے جسکی آبادی بالکل دائرہ کی صورت مین ... منصور نے خاص ... شاہی مرکز کیطرح عین وسط مین تعمیر کیا تھا ... کے ... یادشاہ کیساتھ ... خاص و عام کو یکسان نسبت ہے منصور نے اسکا نام مدینۃ السلام رکھا مگر یہ نام عام زبانون پر نہ چڑھا ... خلیفہ مہدی نے دجلہ کی مشرقی جانب محل اور آبادی اور بڑہا لی۔ ہارون الرشید کے عہد تک اس شہر کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ تھی ... ایک زمانہ مین تیس ہزار مسجدین اور دس ہزار حمام موجود تھی۔ کہتے ہین کہ شہر بغداد مین ... ساتھ طبیب ... اور ... سے ایک قصیدہ مین بغداد کی خوشگوار آب و ہوا۔ دجلہ کی ... کشتیون کی سیر اور شون کی ... کا نہایت دلربا سمان کہیا ہے چنانچہ دو تین شعر اُس کے ذیل مین درج ہین

خوشا نواحی بغداد جای فضل و ہنر	کہ کس نشان ندہد در جہان چنان کشور	سواد حبشہ چون سپہر مینا رنگ	ہوا سے او بصفت چون نسیم جان پرور
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب	بران صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر	بشبہ بلغشہ و بوستان بوقت غروب	بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر

ضمیمہ جات

خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کی سلطنت کی سالانہ آمدنی

ہارون الرشید کے زمانہ مین خراج کی سالانہ آمدنی سات ہزار پانسو قنطار تھی - ایک قنطار آٹھ ہزار چارسو دینار کا ہوتا ہے اور بموجب تحقیق گبن صاحب اور دیگر مورخین کے دینار کم از کم پانچ روپے کا ہوتا ہے اگر اس آمدنی کو روپون مین دریافت کیا جاوے تو سلطنت کے خراج کی سالانہ تعداد کتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ کی تھی۔[1] ہر صوبہ کا خراج الگ الگ مقرر تھا - علاوہ زر نقد کے خراج مین بہت سی دیگر اشیاء بھی سالانہ آتی تھین مثلاً - حلّے - شکر گلاب کی بوتلین - زیت سیاہ یمن کے تھان - کھجور - عود ہندی - ریشمی تھان - قالین - گھوڑے - غلام - ہلیلہ - نقرہ چاندی - ریشم - شہد - فرش - چادرین - مندیل - باز (جانور) سب الرمانین - تنجہ - بچھیرے - زقم (قسم کھل اپل) سورہانی وغیرہ وغیرہ ہر صوبہ کا انتظام عاملانہ اور جوڈیشل اور پولیس - غرضکہ سب قسم کا اختیار اور فوجی اختیار مع کل مصارف کے گورنر یا عامل صوبہ کو ہوا کرتا تھا اور یہ رقم گویا بطور ٹھیکہ کے عاملون سے لیجاتی تھی - اسطرح سے گویا یہ آمدنی سالانہ صرف خراج کی تھی ٹیکس کی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی - اسکے علاوہ عشر اور جزیہ اور زکوٰۃ کی الگ آمدنی تھی - اور اگر وہ سب آمدنی اور ان اشیاء کی قیمت ملالی جاوے تو قریباً چالیس کروڑ روپے سالانہ کی آمدنی تھی۔[2]

خلیفہ ہارون الرشید کی فوج کی تعداد

ہارون الرشید کی فوج مقررہ کی تعداد

صوبون کے گورنرون کو فوجی اختیار ہوا کرتے تھے اور بہ لحاظ ملک کے موافق عامل جسقدر چاہتے فوج نوکر رکھتے تھے - اگر کسی صوبہ مین کوئی بغاوت نمودار ہوتی تو اُس وقت اور فوج نوکر رکھ لی جاتی تھی اُس زمانے مین توپ یا بندوق یا بارود کوئی چیز ایجاد نہین ہوئی تھی صرف تیر اور تلوار اور نیزہ سے

---

[1] مسٹر پامر نے آمدنی نہین لکھی مگر مین نے خوب تحقیق کر کے اور مستند کتابون سے منتخب کر کے آمدنی کا حال اور تعداد لکھی اور ضمیمہ مین دیئے ہین ۔ [2] اگر اس آمدنی کا مقابلہ ہندوستان کی آمدنی سے کیا جاوے بوجہ نہایت ترقی یافتہ ملک دیا مین خیال کیا گیا ہو اور اسکے برابر کوئی ملک متمول اور زرخیز نہین مانا جاتا تو معلوم ہوگا کہ سالانہ آمدنی خلیفہ ہارون الرشید کی سلطنت کی زیادہ تھی ہندوستان کی مالی آمدنی ۴۰ کروڑ سے کچھ ہے گو ریل - اور نمک اور افیون اور دیگر ٹیکس متعددہ کی آمدنی سب ملائی جاوے تو سو کروڑ کے قریب ہندوستان کی آمدنی ہوتی ہے - لیکن خرچ بھی اسی قدر یا اس سے زیادہ ہے اور خلیفہ کی یہ کل آمدنی بلا خرچ بچت کی ہوتی - چونکہ صوبون کا انتظام ٹھیکہ پر تھا اور خلیفہ کے زمانہ مین سوائے خراج اور عشر وغیرہ کے اور کوئی آمدنی کسی قسم کی نہ تھی ۱۲ مترجم

لڑائی ہوا کرتی تھی۔ اِس لیے زمانۂ حال کی طرح ہمیشہ قواعد سکھلانے یا قواعد مین ہمیشہ مشق کرانیکی ضرورت نہین تھی۔ اگر کسی صوبہ کا عامل یا گورنر بغاوت پر آمادہ ہوجاتا تو ایسا اکثر ہوتا تھا کہ ہارون الرشید کسی دوسرے صوبہ کے عامل کو اُسکی سرکوبی کے لیے روانہ کرکے بغاوت فرو کرادیا کرتا تھا۔ ایسا موقع بہت کم ہوا کہ جس مین خلیفہ کو اپنی خاص فوج بھیجنے کی ضرورت ہوئی ہو اور جب کبھی خلیفہ ہارون الرشید جہاد پر جاتا تو جہاد کا نام سنتے ہی تمام ملک آج کل کے والینٹرون کی طرح لڑنے کے لیے آمادہ ہوجاتا تھا۔ اور ایسے ہی دیگر ضرورتون کے وقت جس قدر فوج درکار ہوتی فوراً نوکر رکھ لی جاتی تھی مامون الرشید کے زمانے تک فوج کی تعداد دو لاکھ تھی اور یہ فوج ہمیشہ کے لیے تھی۔ اِس فوج کے سپاہیون کا نام و حلیہ دفتر شاہی مین تحریر تھا اور انکو ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی۔ یہی حال خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے مین تھا۔ غرضکہ ہارون الرشید کی مقررہ فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔

نود و ہفت خلفاء اسلام

فہرست خلفاء اسلام

عربی اخبار مصباح الشرق نے بہ تقریب عید ولادت سلطان المعظم جمیع خلفاء اسلام کی فہرست مع اُنکے سنین ابتدائی و انتہاء خلافت کے درج کی ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آجتک خلیفۃ المسلمین کے لقب سے ملقب چلی آتے ہین۔ چونکہ ایسے بہادر بزرگ اہل حمیت۔ اہل ثروت اور اہل دانش ناموون کے نام ہی اُن کی صفات کا اظہار کردیتے ہین۔ اور ہماری آنکھون کے سامنے اُن کے زمانے پھر جاتے ہین۔ ایسا کون شخص ہے جس کی سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ذکر کردیا جاوے تو اُسکو اُنکا امور اسلامی مین تدارک عظیم اور جاہل بادیہ نشین لوگون کا رام کرنا یاد نہ آجائیگا یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذکر کردیا جائے تو اُنکی بڑی بڑی فتوحات اور مہتم بالشان کام۔ یا عبدالملک بن مروان کا ذکر کردیا جاوے تو اُسکا فتنے اور فساد رفع کرنا اور مسلمانون مین باہم اتفاق کرانا۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام سے زہد۔ عدل۔ تقوی۔ اور پرہیزگاری۔ یا منصور کے نام سے عزم۔ تدبیر ملک اور قوتِ سلطنت یا مامون الرشید کے نام سے مدینۃ السلام (بغداد) اور اُسکے ساکنین۔ اور علوم و فنون مین اُسکی ناموری یا سلطان سلیم خاندانِ عثمانیہ کے خلیفہ اول کے نام سے قوت سلطنت کی جمعیت اور خلافت کی عزت یا

سلطان سلیم قانونی کے نام سے جو کچھ کہ اُس نے احکام کے مدوّن کر کے اپنے زمانے مین سلطنتِ اسلامی کو قوت اور عروج دینے سے ناموری حاصل کی تھی. یاد تھین آجائے گا۔

چنانچہ ذیل مین تمام خلفاء اسلام کے نام لکھے جاتے ہین خلافت راشدہ سنہ ۱۱ ہجری مین حضرت ابوبکر صدیق رضی سے شروع ہو کر حضرت حسن السبط پر ۴۱ھ مین تیس برس تین ماہ اور اٹھارہ یوم کے بعد ختم ہوئی اور پانچ خلفاء اعظام ہوئے۔ حضرت ابوبکر رض۔ عمر رض۔ اور عثمان رض کا مرکزِ خلافت مدینہ منورہ اور حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کا کوفہ رہا۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بنو امیہ کی خلافت معاویہ بن ابی سفیان سے شروع ہو کر مروان ثانی ابن محمد بن مروان اول پر ۱۳۲ھ مین ۹۱ برس چار ماہ اور پندرہ یوم بعد ختم ہوئی۔ اس خاندان سے چودہ خلیفہ ہوئے جنکا دار الخلافہ دمشق رہا۔ پھر عباسیہ خلافت شروع ہوئی جسکے ۳۷ خلفا نے ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ ہجری تک پانسو پندرہ برس بغداد مین خلافت کی۔ چار برس تاتاریون اور مغلون کے غلبہ کیوجہ سے تخت خلافت خالی رہا ۶۶۰ ہجری مین اسی خاندان عباسیہ کے ایک رکن ابوالقاسم احمد ابن الظاہر نے مصر مین خلافت کو تازہ کیا۔ جہان اس خاندان عباسیہ کے پندرہ خلیفہ گزرے۔ پندرہوین خلیفہ محمد المتوکل علی اللہ (رابع) نے ۹۲۳ ہجری مین خلافت سلطان سلیم اول کو سپرد کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور خلافت خاندانِ عباسیہ سے عثمانیہ خاندان مین منتقل ہوگئی۔ عبد الحمید خان ثانی (شہنشاہ حال) اس خاندان عثمانیہ کے ۳۴ خلیفۃ المسلمین مین یہ ۱۲۹۳ ہجری مین مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔

اِن سے پہلے ۳۳ خلفاء عثمانیہ نے ۳۷۰ برس تک خلافت کی۔

فہرست خلفائے راشدین

خلفاء راشدہ مدینہ منورہ اور کوفہ مین

نمبر شمار	اسماء خلفا	سنہ ہجری ابتدائے خلافت	سنہ ہجری انتہائے خلافت
۱	عبد اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۱ ہجری المقدسہ	سنہ ۱۳ ہجری المقدسہ
۲	عمر فاروق رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۳ھ	سنہ ۲۳ھ
۳	عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ	سنہ ۲۳ھ	سنہ ۳۵ھ
۴	علی کرم اللہ وجہہ۔ رضی اللہ عنہ ۳۵ھ سنہ ۴۱ھ (۵) امام حسن رضہ	سنہ ۴۱ھ	سنہ ۴۱ھ

فہرست خلفاء بنی امیہ

خلفاء بنی امیہ۔ شامین

نمبر	اسماء خلفاء	[illegible]	[illegible]
۶	معاویہ ابن ابو سفیان	سنہ ۴۱ھ	سنہ ۶۰ھ
۷	یزید اول	سنہ ۶۰ھ	سنہ ۶۴ھ
۸	معاویہ ثانی	سنہ ۶۴ھ	سنہ ۶۵ھ
۹	مروان اول ابن الحکم	سنہ ۶۴ھ	سنہ ۶۵ھ
۱۰	عبد الملک ابن مروان	سنہ ۶۵ھ	سنہ ۸۶ھ
۱۱	ولید اول ابن عبد الملک	سنہ ۸۶ھ	سنہ ۹۶ھ
۱۲	سلیمان ابن عبد الملک	سنہ ۹۶ھ	سنہ ۹۹ھ
۱۳	عمر ابن عبد العزیز	سنہ ۹۹ھ	سنہ ۱۰۱ھ
۱۴	یزید ثانی ابن عبد الملک	سنہ ۱۰۱ھ	سنہ ۱۰۵ھ
۱۵	ہشام ابن عبد الملک	سنہ ۱۰۵ھ	سنہ ۱۲۵ھ
۱۶	ولید ثانی ابن یزید ثانی	سنہ ۱۲۵ھ	سنہ ۱۲۶ھ
۱۷	یزید ثالث ابن ولید اول	سنہ ۱۲۶ھ	سنہ ۱۲۶ھ
۱۸	ابراہیم ابن ولید اول	سنہ ۱۲۶ھ	سنہ ۱۲۷ھ
۱۹	مروان ثانی ابن محمد بن مروان اول	سنہ ۱۲۷ھ	سنہ ۱۳۲ھ

فہرست خلفاء عباسیہ بغداد

خلفاء بنی عباس۔ بغدادین

نمبر	اسماء خلفاء	[illegible]	[illegible]
۲۰	عبد اللہ ابو العباس السفاح ابن محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۳۲ھ	سنہ ۱۳۶ھ
۲۱	ابو جعفر المنصور بن محمد	سنہ ۱۳۶ھ	سنہ ۱۵۸ھ
۲۲	محمد المہدی ابن منصور	سنہ ۱۵۸ھ	سنہ ۱۶۹ھ
۲۳	موسی الہادی بن مہدی	سنہ ۱۶۹ھ	سنہ ۱۷۰ھ
۲۴	ہارون الرشید ابن مہدی	سنہ ۱۷۰ھ	سنہ ۱۹۳ھ
۲۵	محمد الامین ابن الرشید	سنہ ۱۹۳ھ	سنہ ۱۹۸ھ
۲۶	عبد اللہ المامون ابن الرشید	سنہ ۱۹۸ھ	سنہ ۲۱۸ھ
۲۷	محمد المعتصم باللہ ابن الرشید	سنہ ۲۱۸ھ	سنہ ۲۲۷ھ
۲۸	ہارون الواثق باللہ ابن معتصم	سنہ ۲۲۷ھ	سنہ ۲۳۲ھ
۲۹	جعفر المتوکل علی اللہ (اول) ابن معتصم	سنہ ۲۳۲ھ	سنہ ۲۴۷ھ
۳۰	محمد المنتصر باللہ (اول) ابن متوکل	سنہ ۲۴۷ھ	سنہ ۲۴۸ھ
۳۱	ابو العباس احمد المستعین باللہ (اول) ابن معتصم	سنہ ۲۴۸ھ	سنہ ۲۵۲ھ
۳۲	محمد المعتز باللہ ابن متوکل	سنہ ۲۵۲ھ	سنہ ۲۵۵ھ
۳۳	مہتدی باللہ ابن واثق	سنہ ۲۵۵ھ	سنہ ۲۵۶ھ
۳۴	معتمد علی اللہ ابن متوکل	سنہ ۲۵۶ھ	سنہ ۲۷۹ھ
۳۵	احمد المعتضد باللہ (اول) حفید المتوکل	سنہ ۲۷۹ھ	سنہ ۲۸۹ھ
۳۶	ابو محمد المکتفی باللہ ابن معتضد	سنہ ۲۸۹ھ	سنہ ۲۹۵ھ
۳۷	جعفر المقتدر باللہ ابن معتضد	سنہ ۲۹۵ھ	سنہ ۳۲۰ھ
۳۸	القاہر باللہ ابن معتضد	سنہ ۳۲۰ھ	سنہ ۳۲۲ھ

نمبر شمار	اسماء خلفاء	سنہ جلوس	سنہ وفات
۳۹	ابو العباس احمد الراضی باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۲۹ھ	سنہ ۳۳۳ھ
۴۰	ابو اسحٰق المتقی باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۲۹ھ	سنہ ۳۳۳ھ
۴۱	ابو القاسم المستکفی باللہ (اول) ابن مکتفی	سنہ ۳۳۳ھ	سنہ ۳۳۴ھ
۴۲	ابو القاسم المطیع باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۳۴ھ	سنہ ۳۶۳ھ
۴۳	ابو بکر الطائع اللہ ابن مطیع	سنہ ۳۶۳ھ	سنہ ۳۸۱ھ
۴۴	ابو العباس القادر باللہ ابن مقتدر	سنہ ۳۸۱ھ	سنہ ۴۲۲ھ
۴۵	ابو جعفر القائم بامر اللہ (اول) ابن قادر	سنہ ۴۲۲ھ	سنہ ۴۶۷ھ
۴۶	ابو القاسم المقتدی بامر اللہ حفید القائم	سنہ ۴۶۷ھ	سنہ ۴۸۷ھ
۴۷	ابو العباس المستظہر باللہ ابن مقتدی	سنہ ۴۸۷ھ	سنہ ۵۱۲ھ
۴۸	ابو المنصور المسترشد باللہ ابن مستظہر	سنہ ۵۱۲ھ	سنہ ۵۲۹ھ
۴۹	ابو جعفر الراشد باللہ ابن مسترشد	سنہ ۵۲۹ھ	سنہ ۵۳۰ھ
۵۰	ابو عبد اللہ المقتفی لامر اللہ ابن مستظہر	سنہ ۵۱۲ھ	سنہ ۵۲۹ھ
۵۱	ابو المظفر المستنجد باللہ (اول) ابن مقتفی	سنہ ۵۵۵ھ	سنہ ۵۶۶ھ
۵۲	ابو الحسن المستضئ بامر اللہ ابن مستنجد	سنہ ۵۶۶ھ	سنہ ۵۷۵ھ
۵۳	ابو العباس احمد الناصر الدین اللہ ابن مستضئ	سنہ ۵۷۵ھ	سنہ ۶۲۲ھ
۵۴	ابو نصر الظاہر بامر اللہ ابن ناصر	سنہ ۶۲۲ھ	سنہ ۶۲۳ھ
۵۵	ابو جعفر المستنصر باللہ (اول) ابن ظاہر	سنہ ۶۲۳ھ	سنہ ۶۴۰ھ

نمبر شمار	اسماء خلفاء	سنہ جلوس	سنہ وفات
۵۶	ابو احمد المستعصم باللہ ابن المستنصر	سنہ ۶۴۰ھ	سنہ ۶۵۶ھ

سنہ ۶۵۶ ہجری سے سنہ ۶۵۹ ہجری تک تاتاریوں نے عراق پر یورش کر کے فتنہ برپا کیا اور خلافت عباسیہ مصر کو منتقل ہو گئی

فہرست خلفاء عباسیہ مصر

خلفاء عباسیہ مصر میں

نمبر شمار	اسماء خلفاء	سنہ جلوس	سنہ وفات
۵۷	ابو القاسم احمد المستنصر باللہ (ثانی) ابن ظاہر	سنہ ۶۵۹ھ	سنہ ۶۶۰ھ
۵۸	ابو العباس احمد الحاکم بامر اللہ (اول) ابن مستنصر	سنہ ۶۶۰ھ	سنہ ۷۰۱ھ
۵۹	ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ (ثانی) ابن حاکم	سنہ ۷۰۱ھ	سنہ ۷۴۰ھ
۶۰	ابراہیم الواثق باللہ (ثانی) ابن مستکفی	سنہ ۷۴۰ھ	سنہ ۷۴۱ھ
۶۱	ابو العباس احمد الحاکم بامر اللہ (ثانی) ابن المستکفی	سنہ ۷۴۱ھ	سنہ ۷۵۳ھ
۶۲	ابو بکر المعتضد باللہ (ثانی) ابن المستکفی	سنہ ۷۵۳ھ	سنہ ۷۶۳ھ
۶۳	ابو عبد اللہ محمد المتوکل علی اللہ (ثانی) ابن معتضد	سنہ ۷۶۳ھ	سنہ ۸۰۵ھ
۶۴	ابو الفضل العباس المستعین باللہ (ثانی) ابن متوکل	سنہ ۸۰۵ھ	سنہ ۸۲۳ھ
۶۵	ابو الفتح داؤد المعتضد باللہ (ثالث) ابن متوکل	سنہ ۸۲۳ھ	سنہ ۸۴۵ھ
۶۶	ابو الربیع سلیمان المستکفی باللہ (ثالث) ابن متوکل	سنہ ۸۴۵ھ	سنہ ۸۵۵ھ

[illegible]	اسماء خلفاء	[illegible]	[illegible]
۶۷	ابو البقا حمزہ القائم بامر اللہ ثانی ابن متوکل	سنہ ۸۵۵ھ	سنہ ۸۵۹ھ
۶۸	ابو المحاسن یوسف المستنجد باللہ ثانی ابن متوکل	سنہ ۸۵۹ھ	سنہ ۸۸۴ھ
۶۹	ابو العز عبد العزیز المتوکل علی اللہ ثالث حفید متوکل ثانی	سنہ ۸۸۴ھ	سنہ ۹۰۳ھ
۷۰	ابو الصبر یعقوب المستمسک بامر اللہ ابن متوکل ثالث	سنہ ۹۰۳ھ	سنہ ۹۲۲ھ
۷۱	محمد المتوکل علی اللہ (رابع) ابن المستمسک	سنہ ۹۲۲ھ	سنہ ۹۲۳ھ

محمد المتوکل علی اللہ رابع نے سنہ ۹۲۳ ہجری میں خلافت سلطان سلیم اول کو سپرد کرکے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت خاندان عباسیہ عثمانیہ خاندان میں منتقل ہوگئی ہے

فہرست خلفاء بنو عثمان

خلفاء بنی عثمان قسطنطنیہ میں

[illegible]	اسماء خلفاء	[illegible]	[illegible]
۷۲	سلیم اول (خلفاء عثمانیہ میں پہلا خلیفہ)	سنہ ۹۲۳ھ	سنہ ۹۲۶ھ
۷۳	سلیمان اول قانونی ابن سلیم	سنہ ۹۲۶ھ	سنہ ۹۷۴ھ
۷۴	سلیم ثانی ابن سلیمان	سنہ ۹۷۴ھ	سنہ ۹۸۲ھ
۷۵	مراد ثالث ابن سلیم ثانی	سنہ ۹۸۲ھ	سنہ ۱۰۰۳ھ
۷۶	محمد ثالث ابن مراد ثالث	سنہ ۱۰۰۳ھ	سنہ ۱۰۱۲ھ
۷۷	احمد اول ابن محمد ثالث	سنہ ۱۰۱۲ھ	سنہ ۱۰۲۶ھ
۷۸	مصطفے اول ابن محمد ثالث	سنہ ۱۰۲۶ھ	سنہ ۱۰۲۷ھ
۷۹	عثمان ثانی ابن احمد اول	سنہ ۱۰۲۷ھ	سنہ ۱۰۳۱ھ
۸۰	مراد چہارم ابن احمد اول	سنہ ۱۰۳۲ھ	سنہ ۱۰۴۹ھ
۸۱	ابراہیم بن احمد اول	سنہ ۱۰۴۹ھ	سنہ ۱۰۵۸ھ
۸۲	محمد چہارم ابن ابراہیم	سنہ ۱۰۵۸ھ	سنہ ۱۰۹۹ھ
۸۳	سلیمان ثانی ابن ابراہیم	سنہ ۱۰۹۹ھ	سنہ ۱۱۰۲ھ
۸۴	احمد ثانی ابن ابراہیم	سنہ ۱۱۰۲ھ	سنہ ۱۱۰۶ھ
۸۵	مصطفے ثانی ابن محمد چہارم	سنہ ۱۱۰۶ھ	سنہ ۱۱۱۵ھ
۸۶	احمد سوم ابن محمد چہارم	سنہ ۱۱۱۵ھ	سنہ ۱۱۴۳ھ
۸۷	محمد پنجم ابن مصطفے ثانی	سنہ ۱۱۴۳ھ	سنہ ۱۱۶۸ھ
۸۸	عثمان سوم ابن مصطفے ثانی	سنہ ۱۱۶۸ھ	سنہ ۱۱۷۱ھ
۸۹	مصطفے سوم ابن احمد سوم	سنہ ۱۱۷۱ھ	سنہ ۱۱۸۷ھ
۹۰	عبد الحمید اول ابن احمد سوم	سنہ ۱۱۸۷ھ	سنہ ۱۲۰۳ھ
۹۱	سلیم سوم ابن مصطفے سوم	سنہ ۱۲۰۳ھ	سنہ ۱۲۲۲ھ
۹۲	مصطفے چہارم ابن عبد الحمید اول	سنہ ۱۲۲۲ھ	سنہ ۱۲۲۳ھ
۹۳	محمود ثانی ابن عبد الحمید اول	سنہ ۱۲۲۳ھ	سنہ ۱۲۵۵ھ
۹۴	عبد المجید ابن محمود ثانی	سنہ ۱۲۵۵ھ	سنہ ۱۲۷۷ھ
۹۵	عبد العزیز ابن محمود ثانی	سنہ ۱۲۷۷ھ	سنہ ۱۲۹۳ھ
۹۶	مراد پنجم ابن عبد المجید	سنہ ۱۲۹۳ھ	سنہ ۱۲۹۳ھ
۹۷	عبد الحمید ثانی ابن عبد المجید	سنہ ۱۲۹۳ھ	

یہ سلطان عبد الحمید ثانی خلیفہ حال ہیں اللہ تعالی انکی سلطنت ہمیشہ قائم رکھے

تمت

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی

خاکسار مصباح مترجم فرانس و پرشیا ۱۲

۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۱ ہجری قدسی مطابق یکم دسمبر ۱۸۹۳ء یوم چہارشنبہ

خاتمہ

مختصر احوال مؤلف "الہارون"

وطن آبائی خاکسار کا قاعدہ رہتک من مضافات شہر دہلی ہے حسب و نسب مین قریشی صدیقی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ پسر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ اول کی اولاد مین سے ہون۔ ہمارے مورثِ اولین مین دو تین شخصون کو یہ فخر حاصل ہوا کہ آنحضرت رسولِ مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ برگزیدۂ تمامی انبیا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی صحبت کا عز و افتخار حاصل ہوا اور درجۂ اصحاب کے زمرہ مین منسلک ہوئے سبحان اللہ وبحمدہ۔ دولتِ دیدار سرورِ کائنات مفخر موجودات رحمتِ عالمیان صفوت آدمیان تتمۂ دور زمان سے بڑھکر کیا کوئی چیز زیادہ ہو سکتی ہے؟

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چون تو پشتیبان	چہ باک از بحر موج آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

مذہباً فرقۂ سنت والجماعت مین ایک مذہب معین کا پیرو ہون۔ حنفی ہون اور ذیل کی رباعی پر مسلک ہے۔

رباعی

بندۂ پروردگارم اُمتِ حضرت نبیؐ	دوستدار چار یارم تابع اولادِ علیؓ
مذہبِ حنفیہ دارم ملت حضرت خلیل	خاک پائے غوث الاعظم زیر سایہ ہر ولی

سالِ ولادت میرا سنہ ۱۲۹۱ ہجری قدسی مطابق سنہ ۱۸۷۴ء ہے۔ میرا مولد شہر ٹونک واقع راجپوتانہ ہے۔ سنہ ۱۲۶۱ ہجری مین میرے جد محترم مولوی پیرجی محمد امین الدین صاحب مرحوم نے حضور جناب نواب وزیر الدولہ امیر الملک محمد وزیر خان بہادر نصرت جنگ والی ریاست ٹونک کا سلسلہ ملازمت نمک خوارگی اختیار کیا۔ مختلف عہدون پر عزت پائی محکمۂ دار الانشاء ریاست کی افسری پر چھیالیس سال مامور رہے اور حسن خدمات سے تین پشت تک رؤسا حکمرانانِ ٹونک کو خوشنود رکھا اور جاگیر و سنا[illegible] حاصل کیے سنہ ۱۸۵۷ء مین بذیل نمک خواری و رفاقت نواب وزیر الدولہ بہادر مرحوم جنت آشیان کے گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کی خیر خواہی کا پورا ثبوت دیا جسکی بابت ایک خاص سارٹیفکٹ (پروانہ) اپنی خوشنودی

مزاج کا نواب صاحب بہادر موصوف الصدر نے سنہ ۱۲۷۲ ہجری مین انکو عطا کیا۔ خصوصیت کی وجہ سے
قدسی مین ایک مقتدر پنشن ریاست سے حاصل کی۔ اور اپنے عہدۂ منصبی پر حافظ محمد یوسف اپنے خلف ارشد
کو جو خاکسار کے والد ماجد ہین اور خدائے تعالیٰ انکو عمر طبعی عطا کرے مقرر کرا دیا۔ سنہ ۱۳۰۳ ہجری مین بمقتضائے
کل نفس ذائقة الموت میرے جد مکرم نے اپنی ودیعت حیات کو قابض ارواح کو سپرد کر دیا ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید زجام دہر مئے کل من علیہا فان

حضرت جد مرحوم اپنی کریم النفسی اور متواضعانہ اخلاق سے کمال نیکنام و ہر دلعزیز رہے انکی وفات سے
جملہ اراکین ریاست اور ہز ہائینس حضور پر نور جناب نواب امین الدولہ وزیر الملک نواب حافظ محمد ابراہیم
علیخان صاحب بہادر صولت جنگ۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ فرمانفرمائے حال ریاست ٹونک کو سخت
ملال ہوا اور حضور نواب صاحب بہادر نے بنا بر ادائے رسم تعزیت جد مرحوم اپنے شاہانہ اخلاق سے ہمارے غریب خانہ
پر رونق افروز ہو کے ہم نمک خوارون کا اعزاز بڑھایا اور اظہار غم و رنج فرما کر جو کچھ معاش و جاگیر جد مرحوم
کے نام مقرر تھی ازراہ شفقت رئیسانہ وہ کل جائداد میرے والد مکرم حافظ محمد یوسف کو عطا کی۔ خداوند
تعالیٰ ایسے رئیس قدردان کو ہمیشہ اپنے ظل حمایت مین رکھے۔ آمین

حافظ محمد یوسف میرے والد مکرم بارہ سال کی عمر سے بسلک ملازمت نواب صاحب بہادر فرمانروائے
حال کے دربار مین اپنے والد کے ساتھ احکام نویسی کی خدمت پر جایا کرتے۔ بعد چند سال کی اپنی کارگزاری
سے بعہدۂ منشی خاص (پرائیوٹ سکرٹری) حضور نواب صاحب بہادر مقرر ہوئے۔ اور پھر بعد چند
بجائے اپنے والد صاحب مغفور کے بعہدۂ جلیلۂ میر منشی یعنی افسری محکمۂ دار الانشاء ریاست سے
سربلند ہوئے ابتدائے جوانی سے دربار ریاست سے تعلق تھا بدینوجہ جملہ مہمات ریاست سے انکو
واقفیت تامہ حاصل تھی بالخصوص نواب صاحب کی مزاجدانی اور رمز شناسی مین ملکۂ کامل رکھتے تھے۔
ہز ہائینس کے منشاء مضمون پر ابتدا رفقرۂ کلام سے حاوی ہو کر پورا پورا منشاء نواب صاحب بہادر کا
اپنی زبان خداداد سے لکھ دیتے۔ نواب صاحب بہادر انکی قابلیت اور کارگزاری سے کمال درجہ
خوش تھے۔ علاوہ بیش قرار مشاہرہ و جاگیر کے دو گانون سیر حاصل بطور استمرار براہ قدردانی میرے

والد مکرم کو مرحمت فرمائے اور بروز روزِ عید افزائی ملقب بخطاب "فضیلت و نجابت مرتبت صداقت و دیانت منزلت دبیر بدائع اختصاص حافظ محمد یوسف میر منشی خاص دبیر الملک" فرمایا۔

حضور نواب صاحب بہادر کو شاہانِ گذشتہ کی تاریخ سے کمال شوق ہے بعد از فراغ کار ریاست بارہ بجے شب تک اسمین مشغولی فرماتے تھے۔ میرے والد مکرم اپنی طلاقت لسانی سے کتب تواریخ حضور نواب صاحب بہادر کے سنانے کے لیے ایسے جلد اور صاف پڑھتے کہ ہمعصر اہلکارون مین کوئی متنفس انکی برابری نہین کر سکتا تھا حضور نواب صاحب بہادر تاریخ کو صرف بطور افسانہ سماعت نہین فرماتے تھے۔ بلکہ انقلابات عالم پر کمال غور کرکے اور اُس سے مصالح ملکی و معدلت رعایا اور تہذیب اخلاق کے نفیس جواہر و کار آمد نتائج اخذ فرما کر گنجینہ طبیعت مین فراہم کرتے ہین۔

اس مبارک نفس رئیس کے عہد دولت مین دشوار سے دشوار مہمات اور فتنون سے خروج کیا مگر بمدد کارساز حقیقی ہر ایک دشواری آسانی سے طے ہوگئی۔ اسی واسطے عام رعایائے ٹونک اس رئیس کو سکندر اقبال خیال کیا کرتی ہے۔

قدرت نے حضور نواب صاحب بہادر کے مزاج مین جسطرح جوہر عدالت و حکمرانی اور ملکۂ قوت انتظامیہ و جہانبانی عطا فرمایا ہی۔ انکی نیک نیتی و رعایائے ٹونک کی خوش نصیبی کیوجہ سے مدار المہام یعنی وزیر اعظم نہایت درجہ کا بیدار مغز نیک نیت ریاست کو میسر ہوا یعنی افتخار الامرا فخر الملک صاحبزادہ محمد عبید اللہ خانصاحب بہادر فیروز جنگ سی۔ ایس۔ آئی۔ جو نواب وزیر الدولہ بہادر مرحوم جنت آرامگاہ کے فرزند رشید اور حضور نواب صاحب بہادر فرمانفرمائے حال کے عم مکرم ہین۔ زیب افزائے وسادۂ وزارت ہین۔ انکی ذاتی قابلیت اور فطرتی دانشمندی سے انتظام ریاست نہایت اعلیٰ درجہ کی ترقی پر ہے انکی حسن کارگزاری سے گورنمنٹ عالیہ ہند رضامند اور حضور نواب صاحب بہادر خوشنود اور جملہ رعایائے ریاست نہایت مطمئن۔ ایک موقع پر سالانہ رپورٹ ریاست پر گورنمنٹ عالیہ ہند نے اس وزیر اعظم کی نسبت کمال رضامندی کا اظہار فرما کر عمدگی اور شائستگی انتظام ریاست ٹونک کو دوسری ریاستہائے ہندوستان کے لیے نظیر قرار دیا۔ اِس سے زیادہ فخر کی بات ہمعصرون مین کیا ہو سکتی ہے ہ

یہ ارسطو فطرت وزیر بوجہ اپنے علو خاندانی اور جوہر فیض و فتوت کے اور قدر دانی علوم و فضل فنون کے واقعی وحید العصر ہین۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا قول انکی صفات حسنہ اور اخلاق رضیہ کے حسب حال ہے۔

آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف ست — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

میرے والد مکرم نے میری تعلیم مین نوابصاحب بہادر کے منشاء کے مطابق پوری کوشش کی۔ ۱۸۹۰ء مین حضور نوابصاحب بہادر نے مجھکو اپنی پرایئوٹ سکرٹری کے عہدے پر مقرر کرکے عہدہ بخشی اور دفتر انگریزی کی افسری پر تعینات فرمایا میری خدمت سے حضور نوابصاحب بہادر بہت خوش رہے۔ ایک بار نہایت خوش ہوکر علاوہ عہدۂ پرایئوٹ سکرٹری کے عہدۂ نائب میر منشی ریاست بھی عطا فرمایا۔ اور پے در پے خوشنودی مزاج کی اسناد مجھکو عطا کین کہ وہ میرے لئے باعث عزت و افتخار ہین۔

قضا آسمانی سے حکم ازلی کے مطابق ۱۸۹۳ء مین میرے والد نے ملازمت ریاست سے علحدگی اختیار کی اور شہر رہتک اپنے وطن مین آکر خانہ نشین ہوئے مجھکو بھی بہ تقاضائے رفاقت پدری ناگزیر انکی تعلیمکی بنا پر ملازمت تو نمک سے آزادی حاصل کرکے انکی خدمت مین حاضر ہوا۔ گو میرے والد کو اور مجھکو دوسری ریاستون مین ملازمت کے موقع حاصل ہوئے لیکن طبیعت نے کسی نہج گوارا نہ کیا کہ ایک آقا کی نمک خواری کرکے اب کسی دوسرے کی ذلہ ربائی کی جائے۔ ؎

ہست آئین دو بینی زہوس — قبلۂ عشق یکے باشد و بس

گو سلسلۂ ظاہری مفقود ہے مگر بہ لحاظ توسل سابقہ روحانی تعلق ناممکن القطع ہی لہذا بتقاضائے نمکخواری شب و روز دعائے دولت خواہی رئیس و ریاست ورد زبان ہے۔ ؎

خدا دارد ش در جہان جاودان — باقبال و دولت بود کامران

بحالت سکونت وطن اس سے بہتر کوئی کام مجکو معلوم نہ ہوا کہ مختلف علوم کی کتابون کے ترجمے اور تصانیف سے اہل ملک کو بھی اپنی ناچیز کوشش سے فائدہ پہنچاؤن اسی سبب سے گزشتہ سال ،، محاربہ فرانس و پرشیا ،، پبلک کی خدمت مین پیش کی تھی۔ اب یہ کتاب الہارون پیش کی جاتی ہے

اصحاب ملک اور حضرات ناظرین کے اخلاق و کرم پر بھروسہ کر کے امید رکھتا ہون کہ اپنی بزرگی اور قدر دانی سے اس ناچیز محنت کو نظر قبولیت سے دیکھین گے۔ فقط ۱۲

خاکسار محمد مصباح الدین احمد عفی عنہ

فہرست کتب

جن سے اس کتاب کے نوٹون مین مدد لی گئی ہے

نمبر شمار	نام کتاب	نام زبان	نام مصنف	کیفیت
۱	شرح فقہ اکبر		ملا علی قاری	
۲	تاریخ الخلفاء	عربی	شیخ جلال الدین سیوطی	
۳	روضۃ الاحباب	فارسی	سید جمال الدین صاحب محدث	
۴	معارج النبوت	ایضاً	ملا معین کاشفی	
۵	مدارج النبوت	ایضاً	مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی	
۶	تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء	اردو	مولوی ابو المحسن حسن	
۷	قرۃ العیون ترجمہ سرور المحزون	اردو	نواب محمد علیخان صاحب بہادر مرحوم والی ریاست ٹونک نے یہ ترجمہ کرایا تھا	مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب کا ترجمہ ہے
۸	اعجاز التنزیل	اردو	خلیفہ سید محمد حسن مرحوم سابق وزیر اعظم پٹیالہ	

نمبر شمار	نام کتاب	نام زبان	نام مصنف	کیفیت
۹	المامون	اُردو	مولوی شبلی نعمانی	
۱۰	البرامکہ	اردو	مولوی عبدالرزاق	کتاب البرامکہ ہمارے محترم دوست مولوی عبدالرزاق صاحب پیشکار میونسپل بورڈ کانپور کی تصنیف ہے یہ کتاب اُنھوں نے نہایت محنت اور لیاقت اور تحقیق سے لکھی ہے خاصکر حجاج۔ المقنع ابو نواس، ابراہیم الموصلی۔ بختیشوع۔ جبرئیل رے۔ دمشق۔ امام موسیٰ کاظم وغیرہ کے نوٹ اسی کتاب سے لکھے گئے ہیں گو ان کے حالات اور بہت سی کتابوں میں بھی بالتفصیل مرقوم ہیں مگر خوبی عبارت کی وجہ سے ہم نے اکثر نوٹ اسی کتاب سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب بھی قابل دید ہے۔ ۱۲
۱۱	ہسٹری آف ورلڈ	انگریزی	مسٹر ڈگر سینڈرسن	
۱۲	ہسٹری آف ورلڈ	ایضاً	مسٹر سونٹن	
۱۳	رومن امپائر	ایضاً	مسٹر گبن	
۱۴	ہسٹری آف گریس	ایضاً	ڈاکٹر اسمالراسمتھ	
۱۵	ہسٹری آف انڈیا	ایضاً	مسٹر آرلتھ برج	
۱۶	انسائیکلوپیڈیا	ایضاً	مسٹر چیمبرز	
۱۷	ایضاً	ایضاً	مسٹر بالک	
۱۸	ایضاً	ایضاً	مسٹر لوو	

تمت

شہر بغداد کا دلچسپ اور پُر فضا منظر

نام کتاب	قیمت
الفاروق یعنے سوانح عمری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولفہ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی۔ قیمت فی جلد	سے ر
ہارون یعنے سوانح عمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت عباسیہ دارالخلافہ بغداد	ہر
مفید المفتی والمستفتی یعنے ترجمہ اردو فتاوی عزیزی حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی یہ کتاب عام مسلمین کیلئے مفید اور بکار آمد کتاب ہے قیمت فی جلد	ہر
عجیب و غریب ناول کیغمر کروار۔ یہ ناول انتہا درجہ حیرت انگیز اور عبرتناک ہی اور مزہ یہ کہ کمال ظرافت اور شریفانہ مذاق کا اعلیٰ نمونہ غرض یہ ناول خود اپنی نظیر ہو قیمت	شہر
اسلام ... یہ یاس و حرمان کا خوفناک شاندار جان کی کشمکش اگر کوئی دیکھنا چاہے تو اس ناول سے پوری کیفیت معلوم ہوسکتی ہو اس مین جسقدر جدو کی تشبیہ ... بھی جد امید وصل کا ...	

نام کتاب	قیمت
باغ بہی دکھا یا گیا ہے قیمت فی جلد	۱۰ر
ڈاکو کی دلہن مرتبہ شرر۔ یہ ایک نہایت دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ ہے جس مین نظر آتا ہے کہ انسان محنت اور شجاعت کی بدولت کسقدر جلد کتنے بڑے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہو قیمت فی جلد	۱۲ر
ہیرے کی کنی۔ معروف اصل سے خطا نہین کم اصل سے وفا نہین ایسا البیلا اور تخیل ناول ہو۔ اردو زبان کا پارس فلسفہ کی جان ایک ہندوستانی ریاست کی حالی تاریخ کا مختصر حصہ ہمہ تن ہسٹری قیمت فی جلد	۸ر
زیاد اور حلاوہ کامل مصنفہ مولوی عبد الحلیم شرر۔ اس سے بڑھ کر شرر کی تصانیف مین کوئی ناول نہین ہے قیمت ہر دو حصہ فی جلد	ہر
بیہر و لعزیز شہید الصدر بر عشق کے عشق کی پر درد کہانی اور مصیبتناک روداد نامحرمون سے پردہ نہ کرنیکی بد بہی خرابیان دکھائی گئی ہین قیمت فی جلد	ہر
ماخوانده مہمان اس سے زیادہ پر مذاق اور بہتر ناول کوئی نہین چہپا قیمت	ہر

نام کتاب	قیمت
مریم۔ ایک باعصمت خاتون کی سرگزشت اسکے عجیب و غریب حالات دہلی کا سچا واقعہ قیمت فی جلد	عہ
خوبی قسمت یہ ناول بہی ایک عجیب و غریب ہے جو خاص کینے ہی سے تعلق رکہتا ہے اسکو ملک نے امید سے بہت زیادہ پسند کیا ہو قیمت فی جلد	شہر
نشتر۔ ایک نہایت سچے فارسی زبان کے قصہ کا ترجمہ ہے بہت ہی پر اثر اور نہایت ہی فصیح ہے جو ازبس قابل دید ہے قیمت فی جلد	عہر
شعلہ جوالہ۔ اتفاق کا قابل قدر شعبہ یا غیرت کے نام سے جاہلانہ جوش کا سیاہ ہے یکطرفہ خواہش اور یہی اسکی واقعی الفتون کا دلکش مرقع ہو۔ اور کاہش کا بے بہا گنجینہ اور اپنی پسند پر شادی کرنے کا نہایت ضروری اور اہم مسئلہ قیمت فی جلد	ہر
عقد الجواہر یہ ناول نہایت ہی دلچسپ ہے قیمت فی جلد	ٹہر
مقدس نازنین ... نہایت عجیب و غریب ہے مصنفہ شرر قیمت	ہر